مطبوعات جناح لٹریری اکیڈمی
نمبر ۵

مشاہیر اکبر آباد

مرتبہ
مفتی انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی

بفرمائش
مولوی ریاض الدین احمد اکبرآبادی بانی جناح کالج

عرضِ مرتب

سلطان سکندر لودی نے اپنی سلطنت کا دار الخلافہ آگرہ کو بنایا۔ بعد اس قصبہ کو شہریت کا شرف بخشا۔ وابستگان دولت آگرہ آبسے۔ علماء اور صوفیاء نے بھی اس کو اپنے قیام سے عزت بخشی۔ اس عہد میں شیخ ابوبکر قریشی حنفی جو بلند پایہ مصنف تھے وہ یہاں آکر مقیم ہوئے اور وہیں پیوند خاک ہوئے۔ بابر کے زمانے میں آگرہ کو بڑی ترقی ہوئی۔ اکبر اور جہانگیر کے عہد میں معراج کمال کو یہ شہر پہنچ گیا۔ شاہجہاں نے دہلی کو مستقر الخلافہ بنا کر اس کی عظمت پر کاری ضرب لگائی۔ اکبرآباد سے امرائے سلطنت و وابستگان دولت دہلی جا بسے۔ یہ اجڑی نگری ہو کر رہ گیا۔ مگر علماء اور اصفیاء و اہل علم کا مامن رہا اور اس کی خاک پاک سے بڑے بڑے صاحب فضل و کمال پیدا ہوتے رہے۔

اکبر نامہ۔ منتخب التواریخ۔ طبقات اکبری۔ شاہجہاں نامہ۔ مرات العالم۔ ثمرات القدس۔ بحر زخار۔ خزینۃ الاصفیاء۔ نزہتہ الخواطر۔ تحفۃ الابرار وغیرہ میں ان بزرگوں کے احوال مفصل تحریر ہیں۔ ملا عبد الصمد اکبرآبادی ہمشیر زادہ علامی ابوالفضل نے اخبار الاصفیاء لکھی۔ اخبار الاخیار سے مدد لی۔ اس تذکرہ میں آگرہ کے علماء و صوفیاء کا ذکر تفصیل سے ہے۔ اس سے بھی قبل شیخ محمد غوثی مانڈوی نے گلزار ابرار لکھی۔ اس میں بھی یہاں کے بہت سے بزرگوں کا ذکر ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔ ایک مخطوطہ میرے عزیز دوست سید سخاوت علی خسرو انکم ٹیکس آفیسر کے پاس موجود ہے جس کو وہ ایڈٹ کر رہے ہیں۔ آگرہ کے ایک ترمذی بزرگ نے مخبر واصلین عہد شاہجہانی میں لکھی۔ جس میں قطعات تاریخ ہیں۔ ان میں بزرگانِ اکبرآباد کی تاریخیں بھی ہیں۔ گلزار ابرار کا اردو ترجمہ آگرہ سے شائع ہو گیا ہے۔

سب سے پہلے اردو میں میرے مکرم دوست مولوی سعید احمد مارہروی نے بوستان اخبار ۱۹۲۷ء میں لکھی۔ جس میں آگرہ کے علماء، صوفیاء، حکماء، واہل قلم وغیرہ کے حالات جمع کر دیے ہیں۔ راقم سطور نے ۱۹۳۶ء کے شاعر آگرہ نمبر میں مصنفین اکبرآباد اور سخنوران اکبرآباد کا مختصر تذکرہ پیش کیا تھا۔ مگر بوستان اخبار اور یہ رسالہ عنقا ہو گیا۔ میرے عزیز دوست مولوی ریاض الدین احمد سلمہٗ بانی جناح کالج نے بے حد اصرار کیا کہ مشاہیر اکبرآباد کا ایک تذکرہ لکھ دوں چنانچہ یہ کتاب ترتیب دے کر جناح لٹریری اکیڈمی کی طرف سے شائع کر رہا ہوں۔ مولوی نثار الحق ایم۔ اے، محمد الیاس قادری ایم اے، سید سخاوت علی خسرو افسر محکمہ انکم ٹیکس اور نجیب الحسن شہابی کا مشورہ قابل ذکر ہے۔

انتظام اللہ شہابی

مقدمہ

علمائے اکبر آباد
اور
اُن کے علمی کارنامے

اکبر آباد آج علمی اعتبار سے ایک اُجڑی ہوئی بستی ہے۔ لیکن ایک زمانہ ایسا بھی تھا کہ یہ مقام بہت بڑا علمی مرکز تھا اور بغداد و قرطبہ کے ہم پایہ ہونے کا شرف رکھتا تھا۔ لودھی سلاطین کے چشم و چراغ سکندر نے آگرہ کو شہری شکل میں تبدیل کیا۔ قلیل عرصہ میں حیرت انگیز ترقی ہوئی۔ دہلی و فیروز آباد سے بڑھ کر سیاسی و علمی مرکز بن گیا۔ عرب، ایران، بخارا، دہلی بلکہ تمام ہند کے اہلِ علم اور صاحب ہنر عزت و دولت کی تمنا میں آگرہ آبسے اور سکندری دربار میں حسب مراتب جگہ پائی۔ سکندر خود ذوقِ سلیم رکھتا تھا صاحبانِ کمال کا مربی اور اہلِ علم کا سرپرست تھا۔ خود بھی ادیب تھا۔ فکرِ شعر سے دل بستگی تھی۔ گل رخ تخلص تھا۔ شیخ جمال الدین مصنف سیر العارفین سے مشورۂ سخن کیا۔ آٹھ نو ہزار اشعار کا دیوان یادگار چھوڑا۔ کہتا ہے ؎

در سوزنِ مژگاں بکشم رشتۂ جاں را
تا چاک بدوزم کہ دراں پیرہن ہستش!

مولانا ابرار حسین صاحب فاروقی ایم۔اے فاضل ازہر "مرقع افغان" میں رقم طراز ہیں:۔

"سکندر کے دربارِ علم کے درخشندہ ستارے مولانا شاہ رفیع الدین آنجوری محدث میاں قادر بن شیخ راجو۔ ابو العباس میاں الہ آبادی۔ سید محمد بن سعید خاں۔ ملا قطب الدین۔ ملا الہ داد خان۔ صالح سید میاں۔ سید برہان۔ سید احسن صدر الدین قنوجی۔ عبد الرحمٰن فتحپور سیکروی اور میاں عزیز اللہ سنبھلوی سے مشاہیرِ ہند تھے۔"

عبد اللہ مورخ کا بیان ہے:۔

"سلطان علمار کی مجلس میں خود پائین میں بیٹھتا اور علمی گفتگو میں شریک ہوتا۔ مجلس کے خاتمہ پر علماء کے ساتھ کھانا کھاتا۔"

اس سے ظاہر ہے کہ علماء کی اس عہد میں کیا قدر و منزلت تھی۔ سکندر نے آگرہ میں پہلا تصنیف و تالیف کا محکمہ قائم کیا جس کا خود نگراں تھا۔ واقعات شاہی میں ہے :-

"میاں بڑھوکو خواص خاں کا خطاب دے کر دارالترجمہ کا افسر اعلیٰ مقرر کر دیا۔ خواص خاں کے ساتھ مختلف زبانوں کے علماء اور خوش نویسوں کی ایک جماعت رہتی تھی۔ خراسان کے مشاہیر اطباء کو بلوا کر علم طب پر بہترین کتاب لکھوائی۔ ہندی طب کے نسخوں کے ایک دفتر کا ترجمہ فارسی میں کرا کر اس کا نام "طب سکندری" رکھا گیا۔"

فارسی زبان کو بڑی ترقی دی۔ ہندو بھی فارسی سے دلچسپی لینے لگے حتی کہ فکر سخن کرنے لگے۔ پنڈت ڈونگر مل مشہور و معروف تھے۔ کہتے ہیں :- ؎

دل خوں نشدے چشم تو خنجر نہ شدے گر
رہ گم نہ شدے زلف تو ابتر نہ شدے گر

زمانے نے رنگ بدلا۔ آخری شمع سلاطین لودھی بابر کے ہاتھوں پانی پت کے میدان میں گل ہوئی۔ آگرہ شاہ بابر کے تصرف میں آیا۔ لودھیوں کی شان و شوکت ایک آنکھ نہ بھائی تو جمنا پار اپنا مستقر ٹھہرایا۔ باغ نور افشاں تعمیر ہوا۔ اور گرد محلات بنے۔ دوسرا شہر آباد ہوا۔ بابری مسجد آج بھی اس عہد کی یادگار ہے۔ بابر وہ فرد محترم تھا جس نے شاہان مغلیہ کے عظمت و جلال کی بنیاد ڈالی۔ بقول نواب صدر یار جنگ بہادر ڈاکٹر مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی :-

"شاہ بابر کے ادبی مذاق اور نقادانہ تجربے نے اسے اعلیٰ علمی مدارج پر پہنچا دیا۔ اس کی تصنیف "تزک بابری" نے علم ادب و تاریخ کے بادشاہوں میں بھی ممتاز درجہ منوا لیا۔"

صاحب "تاریخ رشیدی" لکھتے ہیں :-

"بابر شجاعت و عدالت و انصاف کے علاوہ صدہا مختلف اوصاف سے آراستہ تھا۔ ترکی زبان کی شاعری میں امیر علی شیر کے علاوہ کوئی اس سے بازی نہ لے جا سکا اور اس زبان میں اس نے ایک فصیح و بلیغ دیوان چھوڑا۔ وہ نثر کے ایک طرز متین کا موجد ہے اور علم اصول قانون پر مفید رسالہ لکھا۔ رسالہ "ولیدیہ" کو نہایت صاف شستہ زبان میں نظم کیا۔"

بابر فقہ حنفی کا ماہر اور فن انشاء و املا پر کافی قدرت رکھتا تھا۔ عربی، فارسی، ترکی السنہ کا عالم تھا۔ علامہ ابوالفضل اکبر آبادی کا بیان ہے :-

"فارسی میں ایک مثنوی لکھی جو عام طور پر مقبول ہوئی۔ وہ خوش نویس ایسا تھا کہ ایک رسم الخط ایجاد کیا جو "خط بابری" کے نام سے مشہور ہے۔ علماء کا قدرداں تھا۔ علم ادب کے ان بے شمار روشن سیاروں میں جو ہمیشہ بابر کے فلک رفعت دربار میں جگمگاتے رہے ہیں مولانا شہاب الدین معمائی حقیری، مولانا یوسف طبیب خراسانی، شیخ ابو عبد الاحد، مرزا ابراہیم ہراتی، شیخ زین الدین، مولانا بقائی اور خواجہ نظام الدین علی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

نیازی خاں افغان جس نے بابر کو ہندوستان آنے کی دعوت دی تھی اس کا ایک عظیم الشان کتب خانہ تھا۔ اس کا بابر نے معائنہ کیا اور علم فقہ اور تصوف کی چند کتب ان میں سے ہمایوں اور کامران کو تحفہ میں بھیجیں۔

اکبر نامہ میں ہے :۔

" آنحضرت در فنون موسیقی نیز دستگاہ والا داشتند و ہم چنیں بر زبان فارسی نیز اشعار دلپذیر دارند۔ ایں جملہ ایں رباعی از واردات طبع فیاض آں حضرت است۔"

درویشاں را گرچہ از خویشا نیم — لیک از دل وجاں معتقد ایشا نیم

دور است بگوے شاہی از درویشے — شاہیم ولے بندۂ درویشا نیم

شاہ بابر کا پوتا جلال الدین اکبر سریر آرائے حکومت ہوا۔ آگرہ اس کا مستقر ٹھہرا۔ خود عالم نہ تھا مگر علم کا شوق ضرور تھا۔ دربار میں علماء، شعراء، صناع کسی طبقہ کے کیوں نہ ہوں ہر ایک کی قدر دانی کی جاتی تھی۔ علوم وفنون کا سرپرست بنا۔ علمی قدر افزائی نے صدہا ارباب فن وکمال کو خاک احتیاج سے اٹھا کر عروج خوش حالی تک پہنچایا۔ یہی شہرت تھی جس سے نزدیک ودور سے علماء وفضلائے عہد اور صاحب کمال ہندوستان کھنچ آئے اور آگرہ میں آبسے۔

ملا شیخ مبارک ناگوری نے امام رازی کی تفسیر کے مقابلہ میں تفسیر نفائس العلوم چار جلدوں میں مرتب کی۔ علامہ میر فتح اللہ شیرازی شاگرد غیاث الحکماء منہج الصادقین تفسیر اس کی یادگار ہے۔ قاضی نور اللہ شریف الحسینی الشوستری تفسیر بیضاوی پر مبسوط ان کا حاشیہ ہے۔ علامہ ابوالفیض فیضی کی تفسیر بے نقط سواطع الالہام کے نام سے مشہور ہے۔ لطف یہ ہے کہ تمام لوازم تفسیر قرآن شان نزول آیات، تحقیق لغوی، ترکیب نحوی، لطائف علم بیان اور قصص واحکام وغیرہ کو مدنظر رکھا ہے۔ محدثین میں ملا اسمٰعیل عرب دانشمند، شیخ حمید احمد آبادی، شیخ فرید بنگالی، ملا عبدالقادر بدایونی نے کتاب الاحادیث فارسی میں مرتب کی۔ فقہا میں شیخ بہاء الدین مفتی آگرہ، ملا بایزید لاہوری، شیخ ابوالفتح مفتی آگرہ، ملا اسمٰعیل لاہوری، ملا جمال خاں سے فضلائے روزگار دربار اکبری سے منسلک تھے۔

اکبر کے زمانہ میں جس قدر علماء ہندوستان میں تھے اس کی مثال سلاطین ماضیہ کے عہد میں نظر نہیں آتی۔ علمی چہل پہل کا ہی نتیجہ تھا کہ شہر تو شہر قصبات میں تعلیم عام تھی۔ سرکاری مدرسے جاری تھے جن سے بکثرت علماء اور فضلاء پیدا ہونے لگے۔ آگرہ میں ایک عالیشان سرکاری مدرسہ تھا۔ فتح پور سیکری میں مدرسہ ابوالفضل تھا جس کی عمارت کے آثار آج بھی موجود ہیں۔ ملا علاء الدین لاری جنھوں نے شرح عقائد نسفی پر حاشیہ لکھا ہے ان کا آگرہ میں ایک مدرسہ تھا۔ " مدرسہ خیر " اس کی تاریخ ہے۔ محلہ ہشت بہشت میں حضرت سید رفیع الدین محدث اکبر آبادی کا مدرسہ تھا جہاں مفتی ابوالفتح تھانیسری معقول ومنقول کا درس دیا کرتے تھے۔ یہیں پہلا دار الحدیث قائم ہوا تھا۔ علوم فلسفہ کی پہلی درسگاہ میر فتح اللہ شیرازی نے آگرہ میں قائم کی۔ امیر مرتضیٰ شریفی نبیرۂ سید شریف جرجانی، ملا شیخ حسین بغدادی۔ ملا حسن موصلی، ملا اویس گوالیاری، ملا شاہ محمد شاہ آبادی

یہ لوگ علوم عقلیات کے بڑے عالم فاضل تھے۔ انھیں سے ہندوستان میں منطق و فلسفہ کی اشاعت ہوئی۔

اکبر اعظم نے سنسکرت جو مردہ زبان تھی اس سے دل بستگی کا اظہار کیا۔ عربی و فارسی کی کتابیں سنسکرت میں ترجمہ کرائیں۔ نایاب نسخے سرکاری کتب خانہ کے لئے جمع کرائے جو جہانگیر کے زمانے میں جے پور کے کتب خانے کے لئے چلے گئے۔ بقول علامہ شبلی نعمانی "اکبر کو سنسکرت کی کتابوں سے جو شغف تھا وہ نام طور سے مشہور ہے۔" گنگا دھر مہیش اور مہانند کی مدد سے ملا شیری نے سنسکرت کی کتاب کا ترجمہ فارسی میں کیا۔ ابوالفضل نے "زیچ جدید مرزائی" نام رکھا۔ مہابھارت کا ترجمہ نقیب خاں، مولانا عبدالقادر بدایونی کی زیر نگرانی سنسکرت سے فارسی میں کیا گیا۔ نام اس کا "رزم نامہ" رکھا۔ محمد خاں گجراتی نے (نجوم ہندی) تاجک کو فارسی قالب پہنایا۔ غرض کہ صدہا کتب کے ترجمے کئے گئے۔

میر جمال الدین حسین انجو چار ہزار ماہانہ کے جاگیردار تھے۔ اکبر نے فارسی لغت مرتب کرانے کا انتظام ان کے سپرد کیا جو جہانگیر کے عہد میں تکمیل کو پہنچی۔ اکبر نے ان کو عضد اللہ کا خطاب دیا۔ جہانگیر نے اس فرہنگ کو ملاحظہ کیا۔ اور تزک میں یہ لکھا ہے:۔

"فرہنگے کہ در لغت ترتیب دادہ بہ نظر در آورد الحق بسیار محنت کشیدہ۔"

آگرہ میں دارالترجمہ قائم ہوا۔ جس سے میر فتح اللہ شیرازی، شیخ فیضی، شیخ بہاون، حاجی ابراہیم، ملا عبدالقادر بدایونی، عبدالرحیم خانخاناں، حکیم ہمام علامی، ابوالفضل ملا شیری وغیرہ سے حضرات منسلک تھے۔ اس کے علاوہ اکبر کو ہندی زبان سے بھی دلچسپی تھی۔ فارسی شعراء کی طرح ہندی شعراء کو انعام اور صلے دے کر حوصلے بڑھائے۔ منوہر داس دربار کا مشہور شاعر تھا۔ راجہ بیربل کو کوی رائے (ملک الشعراء) کا خطاب دیا۔ عبدالرحیم خانخاناں خود ہندی میں فکر کرتا تھا اور ایسا قدرداں تھا کہ ایک ہندی نظم پر گنگا پرشاد کو چھتیس لاکھ روپئے کا انعام دیا۔ "رحیم ست سوئی" خود کی تصنیف یادگار زمانہ ہے۔ اکبر کے بعد شاہ جہانگیر کا دور آیا۔ وہ باپ کے نقش قدم پر چلا اس کی علمی قابلیت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ نظم و نثر پر یکساں قدرت رکھتا تھا۔ تزک جہانگیری اس کی تحریری قابلیت کا بین ثبوت ہے۔ عربی فارسی کے علاوہ ترکی زبان سے بھی خوب واقف تھا جو تزک میں لکھتا ہے:۔

"باوجود آنکہ در ہندوستان نشو و نما یافتہ ام ولیکن در گفتن و نوشتن بزبان ترکی عاجز نیستم۔"

اس کے علمی مذاق سے ارباب علم کی شاہانہ قدر و منزلت ہوئی۔ جس سے صاحبان کمال اس کے دربار میں آ جمع ہوئے۔ ملا شکر اللہ شیرازی۔ میر ابوالقاسم گیلانی۔ ملا باقر کاشمیری۔ ملا محمد سیستانی۔ ملا فاضل کابلی، ملا عبدالحکیم سیالکوٹی۔ ملا عبداللطیف سلطان پوری۔ ملا حسن مرائی۔ صدر الملقب مسیح الزماں۔ حکیم مومنائی شیرازی۔ حکیم حامد گجراتی۔ غرض کہ عالم، مفسر، مصور، نقاش، شاعر ہر نوع کے باکمال اساتذہ اس کے دربار سے منسلک تھے جو شاہانہ انعام و اکرام سے نوازے جاتے۔

سید محمد نبیرہ حضرت شاہ عالم گجراتی سے جہانگیر نے فارسی میں کلام مجید کا ترجمہ کرایا۔ غرضکہ جملہ علوم و فنون مروجہ کی ترقی اور اشاعت کی طرف جہانگیر کی خاص توجہ تھی۔ شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی۔ سخن فہمی اور نکتہ سنجی میں خاص ملکہ تھا۔ عبدالرحیم خانخاناں نے

باقی کے مصرعۂ ذیل پر غزل کہی ۔ ع

بہرِ ہر گل منتِ صد خار می باید کشید

جہانگیر نے غزل سن کر فی البدیہہ اس زمین میں یہ شعر موزوں کیا ۔ ؎

جامِ مے را بر رخِ گلزار می باید کشید
ابر می آید مئے بسیاری باید کشید

جہانگیر کے بعد شاہ جہاں نے زمامِ حکومت سنبھالی ۔ باپ دادا کی طرح علوم و فنون کی سرپرستی کی ۔ اربابِ فن و کمال کی طویل فہرستیں اس عہد کی تاریخوں میں موجود ہیں ۔ اس عہد کے نامور مشاہیر علماء میں قاضی صدر الدین ہرگامی ، مفتی عبید اللہ گوپاموی بن شیخ عیسیٰ محدث ، ملا محمود جونپوری ، ملا قطب الدین سہالوی ، شیخ نور الحق محدث دہلوی ، شیخ عبد الرشید جونپوری ، ملا عصمت اللہ سہارنپوری ، قاضی محمد سعید ، سید محمد قنوجی ۔ ان میں سے اکثر علماء کو بیش قرار وظائف دربار سے دیے جاتے تھے ۔ علمائے اسلام ہی کی صرف قدر نہ تھی دوسری اقوام کے اہلِ علم کی بھی منزلت حسبِ مراتب تھی ۔

ہرناتھ ایک فاضل پنڈت تھا ۔ دو ہزار روپے سالانہ وظیفہ پاتا تھا اور خطاب مہاپاتر سے موصوف تھا ۔ ۱۰۴۹ھ میں دربارِ شاہی کے انعقاد پر خلعت و اسپ اور فیل کے علاوہ ایک لاکھ درم ہرناتھ کو مرحمت ہوئے ۔ شاہجہاں کو علمِ ہیئت سے خاص دلچسپی تھی ۔ ملا محمود جونپوری صاحب شمس بازغہ کو حکم دیا کہ رسد خانہ قائم ہو ۔ (ماثر الکرام صفحہ ۲۰۲)

شاہجہاں کے بعد شاہنشاہ ابو المظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر نے زمامِ حکومت سنبھالی ۔ خود عالم تھے ۔ تمام اصنافِ علوم و فنون میں دستگاہ رکھتے تھے ۔ علوم شرعیہ سے خاص لگاوٹ تھی ۔ ملا شیخ نظام برہان پوری ، قاضی محمد حسین جونپوری ۔ قاضی شہاب الدین گوپاموی ، قاضی محب اللہ بہاری ، ملا وجیہ الدین گوپاموی ، ملا عبد الرشید ، شیخ عبد العزیز اکبرآبادی ، ملا عبد اللہ سیالکوٹی سے صدہا علماء و فضلاء دامنِ دولت سے وابستہ تھے ۔ ان میں سے ہر ایک صاحب تصانیف کثیرہ ہے میرزا ہد ہروی دوسرے شخص ہیں جنھوں نے علوم عقلیہ کی درس گاہ آگرہ میں قائم کی ۔ علامہ میر زاہد جن کے تلمذ کے درخشاں ستارے قاضی مبارک گوپاموی ، حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی سے حضرات ہیں ۔ علامہ وجیہ الدین گوپاموی و ملا نظام برہانپوری کے زیر نگرانی فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب و تدوین ہوئی ۔

آگرہ میں جو عظیم الشان پیمانہ پر سرکاری مدرسہ تھا اس کے صدر مدرس ملا عبد العزیز پسر ملا عبد الرشید اکبرآبادی تھے ۔ بارھویں صدی کے شروع میں اورنگ زیب عالمگیر نے وصال فرمایا ۔ نا اہل جانشینوں کی بدولت طوائف الملوکی ملک میں پیدا ہو گئی ۔ پست قومیں ابھر آئیں ۔ مرہٹے اور جاٹ اٹھ کھڑے ہوئے ۔ آگرہ اور دہلی ان کی لوٹ مار کے آماجگاہ ایک صدی تک بنے رہے ۔

مگر آگرہ اپنی مردم خیزی کو نہ بھولا ۔ قاضی سراج الدین علی خاں آرزو بقول میر حسن دہلوی امیر خسرو کے بعد ہمہ داں

شخصیت کے مالک تھے۔ اس پایہ کا انسان پھر پیدا نہ ہوا۔ مرزا عبدالقادر بیدل آگرہ میں عرصہ تک رہے۔ ان کی تصانیف جس پایہ کی ہیں ان سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ ان کے بعد محمد حسین کلیم جن کا فصوص الحکم کا اردو ترجمہ ہے وہ آگرہ ہی کے رہنے والے تھے۔ میر تقی میر کی جو شاعرانہ حیثیت ہے وہ اس جگہ پیش کرنا مقصود نہیں۔ مصنف کی حیثیت سے بھی ان کا پایہ بلند ہے نکات الشعراء، ذکر میر، انشائے فیض وغیرہ مشہور و معروف تصانیف ہیں۔ مرزا مظہر جانِ جاناں آگرہ میں پیدا ہوئے ان کی کلمات طیبات بھی فارسی ادب میں ایک درجہ رکھتی ہے۔ لالہ ٹیک چند اکبرآبادی صاحب بہار اس عہد کے فرد ہیں بارہویں صدی کے آغاز میں ملا ولی محمد شارح مثنوی مولانا روم فضیلت مآب شخصیت تھی۔ بوستان، سکندر نامہ، انوار سہیلی کی شرح فارسی ادب میں ایک درجہ رکھتی ہے۔ میاں نظیر ان کی انشائے نظیر اپنی طرز میں لاجواب ہے۔

میر اعظم علی اعظم ملا ولی محمد کے نواسے تھے۔ اکسیر اعظم ان کی تصنیف ہے۔ صدر نظامت الہ آباد سے آگرہ آیا۔ اہل علم حضرات منسلک تھے۔ ایک علمی سبھا قائم ہو گئی۔ مفتی انعام اللہ خاں بہادر وکیل محمد رہتے۔ ان کے مکان پر علماء اور شعراء کا جمگھٹا رہتا۔ خود مفتی صاحب صاحب تصانیف ہیں۔ شرح شمسی، خزینۃ الاولیاء، شرح اسرار قاسمی مشہور ہیں۔ مولوی قمرالدین خاں قمر نے مقامات حریری کا فارسی ترجمہ شائع کیا۔ لمعات قمر وغیرہ تصنیف سے ہیں۔

مولوی واحد علی مدیر "زبدۃ الاخبار" نے فارسی میں علوم و فنون کی انسائیکلو پیڈیا مرتب کی "مطلع العلوم" نام رکھا۔ مولانا مولوی مظفر علی شاہ قدس سرہٗ نے جواہر غیبی تصوف میں معرکہ کی کتاب تصنیف کی۔ اس عہد میں اور بھی مصنف تھے۔ یہ تو فارسی عربی میں جو تصانیف ہیں ان کا ذکر تھا۔

مفتی ریاض الدین مفتی شہر تھے۔ ان کے یہاں درس و تدریس جاری تھا۔ کوئی باضابطہ عربی مدرسہ نہ تھا البتہ چند مکتب تھے۔ میاں نظیر کا مکتب مائی تھان میں تھا۔ ان کے بعد میاں خلیفہ گلزار علی اسیر مکتب میں پڑھاتے تھے۔ مولانا احمدی قادری اور مولوی عادل کی نشست گاہیں، درسگاہیں بنی ہوئی تھیں۔ ہنگامہ ۱۲۷۳ھ میں اینٹ سے اینٹ بج گئی۔

آگرہ کالج ۱۸۲۳ء میں اور ۱۸۴۱ء میں سنیٹ پیٹرس کالج، ۱۸۵۰ء میں سنیٹ جانس کالج قائم ہو چکے تھے۔ ہنگامہ متذکرہ کے بعد ہی یہ کالج ترقی پکڑنے لگے۔ ملازمت کے خواہشمند اس طرف جھک گئے۔ ان درسگاہوں سے برادرانِ وطن نے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا۔ مشرقی علوم کا لوکل کمیٹی کا ایک مدرسہ "مدرسۂ عالیہ" تھا۔ مولانا عبداللہ صدر مدرس تھے۔ ان کے بعد میرے استاد مفتی محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ مترجم تفسیر عباسؓ و مجموعہ فتاویٰ و مولانا سعادت اللہ صاحب اسرائیلی سے اصحابِ علم و فضل مدرس ہوتے رہے۔ آگرہ میں چند اہل علم کی آج بھی جو صورتیں نظر آ رہی ہیں وہ انھیں علماء کا فیض علمی ہے۔ مگر افسوس ہے آج یہ مدرسہ قابل توجہ نہ رہا۔

یہ علمی ترقی کا مختصر تذکرہ تھا اب اس جگہ اس زبان کا بھی کچھ ذکر کرنا چاہتا ہوں جو ہماری مادری زبان ہے اور جس کو اردو کہتے ہیں۔

اردو کی تاریخ بیان کرنا مقصود نہیں۔ صرف اہل علم کو اس پر توجہ دلانا ہے کہ اہل اکبرآباد نے بھی اردو کو ترقی دینے میں انتھک سعی کی ہے۔

محمد شاہ کے عہد میں میر فضلی ۱۱۴۵ھ کربل کتھا لکھ رہے تھے۔ لالہ روشن لال نے بدائع الفنون لکھی۔ یہی وہ زمانہ ہے انشاں، آبرو، مضمون خاں آرزو، مرزا مظہر، میر تقی میر یکے بعد دیگرے دہلی پہنچے۔ ان کے معاصر شوق الٰہی بخش تھے۔ ہمیشہ بہار میں نصراللہ خاں قمر لکھتے ہیں:۔

"شوق تخلص شیخ الٰہی بخش اکبرآبادی سخن روزہ نوردہ۔ ایں فن کتابے تصنیف کردہ بکشمکش شوق بہ شاہ جہاں آباد رسیدہ۔ بہ رسم رہ آورد و پیشکش شاہ کرد۔"

سنہ ۱۲۰۶ھ میں حکیم غلام امام اکبرآبادی نے ترجمہ چہل حدیث کا کیا۔ اور منتخب النجوم کتاب لکھی یہی وہ زمانہ ہے کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج قائم ہوا اور انگریزوں کو اردو سکھانے کے لئے ڈاکٹر جان گل کرائسٹ نے نثر اردو میں متعدد کتابیں لکھوائیں۔ اس کے بعد نثر نویسی کو رواج عام حاصل ہوا ۱۸۳۳ء میں آگرہ کالج سے متعلق "آگرہ بک سوسائٹی" قائم ہوئی۔ اس کی جانب سے ترجمے شائع کئے گئے۔ ہیئت و سائنس کے رسائل مرتب ہوئے۔ سید محمد میر لکھنوی اور محمد فتح اللہ خاں اکبرآبادی سوسائٹی کے رکن اعلیٰ تھے

شاہ زادہ حبش مصنفہ مسٹر جانسن کا ترجمہ اور ہیئت کے رسالہ کا ترجمہ متذکرہ حضرات کا کیا ہوا راقم کے کتب خانہ میں تھا جس کو میں نے ڈاکٹر عبدالحق مرحوم کو دیدیا تھا جو انجمن کے کتب خانہ میں ہے۔

پنڈت جواہر لال اکبرآبادی نے سنہ ۱۸۴۵ء میں ایک سوسائٹی قائم کی۔ اس کی طرف سے ایک اخبار اور مطبع جاری کیا اور چند مصنفین اس سے منسلک تھے۔ خلاصہ نظام آسمانی لکھا۔ اور کتابیں بھی تصنیف ہوئیں۔

ایک دوسرا ادارہ تصنیف خان بہادر مفتی انعام اللہ شہابی کے کاشانہ پر قائم تھا۔ جس کے ارکان مولانا غلام امام شہید، میر واجد علی خاں، ڈاکٹر اشرف علی، مولوی قمرالدین، مولوی ابوالحسن فتح پوری، مولوی سید مدد علی تپش، حکیم غلام قطب الدین خاں باطن جیسے حضرات تھے۔

میر واجد علی اکبرآبادی نے دریائے لطافت کے مقابلہ میں گلدستۂ انجمن لکھا۔ ڈاکٹر رجب علی صاحب نے اردو میں کیمسٹری نامی کتاب لکھی۔ مفتی انعام اللہ خان بہادر نے مشکوٰۃ المصابیح کی جلدِ اول کا ترجمہ اردو میں کیا۔ مسودہ شعیب محمدیہ اسکول میں میرا پیش کردہ ہے۔ مولوی کریم الدین اکبرآبادی نے سائنس کی کتاب کا ترجمہ رسالہ کہربائی کا کیا۔ [illegible] عبدالرب اکبرآبادی نے مسٹر بین کی کتاب مساحت کا ترجمہ کیا۔ اور ہندسہ میں ایک تصنیف یادگار رہے ہے۔ مولانا شہید نے میلاد مرتب کیا۔ باطن نے نغمۂ عندلیب لکھا۔ یکایک ہنگامہ سنہ ۱۸۵۷ء میں یہ سبھا منتشر ہو گئی۔ جب ہنگامۂ سیاسی

فرد ہوا، اہل علم نے بساط بچھائی۔ قدیم کتب خانے کچھ تباہ ہوئے۔ جو بچے ان کی کتابیں بازار میں دھڑی دھڑی بکیں۔ مگر ڈپٹی امداد علی صاحب نے ایک کتب خانہ قائم کیا۔ سات ہزار کتب قلمی اس کتب خانہ میں تھیں۔ مصنفین کے ہاتھوں کے نسخے موجود تھے گو وہ کچھ عرصہ بعد ہی کوڑیوں میں بکا۔

قاضی صفدر علی نے ایک علمی جماعت کی تشکیل کی۔ اس کی طرف سے جگہ جگہ علمی تقریریں ہوئیں۔ کہربائی پر جو مضمون پڑھا تھا وہ معلم العلماء رسالہ میں شائع ہوا تھا۔ اس کے معاصرین میں مولوی اکرام اللہ صاحب تصویر الشعراء، مرزا نثار علی بیگ مصنف قواعد فارسی و اردو و سفرنامہ ڈاکٹر مکند لال صاحب میٹریا میڈیکا، مرزا ہر گوپال تفتہ، مرزا حاتم علی مہر صاحب ذاب انتقام، مولانا شاہ محمد اکبر دانا پوری صاحب تصانیف کثیرہ، مولوی سید اصغر علی جن کی گلشن جانفزا کی شہرت عام ہے۔ مولوی سید اصغر علی شاہ نے رسالہ تصوف لکھا، مولوی وارث علی مصنف شمس التواریخ، مولوی احمد خاں صوفی صاحب تصانیف کثیرہ، منشی نادر علی وکیل، مولوی علی احمد خاں صاحب مجموعہ خطوط، مولانا احسن اللہ خاں ثاقب، صاحب آتشکدہ دو، منشی واحد یار خاں بی۔ اے۔ صاحب ارض تاج، مولوی معین الدین احمد مصنف تاریخ تاج، ڈاکٹر الہام اللہ مصنف طب جدید، مولوی فیاض حسین سلمان، مولوی انعام اللہ خاں بانی "دائرہ معارف قرآنیہ" مولوی سید نظام الدین شاہ مولوی سعید احمد مارہروی صاحب مرقع اکبر آباد۔ آثار خیر وغیرہ

مولوی سید نثار علی نثار، مولانا شاہ محمد اکبر دانا پوری، مرزا حمید الدین بیگ، مولانا سیماب، ادیب الحصر کل۔ احمد، علامہ میکش، جناب مخمور، جناب رعنا، جناب نجم، جناب صبا، جناب اعجاز، جناب منظر وغیرہ حضرات نے صدہا کتابیں لکھ ڈالیں اور آج سے پندرہ برس پہلے چند ادارے تصنیف و تالیف کا کام کر رہے تھے۔ صرف ایک "دائرہ معارف" نے ڈیڑھ سو کتابیں ۱۹۲۵ء سے ۱۹۴۵ء تک ملک میں پیش کر دیں۔ بزم نظیر، بزم اقبال، نظیر اکیڈمی اور قصر الادب نے اردو کی جو خدمت کی ہے اس کی شہرت تمام اہل علم میں ہے۔ کراچی آنے کے بعد یہ ادارے ختم ہو گئے البتہ دوبارہ دائرہ کی تشکیل کر دی گئی۔

میرے معاصرین اہل قلم کی خدمات روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ آگرہ کے "شاعر نمبر" میں راقم السطور لکھ چکا ہے اس جگہ اس کی تکرار لا حاصل ہے۔ یہاں آ کر میرے شریک کار مولوی ریاض الدین نے جناح کالج قائم کیا۔ چند تعلیمی ادارے کھولے۔ جناح لٹریری اکیڈمی قائم کی جس کا سکرٹری راقم سطور کو کیا گیا۔ صدر اس کے مولوی سید رضوان اللہ مرحوم تھے۔ ہم نے اور سید صاحب نے "سیرت رسول من القرآن" ابھی شائع کی ہے۔

انتظام اللہ شہابی

شیخ ابراہیم محدّث

شیخ ابراہیم محدث بن داؤد ابوالمکارم القادری۔ مانک پور میں شیخ کی ولادت ہوئی، آگرہ آگئے تھے۔ (احد العلماء المبرزین فی الفقہ والحدیث والعربیہ[1])

معاصر علماء سے علم تحصیل کیا۔ بغداد جاکر حدیث و تفسیر کی معلومات حاصل کیں۔ حج کے لئے حرمین شریفین گئے۔ پھر قاہرہ پہنچے۔ شیخ شمس الدین علقمی سے سماعتِ حدیث کی۔ شیخ محمد بن ابی الحسن بکری شافعی سے درسِ حدیث کی اجازت لی۔ قیام مکہ معظمہ تیما شیخ عبدالرحمٰن بن فہد مغربی و شیخ مسعود مغربی و شیخ علی بن حسام الدین متقی سے استفادہ علمی کیا۔ وہاں سے آگرہ آکر درس و افادہ میں مشغول ہوگئے۔ اکبری دربار میں بلائے جاتے آداب شاہانہ کے پابند نہ رہتے۔ اس کے عبادت خانہ میں جاکر وعظ اور نصیحت کرتے۔ توفی فی التاسع عشر من ذی الحجہ سنہ ۱۰۰۱ھ۔

شیخ میر ابراہیم بن نعمان

شیخ میر ابراہیم بن نعمان بن شمس الدین حسنی البلخی مشائخ نقشبندیہ سے تھے۔

اخذ عن ابیہ ولازمہ زمانہ طویلا وسافر الی الحجاز فحج وزار سنتہ خمس وستین والف مع ابنا الشیخ احمد بن عبدالاحد سرہندی آگرہ آکر رشد و ہدایت میں مصروف رہے اور یہیں سنہ ۱۰۶۱ھ میں انتقال کیا۔[2]

مرزا ابراہیم بیگ چغتائی

مرزا ابراہیم بیگ چغتائی خلف مرزا کریم بیگ عربی، فارسی اور انگریزی میں خوش استعداد تھے۔ گوالیار کے ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی رہے۔ آخر عمر میں آگرہ آگئے۔ قرآن پاک کا منظوم ترجمہ کیا۔ مرقع کمال۔ کارزار تہسلی۔ سوانح عمری حضرت جی وغیرہ تالیف سے ہیں۔ مرزا عظیم بیگ چغتائی آپ کے برادر زادہ تھے۔ راقم سطور سے بڑے مراسم تھے۔
ان کا سنہ ۱۹۲۴ء میں انتقال ہوا۔

---

[1] نزہۃ الخواطر ۵ ص ۴۔ ۵۔ گلزار ابرار ص ۲۳۴۔ منتخب التواریخ ص ۲۶۱۔ بوستان اخیار ص ۳۶۔ ۳۸۔ تذکرہ علمائے ہند ص ۸۳

[2] نزہۃ الخواطر ج ۵۔ ص ۸ للمولانا عبدالحی لکھنوی

[3] بوستان اخیار۔ ص ۳۸ مولوی سعید احمد مارہروی

قاضی ابوبکر

قاضی ابوبکر عہدِ عالمگیری میں قضاۃ کے عہدہ پر آگرہ میں ممتاز تھے۔ بختاور خاں عالمگیری کے لئے فقہ کی کتاب لکھی جس کا نام فتاوی بختاور خانی ہے۔

لہ کتاب فی الفقہ جمیع فقہ المسائل المعمول بہا فی مذہب الامام ابی حنیفۃ فتاوی بختاور خان عالمگیری۔ کما فی مرآۃ العالم

شیخ ابوبکر قریشی)

شیخ ابوبکر قریشی حنفی سلطان سکندر لودھی کے عہد میں آگرہ آکر مقیم ہوئے۔

ولہ شرح علی وصایا محمد بن الحسن الشیبانی وشرح علی اصول البزدوی۔

آگرہ میں وفات پائی اور جوگی پورے میں دفن ہوئے۔

(گلزار ابرار۔ نزہۃ الخواطر۔ ج ۱۔ ص ۹۔ بوستان اخیار۔ ص ۳۹۔)

قاضی ابوالمعالی

قاضی ابوالمعالی، عزیزان بخارا کے شاگرد وخلیفہ اور داماد تھے۔ فقہ حنفیہ میں تبحر کا درجہ حاصل تھا۔ ۹۶۹ھ میں توران سے ہند آئے اور آگرہ میں مقیم ہوئے۔ ملا عبدالقادر بدایونی اور میر غیاث الدین ملقب بہ نقیب خاں نے ان سے استفادہ کیا تھا۔

(منتخب التواریخ۔ ص ۴۶۵۔ نزہۃ الخواطر۔ ج ۴۔ ص ۱۶۔ تذکرہ علمائے ہند مترجم۔ ص ۸۲)

مولوی ابوالحسن اکبرآبادی

مولوی ابوالحسن اکبرآبادی مدرسہ آگرہ میں مدرس رہے۔ سنہ ۱۸۵۵ء میں انوری کے دیوان کی شرح اردو میں کی۔ سنہ ۱۸۶۷ء میں وفات پائی۔ (اسر الاخیار واخبار واصلین للمولوی اکرام اللہ شہابی)

زبدۃ العارفین امیر ابوالعلاء احراری

نام ونسب:۔ امیر ابوالعلاء ابن امیر ابوالوفا ابن امیر عبدالسلام از اولاد میر سید عبداللہ باہر ابن امام زین العابدین ابن امام حسین علیہ السلام ابن امام حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

آپ بلحاظ حسب احراری تھے۔ آپ کے جد مادری خواجہ فیض ابن ابوالفیض حضرت عبیداللہ احرار نقشبندی قدس

سرہٗ کی اولاد سے تھے۔ [1]

آبائی وطن:۔ حضرت امیر العلاء قدس سرہٗ کے آباء و اجداد کا وطن سمرقند تھا۔ آپ کے جد امجد امیر عبد السلام سمرقند سے براہ لاہور بزمانۂ شہنشاہ اکبر ہندوستان آئے اور اکبر اعظم کے جدید پایۂ تخت فتح پور سیکری میں قیام کیا اور وہیں پیوند خاک ہوئے۔

امیر ابو العلاء قدس سرہٗ بمقام نزیلہ مضافات دہلی جانب اٰہ رجب کہ جد امجد ہندوستان وارد ہوئے تھے۔ سنہ ۹۹۰ھ میں پیدا ہوئے۔ فتح پور سیکری میں نشو و نما ہوا۔ کم سنی میں آپ کے والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ کے نانا خواجہ فیض کے تحت جو امرائے اکبری سے تھے تربیت پائی۔ خواجہ فیض بردوان کے ناظم تھے۔ اس وقت راجہ مان سنگھ حاکم بنگالہ تھا۔ آپ کے نانا کسی معرکہ میں شہید ہو گئے تو راجہ مان سنگھ نے آپ کو اپنے نانا کی جگہ نظامت بردوان پر مامور کر لیا۔ اور شہنشاہ اکبر سے سفارش کر کے سہ ہزاری منصب بھی دلوایا۔ کچھ عرصہ تک آپ نے اپنی زندگی شان و شوکت سے گزاری۔ اس زمانہ میں آپ نے عالم رؤیا میں دیکھا کہ سیدنا حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ تم دنیا کے بکھیڑوں کو چھوڑ دو اور آبائی طریقہ اختیار کرو۔ چنانچہ اس کی پیش رفت میں حضرت علیؓ نے آپ کے سر کے بال تراشے۔ امام حسنؓ نے قمیص پہنائی اور حضرت امام حسینؓ نے سر پر عمامہ رکھا۔ [1] اس کے بعد دنیا سے آپ کا دل سرد ہو گیا۔ نکر لاحق ہو گئی۔ راجہ مان سنگھ کو خبر ہوئی تو اس کو یہ خیال ہوا کہ شاید کمی منصب سے ملول ہیں مگر آپ کی وجہ بیزاری دنیا کچھ اور ہی تھی۔ تاہم راجہ نے آپ کو داؤد شاہ کے مقابلہ میں سردار لشکر بنا کر بھیجا اور انتہائی داد شجاعت دی۔ کامیاب و کامران واپس ہوئے۔ دوسری مرتبہ پھر وہی خواب دیکھا۔ اور اب تو نظامت سے دست برداری کا مصمم ارادہ کر لیا۔ ادھر اکبر اعظم نے وفات پائی۔ جہانگیر تخت نشین ہوا۔ امرائے دربار جہانگیری میں طلب ہوئے۔ اس طرح آپ بھی آگرہ چلے آئے۔ شہنشاہ جہانگیر کے دربار میں باریاب ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ بیان کیا جاتا ہے کہ تیر اندازی کی مشق جاری تھی۔ بادشاہ اور امراء شریک تھے مگر آپ نشانہ اندازی میں سب پر سبقت لے گئے۔ خوشی و مسرت میں دور ساغر چلا مگر آپ بیاس شرع گریز کر رہے تھے۔ بادشاہ جہانگیر اس کو دیکھ کر مشتعل ہو گیا اور آپ سے کہا۔ تم غضب سلطانی سے نہیں ڈرتے۔ آپ نے نہایت بیباکی سے فرمایا:۔

"میں خدا اور اس کے رسولؐ کے غضب سے ڈرتا ہوں۔"

اور غیب سے دو شیر غراں برآمد ہوئے۔ بادشاہ لرزہ براندام ہو گیا۔ اس کے بعد پھر آپ دربار میں نہیں گئے۔ دنیا ترک کر دی اور اپنا سب مال و اسباب راہ خدا میں لٹا کر براہ دہلی اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ اور وہاں خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ سے توجہ اویسیہ یعنی بقول خواجگانِ ابو العلائی توجہ غیبی سے مشرف ہوئے اور بایمائے خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ اپنے عم بزرگوار امیر عبد اللہ قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہوئے اور علوم باطنی

---

[1] تذکرہ ابو العلاء مولفہ سید اکبر علی ابو العلائی مطبوعہ آگرہ۔

میں کمال حاصل فرمایا۔ اور نعمت خلافت سے بہرہ ور ہوئے اور بعد وفات حضرت امیر عبداللہ قدس سرہٗ آپ ہی جانشین ہوئے۔ آپ کی شادی آپ کے چچا کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی۔ غرض آپ بڑے اہلِ کمال اور محقق صوفی تھے۔ آپ کی نظر میں عجیب تاثیر تھی۔ ایک ہی نظر کیمیا اثر سے کمال کو پہنچ جاتا تھا۔

وصال:۔ آپ بروز سہ شنبہ ۹ صفر ۱۰۶۱؁ ہجری بوقت صبح بعمر ۱۷ سال بعہد شاہجہاں واصل بحق ہوئے۔ تاریخ وصال "شاہباز خلد مکاں" (۱۰۶۱ھ) ہے (از سخاوت مرزا بی۔اے)

شیخ ابوالفتح اکبرآبادی

شیخ ابوالفتح اکبرآبادی زعمائے اصحاب و اکمل احباب و محرمِ اسرار و کارگذار و سامان کار حضرت سید آدم بنوری کے تھے۔ حضرت شیخ نے آپ کے حق میں فرمایا ہے کہ آپ میرے قوتِ بازو ہیں۔ ۱۰۶۶؁ھ میں جاں بحق ہوئے۔ (خزینۃ الاصفیا و تحفۃ الابرار۔ص ۱۷)

شیخ ابوالفتح تھانیسری

شیخ ابوالفتح تھانیسری ثمّ اکبرآبادی اپنے زمانہ کے بڑے متبحر اور بلند مرتبت عالم تھے۔ قاضی محمد فاروقی سے نحو، فلسفہ، اصول فقہ پڑھی۔ حکمت شیخ حسن البکری سے پڑھی۔ حدیث کا علم مولانا سید رفیع الدین محدث سے حاصل کیا تھا۔ سید صاحب کے ہی محلہ میں تقریباً پچاس سال تک عقلی و نقلی علوم کا درس دیتے رہے۔ ان کے درس سے بڑے ذہین صاحب علم اٹھے۔ (ملا عبدالقادر بدایونی) اور میاں کمال الدین حسین نے بھی ان بزرگوار کے سامنے زانوئے شاگردی تہہ کیا ہے۔ ان کے صاحب زادے شیخ عیسیٰ آگرہ میں مفتی کے عہدہ پر متعین تھے۔

"موت مفتی" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ (منتخب التواریخ اردو۔ص ۶۲۳۔ نزہۃ الخواطر۔ج ۲۔ص ۱۲۔ اخبار الاصفیا)

علامی ابوالفضل

علامی ابوالفضل ابن ملا مبارک ناگوری اپنے باپ و دیگر علماء سے علوم و فنون تحصیل کئے۔ حکیمانہ دماغ تھا۔ آئین اکبری اور اکبرنامہ اس کے شاہکار ہیں۔ انشاء میں ید بیضا تھا۔ شمع انجمن میں ہے:۔

"در ۹۵۸؁ھ بوجود آمد و در کمتر حدت بجودت طبع و رسائی فہم و علو حوصلہ کسب فضائل نمودہ وحیدِ عصر گردید و در مزاجِ اکبر بادشاہ چوں آب در گل سرایت کرد و در فنِ انشاء صاحب ید بیضا بود۔ باتفاق فصحاء روشِ کہ او اختیار کردہ عدیم المثال است

بآنکہ تکلفات منشیانہ ہیچ ندارد۔ لیکن متانت کلام و سلاست سخن و استخوان بندی، الفاظ و تراکیب عجیبہ او بوضعی افتادہ
کہ دیگرے را تتبع آں دشوار، تا آنکہ نصیر ہمدانی در بعض منشآت خود قسم خوردہ و گفتہ بسادہ نویسی، ابوالفضل ہندی
بالجملہ قوت ناطقہ او در اکبرنامہ باید دید کہ جوہر قابلیتش تا چہ قدر در جوش است۔ (ص ۵۹)

رسالہ اخلاق عیار دانش وغیرہ اس کی تصنیف ہے۔

۱۰۱۱ھ میں جہانگیر نے قتل کرا دیا۔ راقم سطور نے علامی ابوالفضل نامی کتاب لکھ دی جو بک لینڈ کراچی نے
شائع کر دی ہے۔

حالات کے لیے ملاحظہ ہوں:۔

مآثر الامراء جلد دوم۔ ص ۱۲۶ – ۱۲۷ – تزک جہانگیری ۱۱ – ۵۲ – ۸۴ – مفتاح التاریخ ۲۰۴ –
۲۰۶ – ذخیرۃ الخوا ج ۱ – ص ۶۷ – ۷۷ – سخندان فارس ۱۰۶ – ۱۱۸ – دربار اکبری ۵۵۷ – ۶۲۸
دستان اخبار۔ ص — بزم تیموریہ۔ ص ۷۷ – ۸۰ – رودِ کوثر ص ۱۶۰ – ۱۷۱ – تذکرہ علمائے ہند رحمٰن علی
مترجم محمد ایوب قادری۔ ص ۷۸

شیخ ابوالفیض فیضی اکبرآبادی

شیخ ابوالفیض فیضی اکبرآبادی ابن ملا مبارک ۹۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔

در علوم ادبیہ و فنون حکمت و دستگاری تمام بہم رسانیدہ و در اقسام سخن بفصاحت و بلاغت ممتاز عصر و منتخب دہر گردیدہ
بیاوری طالع مصور طوالعِ جلیلہ اکبری گشتہ۔ شرف مصاحبت و تقرب شاہی امتیازِ فراواں اندوخت و چہرہ خانی بخطاب
لک الشعراء اندوخت۔ سواطع الالہام، تفسیر کلام مجید و موارد الکلم در اخلاق غیر منقوط تصنیف نمودہ۔ میر حیدر معمائی نیشا
پوری تاریخ اتمام تفسیر در سورۂ اخلاص یافت۔ بصلۂ دہ ہزار روپیہ کامیاب گشت۔ از پیشگاہ بادشاہی بنظم خمسہ مامور گردید و
درعرصہ پنج ماہ کتاب نل دمن با تمام رسانیدہ بنظر شاہی گذرانیدہ۔ نقد تحسین و آفرین بکف آورد۔ بمقابلہ مخزن اسرار مرکز ادوار
بنظم کرد و آں مسودہ را بعد وفاتش ابوالفضل مبیضہ نمود۔ آخر الامر در ۱۰۰۴ھ سمند حیاتش گرم عنان میدانِ اجل گردید۔
نتائج الافکار۔ ص ۵۳۳ – ۵۳۵ – مآثر الکرام دفتر اول۔ ص ۱۹۸ – ۳۰۰ – منتخب التواریخ۔ ۵۱۴ – ۵۱۷)

غلام علی آزاد بلگرامی سواطع الالہام کے متعلق لکھتے ہیں:۔

دریں ہزار سال پیشتر ہیچ مستعدی را میسر نشد۔ طرفہ ایں کہ ایں چنیں کار دشوار را در عرصۂ دو سال از مبداء بہ منتہی رسانید
فضلائے عصر بریں تفسیر توقیعات نوشتند مثل شیخ یعقوب کشمیری، سید محمد سامی، ملا طبوری، ترشیزی قصیدہ در ترتیب
ہشتاد رباعی در ابطال اہمال نظم کردہ و ملا ملک قمی نیز رباعیات در سلک نظم کشید۔ چوں نسخۂ تفسیر کم یاب است۔ (مآثر الکرام ص ۱۹۹)

املی اکبر کتاب لیلاوتی کا ترجمہ ہے جو ہندی میں حساب کی تھی۔ سواطع الالہام نیول کشور نے طبع کرادی۔ لیلاوتی کا فارسی ترجمہ لکھنؤ میں سلاطین اودھ کے عہد میں طبع ہوا۔ قلمی نسخہ راقم سطور کے بھائی کے کتب خانہ میں من وعن کے ساتھ موجود ہے۔ (طبقات اکبری جلد دوم۔ ص ۴۸۶ ـ ۴۸۸ ـ ذخیرۃ الخوانین۔ ج ۱۔ ص ۶۴ ـ ۶۷ ـ سخندان فارس۔ ص ۱۰۰ تا ۱۰۶ مصباح التواریخ۔ ص ۲۰۰ ـ ۲۰۲ ـ ابجد العلوم۔ ص ۸۹۶ ـ ۸۹۸ ـ بزم تیموریہ ص ۷۳ ـ ۷۷ ـ رود کوثر۔ ص ۱۴۸ تا ۱۶۰ ـ دربار اکبری۔ ص ۴۴۵ ـ ۵۱۶ ـ بوستان اخیار ـ ماثر الکرام ۱۹۸ ـ ۱۹۹

ابوالقاسم اکبرآبادی

ابوالقاسم اکبرآبادی ۔ آپ نے علوم کی تحصیل شیخ ولی محمد نارنولی سے کی۔ انھوں نے شیخ ابوالعلاء الحسنی اکبرآبادی سے کسب فیض کیا۔ ابوالقاسم حجاز گئے۔ ایک عرصہ مقیم رہے۔ پھر ہند لوٹے۔ آپ عہد جہانگیری کے شیخ وقت تھے۔

(وکان ختن صلاعمر اور کبار العلماء۔ حاشیہ علی شرح ارکافیہ للجامی)

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی نے آپ سے استفادہ کیا۔

(زدفن رمضان سنتہ تسع وثمانین والف بمدینہ اکبرآباد۔ انفاس العارفین ۔ مخبر واصلین ۔ نذہتہ الخواطر ج ۵ ۔ ص ۲۱ ـ ۲۲ ۔)

مولانا ابوالواجد فارغی

مولانا ابوالواجد فارغی اپنی درویشی اور کمالات تصوف کو ہمیشہ پردہ خفا میں رکھا۔ وفات ۹۴۰ھ میں ہوئی۔

(بوستان اخیار

مولوی احسن اللہ خاں ثاقب اکبرآبادی

مولوی احسن اللہ خاں ابن مولوی نصراللہ خاں صدرالصدور دہلوی ثم اکبرآبادی۔ نصراللہ خاں اعیان دہلی سے تھے ۱۸۵۶ء کے بعد آگرہ آگئے۔ نواب اشرف خاں بہادر فیروز جنگ رئیس شاہ پور بہوڑ کی ضلع متھرا و نواب ولی داد خاں بہادر رئیس مالاگڑھ ضلع بلند شہر جو مشاہیر جنگ آزادی کے رکن تھے۔ ان سے قرابت قریبہ تھی۔

پیدائش

ثاقب بمقام بدایوں ۱۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ علمائے عصر سے اکتساب علم کیا اور انگریزی اور قانون آگرہ کالج میں پڑھا۔

۱۴ برس کی عمر سے شعر گوئی شروع کی۔ مولوی محمد محسن کاکوروی سے مشورہ سخن کیا۔ پھر امیر مینائی سے کلام کی اصلاح لینے لگے۔

ملازمت

ابتداء میں سرکار انگریزی اور ریاستوں میں معزز عہدوں پر ممتاز رہے۔ پھر وکٹوریہ کالج گوالیار میں عربی فارسی کے پروفیسر ہو گئے۔ الہ آباد یونیورسٹی میں بی۔ اے کے ممتحن ایک عرصہ تک رہے۔

بیعت ارادت

مولانا شاہ وارث حسین سے ارادت تھی۔ رسالہ قند پارسی علی گڑھ سے ایک عرصہ تک نکالا جس کو اہل زبان نے سراہا۔

تصانیف

ان کی تصانیف سے دیوان فارسی، مجموعہ نثر فارسی، مجموعہ نظم ریختہ، شرح حسن و عشق عالی شیرازی اور مکتوبات امیر مینائی گوہر یں نالہ اور آتش بے دود یادگار سے ہیں۔

کلام

مولانا حسرت لکھتے ہیں :-

ثاقب کا فارسی کلام خوبی مضامین و تاثیر بیان کے علاوہ صحت محاورہ و زبان کے لحاظ سے بھی امتیاز خاص رکھتا ہے۔ مولانا شبلی اور خواجہ عزیز لکھنوی کے بعد ہندوستان میں کم ایسے لوگ ہوں گے جن کی تحریر ثاقب سے زیادہ اہل زبان کی تحریر سے مشابہ ہو۔ اردو میں بھی شعر خوب لکھتے ہیں۔ (تذکرہ رسالہ ۱۹۱۵ء جز پنجم حصہ اول۔ ص ۲۰) سے

ثاقب انہی کی ذات سے تھی گرمی سخن
حسان ہند محسن خلد آشیاں کہاں

اخلاق

ثاقب صاحب خلیق، متواضع اور باوضع بزرگ تھے۔ راقم سطور سے دلی تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے برادر جناب خان بہادر ڈاکٹر نثار اللہ خاں سول سرجن اور مولوی انعام اللہ خاں اکبر آبادی تھے۔ جو علم و فضل کے ساتھ سیاست ملکی سے متعلق تھے۔ ان کا مکان زعمائے ملت کا مرکز تھا۔ حکیم اجمل خاں اور موتی لال نہرو ان کے یہاں آکر مقیم ہوئے۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد علی و شوکت علی و حسرت موہانی سے گہرے مراسم تھے۔ نام و نمود سے دور، اخبارات میں اپنا ذکر آنے نہ دیتے۔ ثاقب صاحب کو علمی دلچسپی کے سوا کسی سیاسی تحریک سے تعلق نہ تھا۔

نمونہ کلام

فروغ خاطر دل خستگاں نہیں معلوم — نہیں نہیں تجھے اے آسماں نہیں معلوم

نوٹ :- دیباچہ کے آخر میں یہ تحریر بڑھائی جائے۔ مولوی ریاض الدین احمد نے انجمن اسلامیہ قائم کی مسلم لائبریری محمودہ نسواں اسکول یادگار سے ہیں

نگاہ ناز میں شوخی ہے آج حد سے سوا — گرے گی سینہ پہ برقِ تپاں نہیں معلوم
جفا سے کام ہے ان کو وفا سے کیا مطلب — دوائے دردِ مصیبت کشاں نہیں معلوم
رواں ہے قافلہ غفلت کا راہ سے بلدیک — کہاں تمام ہو عمرِ رواں نہیں معلوم

مگر ہو دار بقا دارِ امن اے ثاقب
کہ اہلِ ارض کو دار الاماں نہیں معلوم

(تذکرہ الشعرا حسرت موہانی۔ ۱۹۱۸ء حصہ اول۔ ص ۲۰)

لالہ سری رام دہلوی نے کچھ عرصہ کے لئے ثاقب صاحب کی خدمات حاصل کرلی تھیں۔ خم خانۂ جاوید کی پہلی جلد کی ترتیب میں ثاقب صاحب کی کارفرمائی کو بڑا دخل ہے۔ مگر ثاقب صاحب سے اور لالہ جی سے چخ گئی۔ جس بنا پر لالہ جی نے ثاقب صاحب کا ذکر تک خمخانہ سے نکال دیا بلکہ اکبرآباد کے مشہور شعرا سے بھی غفلت برتی۔ ثاقب صاحب کے احباب کا دائرہ وسیع تھا۔ مولانا حالی، مولانا شبلی، نواب صدر یار جنگ، حبیب الرحمٰن خاں شیروانی اور اس عہد کے مشہور شعرا ہندوستان و ایران ہر ایک سے تعلقات رکھتے تھے۔ خواجہ غلام غوث خاں بہادر ذوالقدر بیخبر جو مولوی نصراللہ خاں کے ملنے والے تھے ان سے مراسلت رکھتے تھے۔ مولانا عبدالغنی صاحب ارمغان آصفیہ، مولانا سعادت اللہ اسرائیلی، مولوی ضیاء الاسلام خطیب جامع مسجد آگرہ سے بڑے مراسم تھے۔

ادب و آداب کا لحاظ رکھتے تھے۔ اور وہ ہر ایک سے ملتے نہ تھے۔ علمی مذاق تھا۔ عالمانہ شان کے بزرگ تھے لباس فاخرہ پہنتے۔

آپ نے اپنے کتب خانہ کی کتب علی گڑھ، دیوبند ندوۃ العلماء میں بھیج دیں۔ رسالہ اسطرلاب کا حاشیہ جو آپ کا شاہکار تھا ایک عرصہ تک دارالعلوم دیوبند میں شامل درس رہا۔

وفات

۱۹۳۵ء میں رامپور میں انتقال ہوا۔

مولوی احمد خاں صوفی

مولوی احمد خان صوفی بن محمد زماں خاں اکبرآبادی چھ ماہ کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ نے پریس کا کام سیکھا اور تعلیم حاصل کرتے رہے۔

"بعد سن تمیز بر اندک مدت محلی بحلیہ علم و ہنر و لصحبت اہل علم دار باب فقر فیضہا برداشت و بعمر دہ سالگی سودائے نظم فارسی در سر ش افتادہ بخدمت مولانا مولوی غلام امام شہید را نوے تلمذ تہہ نمود و باصلاح آں مداح مصطفٰے اصلعم لطافت و بلاوت در

وا مش فرزد. مثنوی بنیرز سلیمان و ے کہ تتبع مسدس خسرو و نظامی در رشتہ نظم فارسی کشیدہ مطبوع گردیدہ لطیف و شیریں است و مثنوی افسون بابل در اردو سراپا سوز عش توان شمرد و وسے در دارالامارہ اکبرآباد مطبع مفید عام ادارہ مطبع اند خیتہ کہ تاش مفید عام است" (ذر بستن صفحہ ۳۹۶)

نواب صدیق حسن خاں قنوج سے بھوپال جاتے ہوئے کچھ عرصہ مفید عام میں مقیم رہے۔ بھوپال پہنچ کر دربار والیہ بھوپال سے منسلک ہو گئے۔ تصنیف و تالیف کا ادارہ قائم کیا۔ چند علما، اس سے منسلک تھے۔ خود کثیر التعداد کتب ارقام فرمائیں۔ بیشتر مفید عام میں طبع ہوئیں۔ صوفی صاحب کتابت کی صورت و طباعت میں خاص اہتمام کرتے تھے۔ سرسید کی مطبوعات بھی اس مطبع میں چھپیں۔ ان کے نام سرسید کے چند خطوط ہیں۔ ۱۸۹۱ء میں انتقال ہوا۔

حضرت شاہ محمد اکبر دانا پوری نے صوفی صاحب کے متعلق یہ قطعہ کہا ہے:-

آگرے میں بھی تھے مرے ایک شفیق
صوفی احمد خاں کریم و مقتدا
اپنے کنبہ کے وہ رب النوع تھے
ہاتھ ان کا تھا کہ تھا باب عطا

دیگر حالات ذیل کی کتب میں ہیں:-
شعر و سخن (نیاز علی پریشاں)۔ تصویر اشعار (مولوی اکرام اللہ)۔ گلزار صوفی (انتظام اللہ شہابی)۔ نقد و نظر (پروفیسر حامد حسن قادری)۔ آگرہ شاعر نمبر ۱۹۳۶ء

خان بہادر مولوی اختر عادل ایم۔ اے

خان بہادر مولوی اختر عادل ایم اے خلف ڈاکٹر شیخ عبد اللہ۔ علی گڑھ کالج میں پروفیسر ہو گئے۔ ایل۔ ایل۔ بی کر کے وطن آئے کچھ عرصہ خیرپور میں جج رہے۔ پھر وکالت کا شغل رکھا۔ مسلم یونیورسٹی سلیٹ کے ممبر، آگرہ کالج کے ٹرسٹی، مجلس انتظامیہ شعیب محمدیہ ہائی اسکول و کالج کے صدر تھے۔ لوکل کمیٹی اہل اسلام آگرہ کے سکریٹری، کچھ عرصہ مسلم لائبریری کے صدر بھی تھے۔ جامعہ اردو کمیٹی کے بھی صدر رہے تھے۔ کراچی میں آکر وکالت بھی کی۔ ۱۹۶۰ء میں انتقال ہوا۔ نعش فتح پور سیکری لیجا کر دفن کی گئی۔ انور عادل صاحب اور اشرف عادل صاحب آپ کے اخلاف سے ہیں۔ اکبر عادل یہ اہم سطور سے اچھے مراسم تھے۔ جامعہ اردو اور انجمن محمدیہ کا میں بھی رکن تھا۔ آپ کے بڑے بھائی مولوی معین الدین تحصیلدار رہے تھے۔ آپ نے ۲۲ سال کی عمر میں ایم اے کیا۔ عربی اور انگریزی کی قابلیت مسلمہ تھی۔ آپ پہلے ہندوستانی تھے جن کا تقرر بحیثیت ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ اسکول میں عمل میں آیا۔ اس زمانہ میں صرف انگریز انڈین ایجوکیشن سروس کے ممبران گورنمنٹ اسکولوں کے صدر معلم ہوا کرتے تھے جو اپنے حلقہ سے انسپکٹر مدارس بھی ہوا کرتے تھے۔

آپ اول میونسپل کونسلر ہوئے اور پھر یو۔ پی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے۔ آپ قریب پندرہ سال آگرہ کے گورنمنٹ پلیڈر رہے۔

مظہر علیم تحصیلدار سے میرے خصوصی تعلقات آخر تک قائم رہے۔ جو آپ کے چھوٹے بھائی تھے

صوفی اسلام اللہ شہابی

اسلام اللہ شہابی متخلص بہ صوفی ابن مولوی اکرام اللہ شہابی صاحب [illegible] ابن خان بہادر رفیق انعام اللہ شہابی گوپاموی ثم اکبرآبادی ۱۸۹۴ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی سعید احمد افغانی سے ابتدائی درسیات فارسی پڑھی۔ [illegible] مولوی [illegible] جامعہ عثمانیہ حیدرآباد سے تکمیل کی۔ مولوی عبدالغنی صاحب ارمغان آصفیہ سے بھی استفادہ کیا۔ عبدالحمید خاں بے حد عزیز رکھتے تھے۔ خان بہادر اعجاز محمد خاں شکوہ آبادی ایڈوکیٹ مولوی ولی اللہ چاٹ گامی سے ہر روز کا ملنا جلنا تھا۔ پنجاب سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ نتیجہ کا تار پروفیسر تاریخ سید عبدالقادر ایم۔ اے۔ اسلامیہ کالج لاہور کا جس وقت آیا اس وقت صوفی کا جنازہ نکل رہا تھا۔ شعر و شاعری میں موصوف مولوی نثار علی نثار کے شاگرد رشید اور ان کے خصوصی تلمیذ تھے۔ نثار صاحب نے ان کی شعر گوئی پر توجہ زیادہ دی تھی۔ دیوان کا نام جذبات صوفی رکھا تھا۔ ان کا تذکرہ لالہ سری رام نے خمخانہ جاوید میں شائع کیا ہے۔ رسالہ روزہ مرتب کیا۔ نواب اسمٰعیل خاں نے سو کاپیاں خریدیں۔ کثرت سے ان کے شاگرد تھے۔ مرض طاعون ۱۳۳۶ھ میں انتقال ہوا۔ شاہ زرزباں میں دفن ہوئے۔

مولوی سید استقامت علی

مولوی سید استقامت علی ابن مولوی سید محفوظ علی امام و خطیب مسجد وقف تاج محل آگرہ نبیرہ سید عبدالقادر ابن مولانا ابوالفتح بخاری ان کو شاہجہاں نے بخارے سے بلا کر اس مسجد کا خطیب و امام کیا اور ال تمغہ مرحمت کیا۔ سید عبدالقادر سے اورنگ زیب عالمگیر نے کچھ عرصہ تعلیم پائی۔ یہ امامت کا عہدہ مولوی استقامت علی تک تھا۔ انھوں نے خود اپنی جگہ اپنے بھائی کو مقرر کر دیا وہ امام رہے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے [illegible] کو خزانہ سرکار سے تنخواہ ملتی ہے۔ مولوی صاحب موصوف نواب نصر اللہ خان صدر الصدور کے مختار کل تھے ان کی اور ان کی اولاد کی املاک کے آخر عمر تک نگران رہے۔ مولوی انعام اللہ خاں نے عربی فارسی ان سے ہی تحصیل کی اور تمام عمر مولوی صاحب کی نیز کے مطابق عمل کرتے رہے۔ [illegible] مطبع قائم کیا۔ اس کے منیجر مولوی صاحب ہی تھے۔ آپ نے اس مطبع سے اپنے خسر مولوی اصغر علی اصغر کی اکثر تصانیف شائع کیں۔ اور حکیم غلام قطب الدین باطن کا خمسہ، مثنوی میر حسن بھی شائع کیا۔ خان صاحب نے دائرہ معارف قرآنیہ ۱۹۲۱ء میں قائم کیا مولوی صاحب اس کے بھی رکن تھے۔ ایک کشکول مرتب کی تھی جس میں شعرا کے منتخب کلام جمع تھے وہ خان صاحب کے انتقال ہو جانے کی وجہ سے شائع نہ ہو سکی۔ یہ کتاب خان صاحب کی کتابوں کے ساتھ ان کے بیٹے احمد اللہ خاں کے پاس ہے۔ مولوی صاحب نے ۱۹۳۶ء میں انتقال کیا۔ راقم سطور پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔

سیّد اسمٰعیل قادری

سید اسمٰعیل قادری ابن سید ابدال قادری نبیرہ عبدالرزاق بن غوث الاعظم آگرہ آکر مقیم ہوئے۔ شیخ امان اللہ پانی پتی، شیخ محمد حسن کے تلمیذ رشید تھے۔ شیخ یوسف تمیمی انصاری اکبرآبادی خلیفہ اور داماد تھے۔ (بوستان اخیار ۴۵)

حاجی نواب اسمٰعیل خاں

حاجی نواب اسمٰعیل خاں ابن نواب محمد فیض خاں شیروانی رئیس دتاولی، عربی، فارسی، ترکی میں اعلیٰ قابلیت تھی۔ سرسید کی تحریکات میں دست راست تھے۔ کچھ عرصہ انسیٹیوٹ گزٹ کے مدیر رہے۔ رسائل میں معارف، افادہ، العزیز زیر ادارت ایک عرصہ تک نکالا کئے۔ تربیت الحاج، جغرافیہ ارض، نظم اللغات الائمہ، چند ہزار پند، خذ ما صفا وغیرہ آپ کی تالیفات سے ہیں۔ گھٹیا اعظم خاں میں مقیم تھے۔ ۱۹۲۲ء میں انتقال ہوا۔ شاہ نورالزماں میں دفن کئے گئے۔ راقم سطور پر بے حد عنایت کرتے تھے۔ نواب فیاض خاں میرے احباب سے تھے۔

مولوی اصغر علی شاہ اصغر

مولوی اصغر علی شاہ اصغر جعفری ابن مولوی مظفر علی شاہ ابن مولوی منور علی شاہ ابن مولانا امجد علی شاہ اصغر قدس سرہٗ مولوی صاحب نے درسیات کی تکمیل مولانا ابوالحسن فریدآبادی اور علمائے معاصرین سے کی۔ اعلیٰ قابلیت کے حامل تھے۔ لوکل کمیٹی اہل اسلام آگرہ کے ممبر رہے۔ گاہے شعر کہہ لیا کرتے تھے۔ میرے والد سے تعلقات تھے۔ ان کے ہمراہ حاضر خدمت ہوا ہوں اور اوراد و وظائف کے پابند۔ بزرگی پیر وہ سے عیاں تھی۔ مرید کم کرتے تھے۔ آپ کے خلف ارشد مولانا محمد علی شاہ میکش بفضلہ تعالیٰ آگرہ میں اقامت پذیر ہیں۔ راقم سطور سے نیازمندانہ تعلق ہے۔ پیدائش ۱۸۶۲ء وفات ۱۳۲۱ھ مزار مدرسہ شاہی میں ہے۔ تذکرۃ البلغا میں مفصل آپ کے حالات تحریر ہیں۔

حضرت اصغر علی اصغر اکبرآبادی

نام و نسب:-

سید اصغر علی ابن سید ارشاد علی اکبرآبادی شرفائے آگرہ سے تھے۔

خاندانی حال:-

آپ کے مورث اعلیٰ شیخ احمد مشہور امیر تیان چشتی عہد جہانگیر میں وارد آگرہ ہوئے۔ امارت کے ساتھ فقر بھی تھا۔ بر وقت

مصلے کے سامنے آگ روشن رہتی تھی یا آگ رہتی۔ اسی سے تپاں مشہور ہوئے[۱] دوسرے مرید شکر باری رہتا۔ یہ حضرت شیخ نظام الدین بلخی کے مرید خاص تھے۔ ۱۰۸۶ء میں وصال ہوا۔ وزیرپورہ میں دفن ہوئے۔[۲] آپ کے ایک بھائی شیخ محمد وہبی تھے جن کا مزار دلاوشاہ ابوالعلائی کے راستہ میں ہے۔

شیخ کی اولاد میں نام آور بزرگ میر تفضل حسین تھے جن کے بھائی سید ارشد علی تھے۔ میر تفضل حسین پٹیالہ میں ملازم تھے اور سید ارشد علی تحصیلدار ہو گئے تھے جنھوں نے عمر کا بیشتر حصہ عیش و عشرت میں بسر کیا۔

پیدائش :۔

سید اصغر علی یکم ربیع الثانی ۱۲۵۶ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے۔ علمائے عصر سے معمولی تعلیم پائی۔[۳] تعلیم و تربیت میر تفضل حسین کے آغوش میں ہوئی۔ بعد شعور کے جناب اصغر پٹیالہ چلے گئے۔ وہیں میر تفضل کے ذریعہ دربار پٹیالہ سے منسلک ہو گئے۔ ترقی کرتے کرتے مہاراجہ مہندر سنگھ بہادر والی پٹیالہ کی پیشی میں آ گئے۔ اور میر منشی کہلانے لگے۔

علمی شوق :۔ جناب اصغر کو کتب بینی کا شوق غالب تھا۔ جملہ فنون میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ادب سے دلی لگاؤ تھا "افسانہ عجائب" رجب علی سرور اکبرآبادی کی ان کے ملاحظہ سے گزری۔ خلیفہ سید محمد حسن خاں بہادر وزیر اعظم پٹیالہ کی فرمائش سے اس کے مقابلہ میں "گلشن جانفزا" ۱۲۸۱ھ میں تصنیف کی۔[۴]

آگرہ آئے تو مفتی اکرام اللہ شہابی گوپاموی صاحب "تصویر الشعراء" سے ملنے گئے۔ وہ اس زمانہ میں بوستان خیال "میر تقی خیال" کا خلاصہ کر رہے تھے۔ دوران گفتگو میں "مہدی نامہ" کا ذکر آیا۔ میر اصغر علی کہنے لگے مفتی صاحب آج بھی مثل "بوستان خیال" کے داستان بسیط لکھ سکتے ہیں بات آئی گئی ہوئی۔ چند سال بعد پھر اتفاق ملاقات باہم دگر ہوا تو ایک جلد "وقائع منصور الزماں" پیش کی اور فرمایا سات دفتر اس کے مرتب ہو چکے ہیں۔ ایک یہ مطبوعہ ہے چھ مسودات کی صورت میں موجود ہیں۔ مفتی صاحب نے تقریظ وقائع منصور الزماں کی دوسری جلد کی لکھی ہے۔

اخلاق و عادات :۔

اصغر خلیق و متواضع تھے۔ ہر کس و ناکس سے محبت سے پیش آتے۔ آگرہ آتے تو اپنے اعزا اور احباب کے یہاں گھر گھر جاتے اور تحفہ تحائف پیش کرتے۔

۱۔ گلزار ابرار غوثی

۲۔ تذکرہ مشاہیر اکبرآباد صفحہ ۶۲ (مشورہ آگرہ نمبر مرتبہ نجیب الحسن شہابی)

۳۔ تتمہ تصویر الشعراء از مفتی اکرام اللہ شہابی گوپاموی

۴۔ گلشن جانفزا صفحہ ۸

حلیہ ولباس :

دبلا پتلا بدن۔ متوسط قد۔ سانولا رنگ۔ پٹے سر پر رکھتے تھے۔ اچکن پہنتے۔ تنگ موری دار پاجامہ۔ نیچا کرتہ۔ چوگوشیا ٹوپی۔ عموماً اور بالخصوص پٹیالہ کے رواج کے بموجب صافہ باندھتے تھے۔ پتلی چھڑی ہاتھ میں رہتی تھی۔

تصانیف وتالیف :-

راجہ صاحب کے خانگی جھگڑے کی نذر میر اصغر علی کی ملازمت ہوئی۔ یہ وطن لوٹ آئے۔ لکھنے پڑھنے کا شغل تمام عمر رہا "لغات اصغری"۔ "شورش عشق"۔ "مثنوی میر حسن"۔ کے طرز پر "ظفر پیکر" مثنوی لکھی۔ اکثر فنون پر رسائل لکھے۔ ملمع سازی، زر گرائی، بوقلموں مشہور ہیں۔ مفتاح "" الفرائض۔ نیرنگِ فرنگ۔ گنج بے رنج۔ ہدیۂ شائقین وغیرہ تقریباً چالیس کتب تصنیف وتالیف سے ہیں۔

احباب :-

آپ ملنسار اور کثیر الاحباب تھے۔ مولوی ابوالحسن فتح پوری۔ خان بہادر ڈاکٹر وزیر الدین۔ ڈپٹی وقار علی بیگ۔ ڈپٹی نثار علی بیگ۔ خان بہادر مولوی نصر اللہ خاں صدر الصدور۔ منشی سید نظام علی خاں منصف ڈاکٹر مولوی الہام اللہ شہابی۔ مولوی مظفر علی شاہ جعفری القادری۔ مولوی محمد رضا وکیل شکوہ آبادی۔ قاضی باسط علی حضرات سے راہ و رسم تھی۔

شاعری :-

اس زمانہ میں آگرہ شاعری کا مرکز بنا ہوا تھا۔ آنکھ کھولی تو شعر و شاعری کے چرچے ہر طرف موجود تھے۔ ان کے مکان واقع حکیمو گلی کے قریب ہی منشی سید نظام علی خاں منصف متخلص افضل اکبر آبادی کا دولت خانہ تھا جہاں ہر ہفتہ محفل مشاعرہ ہوا کرتی۔ مفتی انعام اللہ انعام نبیرۂ ساحر کے یہاں نیل کھانے میں ماہانہ مشاعرہ ہوا کرتا۔ راجہ مرزا مہر کے یہاں تو روزانہ ہی بعد نماز عشا مجلسِ احباب منعقد ہوا کرتی جہاں شعر و شاعری کے چرچے رہتے۔ جناب اصغر بھی شریک مشاعرہ ہوتے۔ ہر علمی صحبت میں بیٹھتے۔ علمی ذوق تو تھا ہی شاعری سے بھی دلچسپی پیدا ہونے لگی۔ فکرِ سخن کرنے لگے۔ غزل گوئی میں کمال پیدا کر لیا۔ قصائد کی طرف توجہ کی مگر مثنوی لکھنے میں صاحب کمال تھے۔ شعر و شاعری میں کسی استاد کے رہینِ منت نہ تھے۔ جس طرح اردو میں نتیجۂ فکر ہے ایسے ہی فارسی میں بھی ہے۔

وفات :- اکتالیس برس کی عمر ہونے پائی تھی کہ سفر آخرت اختیار کیا۔ ۱۲۹۶ھ میں وفات پائی۔ "آہ اصغر" مادۂ تاریخ ہے۔ ماسٹر تصوف حسین واصف اور اہلیہ مولوی استقامت علی امام مسجد تاج یادگار رہے تھے۔ سید وجاہت علی وجاہت مرحوم جناب اصغر کے نواسے تھے۔ میرے عزیز سید سخاوت علی خسرو کی والدہ محترمہ اصغر کی نواسی ہیں۔

کلام اردو

مرنے سے محبت کا اثر جائے تو جائے ۔۔۔ یہ درد کوئی جی سے گزر جائے تو جائے
ناصح تو مرے ساتھ نہ کر مغز کو خالی ۔۔۔ عادت یہ جبیں سائی کی سر جائے تو جائے

یہ بُو نیازِ لالۂ تُربتِ اختر!
ڈر، پھول وہ خود آن کے دھر جائے تو جائے

دل میں جا جا کے خیالِ بتانِ ہند — دانستہ میں نے کعبہ کو مندر بنا دیا
یکتائیِ جمال کا دعوے غلط ہوا — آج آئینہ نے ان کو دو پیکر بنا دیا
کر کر کے ذکر کاکلِ پیچاں کا رات دن
سودائی ہم کو آپ نے اختر بنا دیا

دل میرا لامکاں تھا لیکن ہزار حیف — آہوں نے اس کو گنبدِ اخضر بنا دیا
لایا تھا میں تو چھین کے ایماں کو زلف سے — کمبخت دل نے جا کے وہاں گھر بنا دیا
چھینٹے لہو کے دامنِ قاتل پہ ڈال کے — خود ہم نے اپنے خون کا محضر بنا دیا
گو پہلے پارسا تھے مگر اب نہیں رہے
کافر ہمیں بھی عشق نے اختر بنا دیا

ہے جو اپنی خاطر اس پہ جلنا کچھ نہیں مشکل — وہ دیکھو شمع پر کس شوق سے پروانہ آتا ہے
حرم کا راستہ معلوم ہے مجھ کو مگر زاہد — خیالِ حرمتِ دیرینۂ بت خانہ آتا ہے
ہوئی مدت ہوئی توبہ کئے مے سے مگر اب بھی — بگڑ جاتا ہے دل جب سامنے مے خانہ آتا ہے

دکھلائیں گے ہم سینۂ بے کینہ کے جوہر — تم تیز اگر خنجرِ فولاد کرو گے
باتیں بھی تو کچھ آپ کی شیریں نہیں ناصح — پھر خاک علاجِ دلِ فرہاد کرو گے
اک قطرۂ خوں ہے تو یہ نوکِ مژہ ہے — ہم دل ہی نہیں رکھتے جو بیداد کرو گے
اے چارہ گرو وصل ہی قسمت میں نہیں ہے — کیا خاک علاجِ دلِ ناشاد کرو گے
تصویر بھی تصویر سے ہوگی نہ بغل گیر — تم لاکھ اگر منتِ بہزاد کرو گے
کیا شور ہے اے تازہ اسیرانِ محبت — بدنام کہیں خانۂ صیاد کرو گے
کس ناز سے کہتے ہیں وہ منہ منہ سے ملا کر — کس منہ سے تم اب شکوۂ بیداد کرو گے

نقل محضر نامہ سید اعظم علی اعظم اکبر آبادی

سوال می کند واستشہادی خواہد مسمی میرزا اعظم علی ولد مولوی ببر علی مرحوم از جمیع واقف کاران و روزینہ داران مستقر الخلافہ اکبر آباد مشعر بر ینعنی کہ مبلغ یک روپیہ یومیہ اکی مولوی صاحب موصوف والد خاکسار بموجب پروانہ مہری نواب ذوالفقار الدولہ میرزا نجف خاں بہادر بر آمدنی مال پرگنہ ملپورہ از قدیم الایام مقرر است و ہمیشہ فصل بفصل و سال بسال یافتہ آمدہ چوں در عمل کرنیل جان صاحب بہادر قلعدار اکبر آباد بعضی از روزینہ داران اکبر آباد بحساب دوازدہ ماہی و برخی نہ ماہی و شش ماہی واکثری سہ ماہی وصول می یافتند۔ کرنیل صاحب ممدوح بموجب حکم و تاکید مہاراجہ عالیجاہ بہادر بر کثرت عیالداری و زیر باری خاکسار نظر نمودہ۔ بعد انتقال والد بندہ مبلغ دو صد و ہشت و پنج روپیہ ہشت آنہ (۲۸۵؁ ۸) سکہ بندرابن بحساب نہ ماہی بعد وضع نیمروزہ بموجب معمول سابق فصل بفصل بخاکسار مرحمت می فرمودند۔ چنانچہ شقہ حکمی مہری صاحب سطور بنام لالہ جیتمل عامل ملپورہ مشعر بر دادن زر یومیہ بحساب نہ ماہی نزد بندہ موجود است و در عملداری مسٹر راس صاحب بہادر کلکٹر ضلع آگرہ نقل آں در دفتر کلکٹری داخل گردیدہ و تا عملداری کرنیل صاحب موصوف بحساب نہ ماہی فصل بفصل وصول یافتہ۔ بعد ازاں در عمل صاحبان عالیشان از ابتدائی عملداری کرنیل بلیر صاحب بہادر قلعدار اکبر آباد لغایت عمل مسٹر مور صاحب بہادر اکٹنگ کلکٹر ضلع آگرہ مبلغ دو صد و شصت و پنج روپیہ ہشت آنہ سکہ بندرابن بحساب نہ ماہی از سرکار جمیع صاحبان کلکٹر لغایت نصفی سال ہزار و دو صد و چہاردہ است کہ در عمل جان صاحب از حساب نہ ماہی یکدام ہم کمتر وصول نمودہ۔ ہر کس کہ ازیں ماجرا واقفیت و آگاہی داشتہ باشد حسبۃً للہ مہر و گواہی خود بریں قرطاس ثبت نماید کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور خواہد بود۔

مرزا اعظم علی بیگ

اعظم۔ مرزا اعظم علی بیگ اکبر آبادی صدر دیوانی مولوی اکرام اللہ صاحب تصویر الشعراء کے احباب سے تھے۔ شعر و شاعری سے شوق تھا۔ ۱۸۶۱ء میں فوت ہوئے۔

مرزا آغا حسین

مرزا آغا حسین خلف مرزا علی اعظم تلمذ مہر سے تھا۔ شرفائے اکبر آباد سے تھے۔ علمی ذوق رکھتے تھے۔ صیغہ مال میں تھے شعر و شاعری سے شوق تھا۔ وجیہہ و شکیل تھے۔ ۱۲۹۲ھ میں انتقال ہوا۔ ؎

خضرؑ کی سی زندگی ہوتی جو مجھ ناکام کی　　میں دعائے وصلِ جاناں تا قیامت مانگتا

آخری بزم میں ان کی لطیفہ گوئی کے تذکرے ہیں۔

مولوی میر اکبر علی خلف میر غلام مرتضیٰ فیروز آبادی، عربی، فارسی اور انگریزی میں معقول استعداد رکھتی۔ ایک عرصہ تک حیدرآباد میں نائب صدر امور مذہبی رہے۔ واپسی وطن پر رسالہ ادیب شائع کیا۔ تذکرہ دلچسپ، سوانح امیر ابوالعلا یادگار ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں انتقال فرمایا۔

مولوی اکرام اللہ شہابی

اکرام اللہ ابن خان بہادر مفتی انعام اللہ شہابی ۱۸۳۱ء میں پیدا ہوئے۔ صدر نظامت الہ آباد سے منتقل ہوا۔ آپ اپنے والد کے ہمراہ آگرہ آئے۔ کم عمر تھے۔ ابتدائی تعلیم زیب النساء فاضلہ خاتون سے اپنی ہمشیرہ عمدۃ النساء بیگم کے ساتھ پائی۔ پھر مفتی ریاض الدین کاکوروی مقیم آگرہ سے علوم عربیہ کی تحصیل کی۔ فارغ التحصیل نہ ہو سکے۔ ڈاکٹری ڈاکٹر مکند لال سے تحصیل کی۔ کامیابی پر سرکاری ملازمت نہیں کی۔ بابو بینی پرشاد وکیل صدر سے قانون پڑھا۔ مختاری کا امتحان دیا۔ کامیابی کے بعد یہی شغل رہا۔ مولوی احمد اللہ شاہ شہید بانی انقلاب ۱۸۵۷ء کے قادری سلسلہ میں مرید تھے۔ انگریز حکام سے نفرت تھی۔ تمام عمر ان کی پیشی کا مقدمہ نہیں لیا۔ آپ کے بہنوئی خواجہ غلام غوث بیخبر نے ان کو تحصیلداری پر سرفراز کرانا چاہا۔ ان سے بگڑ گئے۔ صاف جواب دے دیا کہ وہ انگریز کے ملازم نہیں۔ آپ کے بھائی ڈاکٹر احباب اللہ سرکاری ملازم ہوئے تو آگرہ سے الہ آباد چلے گئے۔ آخر عمر میں مجبوری درجہ آئے۔ یہاں مختاری اس انداز سے کی شام کو درس دیتے تھے۔ میر بہو ریال اور کالکا پرشاد نے آپ سے فارسی درسیات پڑھی۔ تصنیف و تالیف کا شوق اوائل عمری سے تھا۔ قواعد اردو، فارسی جدید، اور اوالنامیہ، تذکرہ علمائے اودھ، رسالہ روحیت، اخبار الواصلین، تذکرہ مصنفین علمی، التصویر الشعراء آپ کی یادگار ہیں۔ ۱۳۳۴ھ میں انتقال ہوا۔ (حوالہ۔ داستان تاریخ اردو۔ فرہنگ کا جال۔ یو۔ پی میں اردو۔ خمخانہ جاوید۔ ذکر صوفی اسلام اللہ)

منشی سید الطاف حسین

منشی سید الطاف حسین وارثی ابن ملک باقر علی جھنجھوری داماد میر فرحت علی سادات نومحلہ بریلی خوش نویس ہیں صاحب کمال تھے میر مومن حسین صفی امروہوی سے تلمذ تھا۔ ایک عرصہ تک جسٹس محمود کے پاس منشی رہے۔ تاریخ گوئی میں ملکہ خاص تھا۔ شوق آرکیٹکٹ کی حیثیت کی کتبہ آپ کی خطاطی کا نمونہ ہے۔ حضرت وارث علی شاہ دیوی کے خلیفہ تھے۔ [illegible] میں انتقال ہوا۔ مولوی محمد ابراہیم بن سید امرؤ علی نبیرہ نواب عابد خاں امیر الامراء شاہجہانی داماد تھے وہ گزشتہ سال فوت ہو گئے۔ طلائی زیور کا کاروبار کرتے تھے۔ ان کے صاحبزادے وارث میاں تعلیم بی اے میں پا رہے ہیں۔ ان کے برادر زادہ ماسٹر محمد شمیم ابن محمد اسمٰعیل کراچی میں ہیں ذی علم اور انگریزی طلباء کو درس دیتے ہیں۔

ڈاکٹر سید الطاف علی

ڈاکٹر سید الطاف علی میر بشارت علی بن میر احسان علی ڈاکٹر مکند لال کے ہمعصر تھے۔ ٹامسن ہاسپٹل میں شعبہ ادویہ کے مدرس تھے کثیر

متعدد ڈاکٹری کتب کے مصنف تھے۔ اصول علم جراحی، رسالہ امراض چشم مشہور ہیں۔ ۱۳۴۲ھ کے بعد آپ کا انتقال ہوا (یو۔ پی میں اردو صفحہ ۶۲) ڈاکٹری رسالہ ماہوار آستانہ حکمت آگرہ سے شائع کرتے تھے۔

آنریبل خان بہادر سید آل نبی مرحوم

ظلمت ہی سے اپنے دل کو بہلائیں !!
جب تک کوئی آفتاب نکلے !

آپ ڈپٹی نیاز علی پہرسری کے خلف تھے۔ آگرہ کالج سے بی۔ اے کیا اور آگرہ کی عدالت ججی میں سو روپے ماہانہ پر مترجم مقرر ہوئے۔ اسی دوران میں ایل ایل بی کیا اور وکالت شروع کر دی۔ خداداد قابلیت اور فطری فرزانگی نے آپ کو بہت کامیاب وکیل ثابت کیا۔ مقامیات سے آپ کو کافی دلچسپی تھی۔ میونسپل بورڈ کے ممبر منتخب ہوئے اور پھر تو آخر عمر تک بورڈ کی کرسی صدارت نہ چھوڑی۔ خواجہ غلام الثقلین کے بعد اسٹیٹ کونسل میں عرصہ تک کام کیا۔ مسلم یونیورسٹی کے ٹرسٹیوں میں بھی آپ کا نام تھا۔ سیاست میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اگر آپ کی زندگی وفا کرتی تو آپ یو۔ پی کے منسٹر بھی ہو جاتے۔ قومی خدمات میں آپ کو ساری عمر انہماک رہا۔ مگر افسوس کوئی یادگار قائم نہ کر سکے حالانکہ آل انڈیا قومی ایڈر تھے۔ مرحوم بغایت خلیق متواضع اور منکسر تھے۔ اگر کوئی خاکروب بھی سامنے سے گزرتا تھا تو گھوڑے کی پیٹھ سے ٹوپ اتار کر اور سر جھکا کر اسے سلام کیا کرتے تھے۔ اسی اخلاق وانکسار نے آپ کو ہندوؤں اور مسلمانوں میں بے حد ہر دل عزیز بنا دیا تھا۔ حکام میں بھی آپ کا خاص اثر و رسوخ تھا۔ سرکار سے آپ کو خان بہادر کا خطاب ملا تھا۔ باوجودیکہ خلافت کی تحریک سے متاثر ہو کر آپ خطابات سے دست کش ہو گئے تھے مگر آپ کا طریقہ زندگی تمام حکام کو مانوس کئے ہوئے تھا۔ ۱۹۲۸ء میں یکایک دل کی حرکت بند ہو جانے سے آپ کا انتقال ہو گیا۔ سیاسی اور قومی حلقوں میں اب بھی آپ کی یاد تازہ ہے اور آپ کی تصویر اس جذبہ کے ساتھ نظر افروز وہمت افزائے اہل وطن ہے کہ آگرہ والوں کو کم از کم زندگی کی اس منزل تک تو ضرور ہی پہنچنا چاہیئے۔ آپ کے نام سے ایک سڑک بھی آگرہ میں قائم ہے [illegible]

راقم سطور پر بے حد شفقت کرتے تھے۔ آل نیاز رضوی ایم ایس سی، آل حیدر رضوی انجینیئر، آل امام رضوی اور ڈاکٹر آل امام آپ کے خلف ہیں۔ آپ

حافظ امام الدین

حافظ امام الدین صاحب امام ابن شیخ سعدی قریشی آپ کے اجداد میں سے شیخ نعمت اللہ آگرہ آئے۔ آپ ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ احمدیہ حنفیہ میں فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم پائی مطالعہ کتب سے معقول استعداد بہم پہنچائی۔ اکثر ملک کے رسائل میں آپ کے مضامین شائع ہوئے۔ محققانہ تحریر ہے۔

تاریخ قریش آپ کی تصنیف ہے۔ حیدرآباد سندھ میں قیام ہے۔ راقم سطور کے احباب سے ہیں۔

Scanned with CamScanner

مولوی سیّد امام علی

مولوی سید امام علی ابن نجبت علی اکبر آبادی۔ آپ علمائے عصر میں ممتاز تھے۔ ۱۲۸۹ھ میں جواہر القرآن لکھی ۱۳۰۱ھ میں انتقال کیا۔

مولوی سیّد امجد علی شاہ جعفری قدس سرہٗ

سید السند محب الفقراء والغرباء شیخ المشائخ طریقہ قادری مولوی امجد علی ابن مولوی سید احمد علی جعفری خلیفہ اعظم سید عبد اللہ بغدادی بودند۔ اہل طریقہ ایشاں می گویند کہ بارشاد جناب محبوب سبحانی سید عبد اللہ برائے تعلیم ایشاں از بغداد در ہند تشریف آوردند و نسب ایشاں بہ بست و پنج واسطہ بسید اسحاق بن امام جعفر صادق علیہ السلام برسد۔ مولد و موطن و مدفن ایشاں اکبر آباد است۔ در دوم ربیع الاول ۱۲۳۰ھ وفات یافتند۔ در مدرسہ قدیم واقع اکبر آباد مدفون گشتند۔ انوار العارفین صفحہ ۵۲۳

آپ آگرہ کے اکابر صوفیاء سے تھے علم و فضل میں یگانہ روزگار۔ اصغر تخلص تھا۔ آپ صاحب دیوان ہیں۔ آپ کے یہاں کے مشاعروں میں مرزا غالب بھی نوعمری میں شریک ہوتے تھے۔ صاحب گلشن بیخار کے والد آپ کے بے حد معتقد تھے۔ (گلشن بیخار۔ بوستان اخیار)

مولوی سیّد امداد علی

مولوی سید امداد علی خلف مولوی غلام مصطفےٰ اکبر آبادی۔ ڈپٹی کلکٹری سے پنشن لی۔ خطاب یافتہ تھے۔ عالم فاضل، امداد الادب، امداد الصرف، امداد المساحت، مظاہر الحق، امداد احتساب، امداد المسلمین، امداد التقویٰ آپ کی تالیفات سے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے بعد انتقال ہوا۔

سیّد امید علی ایم ایس سی

آپ میرے احباب سے ہیں۔ مدرسہ عالیہ میں تعلیم پائی۔ ذاتی کوشش سے ایم ایس سی تک تحصیل علم کیا جھانسی کالج سے متعلق رہے۔ اب آگرہ میں قیام ہے۔ پالی زبان سیکھ کر انگریزی میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جو پیشین گوئیاں بدھ صاحب نے فرمائی ہیں بدھ مت کی مذہبی کتب سے اخذ کر کے مع حواشی کتابی شکل میں شائع کی ہے۔ آپ کی طبیعت کا رجحان تبلیغ اسلام کی طرف ہے۔ خاموش کام کرنے والے ہیں شدھی تحریک کے زمانہ میں راقم سطور کے ساتھ دیہاتوں کا دورہ بھی کیا ہے۔ ۱۹۲۲ء میں برما گیا تجارت فیل کے سلسلہ میں گیا تھا۔ مہنت کے یہاں مقیم ہوا۔ انہوں نے یہ بتایا یار ہویں بدھ کا مجسمہ ایک ٹیلہ کی طرف اشارہ کر کے کہا اس کے نیچے ہے۔ جب کبھی اس مجسمہ پر سے مٹی ہٹائی رات بھر میں پھر مٹی اس پر چڑھ گئی۔ یہ ایک عرب کا مجسمہ معلوم ہوتا ہے۔ میرے بعد سید صاحب بھی گئے اور معلومات فراہم کر کے لائے۔ اب بھی کچھ نہ کچھ لکھ پڑھ رہے ہوں گے۔

مفتی انعام اللہ شہابی خان بہادر

مفتی انعام اللہ شہابی ابن مفتی محمد اسحاق سہروردی بن مفتی محمد ولی بن مفتی محمد امان بن مفتی ابو سعید بن مفتی علیم اللہ بن مفتی عبید اللہ[2] برادر ملا وجیہ الدین مولف فتاویٰ عالمگیری[3] بن شیخ علی محدث[4] بن شیخ آدم دانشمند[5] بن محمد بن ملا شیخا بن ملا خواجہ بن شیخ آدم بن محمد[6] بن احمد[7] بن یحییٰ[8] بن محمد بن شیخ عماد الدین[9] بن شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی[10]۔

مفتی صاحب نے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل اپنے والد ماجد اور عم محترم مفتی محمد یحییٰ سہروردی[11] سے کی۔ مولوی فرید الدین فاروقی چکلہ دار لکھنؤ کے انتقال کے بعد انھوں نے اس جگہ کو حاصل کرنا چاہا ناکام رہے۔ یہاں سے مرشد آباد پھر کلکتہ گئے۔ سر ایڈورڈ کولبرک نے اپنے لڑکے مسٹر شیرز کا اتالیق کیا۔ جب کولبرک ریزیڈینٹ اکبر شاہ ثانی بنکر گئے تو مفتی صاحب اس کے ہمراہ دہلی آئے اور اس کے محکمہ میں سررشتہ دار ہو گئے۔ جب کولبرک وطن چلا گیا یہ محکمہ شریعت دہلی میں مفتی مقرر ہوئے۔ اکبر شاہ نے خانی خطاب عطا کیا۔ جب یہ محکمہ شکست ہوا اور الہ آباد میں صدر نظامت قائم ہوا تو ان کو کمپنی نے وکیل سرکار کر دیا۔ صدر نظامت آگرہ آیا اس کے ہمراہ یہ بھی آئے۔ نیل کے احاطہ میں مقیم ہوئے۔ آپ کا گھر اہل علم کا مرکز بن گیا۔ مولوی احمد اللہ شاہ بھی آپ کے پاس آکر مقیم ہوئے۔ یہیں مجلس علماء کی تشکیل ہوئی اور تحریک آزادی کی اسکیم مرتب ہوئی۔ انگریز کے علم میں کچھ باتیں آئیں تو علمائے صدر نظامت پر رشوت کے مقدمات قائم کرا دیے۔ مفتی صاحب کے پاس شاہ صاحب کے خطوط پکڑے گئے۔ یہ معطل کیے گئے۔ علما پر مقدمہ چلا بری ہوئی۔ پھر اپیل سے وہ حضرات بحال ہو گئے۔ مولانا محمد قاسم دانا پوری، مولوی غلام امام شہید، مولوی کرم اللہ سب جج وغیرہ سے مقدس حضرات اس سلسلہ میں مبتلائے آلام ہوئے۔ مفتی صاحب ٹونک چلے گئے۔ نواب وزیر الدولہ بہادر نے مہتمم بندوبست کے عہدہ پر ممتاز کیا۔ مولوی احمد اللہ شاہ نے علم آزادی بلند کیا تو آپ نے اس طرف سے مجاہدین کے قافلے بھیجے۔ جب شاہ صاحب پوائین میں شہید کر دیے گئے تو آپ کو بے حد صدمہ ہوا اور مرض الموت میں مبتلا ہو گئے۔ آپ کے خلف اکبر مولوی اکرام اللہ شہابی جو شاہ صاحب موصوف کے مرید تھے وہ ان کو لے کر آگرہ آئے۔ شوال سنہ ۱۲۷۵ھ کو انتقال ہوا۔ شاہ ابو العلا احراری کی درگاہ میں مغرب و جنوب کی سمت دفن کیے گئے۔ آپ کے پہلو میں آپ کی دختر عمدۃ النساء بیگم زوجہ خواجہ غلام غوث بیخبر خان بہادر ذو القدر اور ڈاکٹر انعام اللہ جو مفتی صاحب کے خلف اصغر تھے دفن کیے گئے۔ یہ سنگ سرخ کا چبوترا زیر نیم باقی ہے۔ مفتی صاحب نے اسرار قاسمی جو علم کیمیا میں ہے عربی سے فارسی میں ... کا ترجمہ کیا۔ مشکوٰۃ المصابیح کے ربع حصہ کا اردو میں ترجمہ کیا جو کتب خانہ شعیب محمدیہ آگرہ میں محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کتب آپ کی یادگار ہیں۔ آپ کے منجھلے صاحبزادے مفتی افہام اللہ صاحب تھے جن کا مفصل تذکرہ خمخانہ جاوید میں ہے۔

---

۱ انشائے بیخبر ۔ ۲ تذکرۃ الانساب ۔ ۳ مرات العالم ۔ ۴ تذکرہ متقین ۔ ۵ نزہۃ الخواطر ج ۵ ۔ ۸ تذکرہ ہفت اقلیم ۔ ۹ نفحات الانس جامی ۔ ۱۰ وفیات الاعیان ذکر شیخ شہاب الدین سہروردی

Scanned with CamScanner

مولوی انعام اللہ خاں

انعام اللہ خاں ابن مولوی نصر اللہ خاں خان بہادر صدر الصدور آگرہ۔ مولوی استقامت علی سے عربی فارسی کی تحصیل کی۔ انگریزی ماسٹر شنکر دیال بی اے مدرس آگرہ کالج سے پڑھی۔ صاحب مطالعہ بزرگ تھے۔ اردو نثر بے بدل لکھتے تھے۔ گلشن ہند مطبع قائم کیا۔ مولوی المعوظی اصغر اور حکیم قطب الدین خاں باطن کی تصانیف اس سے شائع کیں۔ ۱۹۳۳ء میں دائرہ معارف قرآنیہ قائم کیا۔ درس قرآن مرتب کیا۔ مولوی احسن اللہ خاں ثاقب، اور ڈاکٹر ماشاء اللہ خاں بہادر رسول سرجن ہردوئی آپ کے بڑے بھائی تھے۔ چھوٹے بھائی احمد اللہ خاں تھے جن کے خلف اسد اللہ خاں مردان میں شوگر مل سے منسلک ہیں۔ میرے خلف نجیب الحسن شہابی سلمہٗ کے عزیز ترین دوست ہیں۔

انعام اللہ خاں نے رمضان ۱۳۴۲ھ میں انتقال کیا۔ ان کی یادگار میں کراچی میں دائرہ معارف قرآنیہ قائم کر دیا ہے۔ اس کی طرف سے سیرت الرسول من القرآن، امیر خسرو اور ان کا اردو کلام شائع ہوئی ہیں۔ اور بھی کتب زیر طباعت ہیں۔

ماسٹر سید اولاد علی

ماسٹر سید اولاد علی خلف سید ولایت علی ۱۲۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آگرہ کالج سے بی اے کیا۔ چند ہائی اسکولوں کے ہیڈ ماسٹر رہے۔ نیز نواب فیض علی خاں کے مصاحب ہو گئے۔ بعد ان کے انتقال کے نواب فیاض علی خاں کے سکریٹری ہو گئے۔ رسالہ غذا، ہدایت موسم، مسٹر یامٹریکا، تدبیر لقائے نسل انسانی آپ کی تالیفات سے ہیں۔ ۱۹۳۸ء میں انتقال ہوا۔

سید ایاز علی

سید ایاز علی انسپکٹر کسٹم بھوپال ابن میر نظام علی ابن میر حاتم علی زمیندار۔ میر نظام علی کو مرزا قمر الدین بیگ تحصیلدار و سجادہ نشین درگاہ حضرت ابو العلیٰ قدس سرہٗ کی ہمشیرہ منسوب تھیں۔

سید ایاز علی کو منشی علی جان ہیڈ کلرک میونسپل بورڈ کی دختر منسوب ہیں۔ ان کے بطن سے سید انعام علی بی اے سکریٹری بزم آگرہ کراچی اور سید حسام علی بی اے و سید احکام علی کا ناظم آباد میں قیام ہے۔

مرزا ایزد بخش

مرزا ایزد بخش رسا، مرزا جعفر آصف خاں وزیر جہانگیر کے پوتے تھے۔ فرخ سیر نے کسی بات پر ان کو قتل کروا دیا۔

آپ کی وفات ۱۱۲۴ھ میں ہوئی۔

انجام اکبرآبادی

انجام ، سید امیر خاں عالمگیر کے شاہی امرائے اکبرآباد سے تھے۔ از سادات اسناد بود۔ فضیلت بر کمال داشتہ و بہ سبب حافظہ قوی در حاضر جوابی و بدیہہ گوئی بے نظیر بود و بدان عہد خیلے قرب و امتیاز یافتہ۔ در عہد بہادر شاہ بصوبہ داری مستقر الخلافۃ اکبرآباد سرفراز بود۔ در آں وقت اکثر شعرا مثال میاں علی عظیم خلف میاں ناصر علی و مرزا حاتم بیگ مرحوم و میر ابوالوفائی و فائق بشیرنا دیہ خانی مذکور می شود و دیگر موزوناں ہمیشہ بخانہ وے صحبت گرم می داشتند و در عہد فرخ سیر صدارت کل ہندوستان باو تفویض یافت و فائدہ بالغیر بارہ مساکین رسانیدہ و مرد موفق بود۔ در اوائل محمد شاہ غنی گزشت (سفینہ خوش گو قلمی) آپ کے مفصل حالات نوائے ادب بمبئی میں شائع ہو گئے ہیں۔

باسط

باسطؔ قاضی میر باسط علی خاں باسطؔ خلف قاضی میر باقر علی خاں بن قاضی واجد علی خاں بن باسط علی خاں بن حافظ ثابت علی خاں بن محمد عارف بن محمد حاتم بن امین علی بن حبیب علی بن خواجہ علی نوشیری بن حافظ سید علی جعفری ہمدانی بعد از تحال حضرت شیخ سلیم چشتی اکبر نے آپ کو ہمدان سے بلایا۔ کچھ عرصہ آگرہ رہ کر کشمیر چلے گئے وہیں انتقال ہوا۔ سید حبیب علی کو جہانگیر نے کشمیر سے بلا کر شہزادگان اور تاج کی نگرانی سپرد کی ان کے پوتے سید ثابت علی متخلص فائز تھے۔ انھوں نے اپنے والد محمد عارف کے انتقال کی تاریخ یہ کہی ہے:۔

چوں محمد عارف غفراں پناہ ۔۔۔۔ جامہ تن در رہِ حق کردہ شق

سالِ تاریخش شنیدم از خرد ۔۔۔۔ عارفِ حق نیک و اصل بحق

جناب فائز آگرہ شہر کے قاضی مقرر ہوئے۔ ان کے پوتے قاضی واجد علی خاں تھے تخلص واجدؔ کرتے تھے۔ ان کی ذیل کی تاریخ مشہور ہے:۔

قدوۂ دیں آں محمد باسط اہل مجد و فضل ۔۔۔۔ ذی بلاغت ذی فراست صاحب ذہن ذکی

مسند آرائے شریعت کار فرمائے قضا ۔۔۔۔ حاکمِ احکام ملت از کمال بخردی

ان کے صاحبزادے میر باقر علی قاضی شہر تھے۔ قاضی باسط علی باسطؔ علمی استعداد معقول رکھتے تھے۔ ساڑھے تین سو روپے ماہوار بصیغہ نگرانی تاج محل ورثہ میں ملتا تھا۔ مگر سرکار نے کچھ عرصہ بعد بند کر دیا۔ فتح آباد میں ناظر منصفی ہو گئے تھے۔ رجسٹری کا دفتر متعلق تھا وہ ان سے لے لیا گیا اور چار روپے آٹھ آنے جبرانہ قائم رہا۔ مے خواری حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ تمام املاک فروخت کر کے نذر مے خانہ کر گئے۔

رباعی

بارش میں بھرے ہے بادہ مشکی مشکی ۔۔۔۔ عابد، زاہد سے دور چھکی پہ چھکی

قاضی سے بچی نہ محتسب سے باسطؔ ۔۔۔۔ یہ دخترِ رز ہے جس سے اٹکی اٹکی

بحالت کیفیت سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد انتقال کیا۔ سہ

غمزہ و ناز و کرشمہ وہ دکھاتے بھی نہیں — ایسے روٹھے ہیں کہ گھر تک مرے آتے بھی نہیں
ذوقِ دیدار میں ہم جان سے جاتے بھی نہیں — خواہشِ وصل بھی ہے زہر کو کھاتے بھی نہیں
رقصِ بسمل کا مزہ لیتے ہیں زخمی کر کے — فیصلہ کا وہ کوئی ہاتھ لگاتے بھی نہیں

محو ہو جاتا ہوں باسط کہوں کیا دل کا حال
سامنے ان کے مجھے ہوش تو آتے بھی نہیں

رات ساری کٹ گئی آیا نہیں وہ سنگدل — انتظارِ دوست میں یاں آنکھیں بھی پتھرائی ہوئی

لطیفہ

جناب باسط کے مکان کے قریب مرزا الف بیگ رہا کرتے تھے۔ یہ پیدائشی بے ریش و بروت تھے۔ مرزا کو علمی ذوق تھا۔ دفتر کلکٹری میں پیشکار تھے۔ تواضع اور مدارات کا یہ نتیجہ تھا کہ محلہ کے اہل علم حضرات روزانہ شام کو ان کی ڈیوڑھی پر جمع ہوتے اور خوش گپیاں کر کے رات گئے گھروں کو سدھارتے۔

مرزا بابر کا امام باڑہ بارش سے گر گیا۔ تعمیر کی کوئی سبیل نہ تھی۔ امامی خاں عطار فی سبیل اللہ کاموں میں بہت لگے رہتے تھے۔ امام باڑہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وقت کی بات مرزا الف بیگ سے گفتگو ہوئی۔ انھوں نے دو سو روپے جو لگا رکھے تھے وہ امامی خاں کو دے دئے انھوں نے اس میں ہی امام باڑہ تعمیر کرا دیا۔ مرزا الف بیگ کی اس واقعہ سے بہت شہرت ہوئی۔ قاضی باسط علی خاں نے بھی سنا کہنے لگے :۔

بے داڑھی مونچھوں والے نے بابر کی مدد کی مردوں میں سکہ پڑ گیا خوجوں کے نام کا۔

باطن

باطن۔ حکیم سید غلام قطب الدین خاں متخلص بہ باطن ابن حکیم سید محمد ظاہر بن حکیم واجد علی اکبر آبادی ۱۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے اصل وطن بخارا ہے۔ کچھ عرصہ تک دہلی رہے۔ ان کے دادا آگرہ آن رہے۔ خود باطن لکھتے ہیں :۔

"استعداد فارسی و بہم عربی از استادی حضرت نظیر صاحب حاصل نمودہ۔ اکثر روزگار مدرسی مدارس بوجہ معقول نمودہ۔ بسابق در پیشہ آبائی خود بسر کار ٹیپو سلطان یعنی صاحبزادہ محمد یٰسین مرحوم بوظیفہ لائق مقرر بودہ و تلمذ نظم ہم از استادِ موصوف یافتہ" (شعر و سخن)

آخر عمر میں مشغلہ طب ہی رہا۔ خوش مزاج اگلے وقتوں کے لوگ تھے۔ پرانی وضع کے پابند تھے۔ خان بہادر مولوی مفتی انعام اللہ خاں شہابی گوپاموی سے بہت راہ و رسم تھی۔ ان کے پاس بہت آتے جاتے تھے۔ حضرت کالے صاحب کے مرید تھے۔ (خمخانہ جاوید صفحہ ۵۲۲)

دیوان غنچہ بہار، نسخہ تقویم، مرأت خیال، مثنوی عجم دلربا، خمسہ مثنوی میر حسن اعجاز رقم، گلشن بے خار کے مقابلہ میں گلستانِ بے خزاں، تذکرہ شعراء مرتب کیا۔ یہ تصانیف ہیں۔ ستر سال کی عمر پا کر ۱۳۰۳ھ میں انتقال ہوا۔ (تصویر الشعراء از مفتی اکرام اللہ شہابی گوپاموی)

ان کے صاحب زادے حکیم سید فخر الدین صاحب متخلص فخر شاگرد وحشت نے تاریخ انتقال یہ لکھی ہے :۔

قطعۂ تاریخ

قبلۂ دیں و قبلۂ ایماں — سالکِ شاہ راہ و شرعِ متیں
مومنِ پاک باز با عرفاں — بہرہ قربِ خدا ہمیشہ مکیں
والد و محسن و ولی نعیم — بود سید غلام قطب الدیں
علمِ او بود قلزمِ زخّار — طبعِ او بود گلشنِ رنگیں
دمِ تدریس چوں ارسطوئے — در مطب بود بو علی آئیں!
بر کمالاتِ او بصبح بشام — دل اقرار از کہیں و مہیں

بسخن کرد نام خود سیماب
بود ظاہر بہ چرخ تا بہ زمیں

دیگر

فخر در دم بدا تہیا گفتم — سیر جا آطون لباد خلد بریں (۱۳۰۰ھ)

(پیام یار آگرہ سنہ ۱۹۰۰ء)

باغ اکبر آبادی

باغ۔ محمد ایوب صدیقی خلف محمد امیر الدین اکبر آبادی۔ علوم رسمی تحصیل کرکے اجمیر گئے وہاں آڈٹ آفس میں ہیڈ اسسٹنٹ ہوگئے۔ شعر و شاعری سے شوق تھا۔ مولانا سیماب کے ارشد تلامذہ سے ہیں۔ اب کراچی میں مقیم ہیں۔

باقر علی

حکیم سید باقر علی ابن حکیم سید اولاد علی آگرہ کے اطباء کے خاندان سے تھے۔ حضرت امیر مینائی سے مشورہ سخن لیا۔ کلام یار ۱۸۹۹ء میں آپ کا کلام شائع ہوا۔ ایک بیاض یادگار چھوڑی۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں انتقال ہوا۔

بخشی اکبر آبادی

حسین بخش بخشی اکبر آبادی کہ از تجارت پارچہ اوقات بسر می کند۔ ؎

تیرا در چھوڑ کر صاحب نہ جاویں گے نہ جاویں گے
اسی دہلیز کے منبسے، کہاویں گے کہاویں گے

شیخ بدر الدین اکبرآبادی

شیخ بدر الدین بن جلال الدین حسنی۔ آپ نے جلال الدین عبداللہ سے تعلیم حاصل کی پھر ابی الفتح بن عبدالغفور سے تکمیل کی۔ الشیخ العالم الفقیہ۔ توفی سنہ ثمانی و تسعین و تسع مائۃ۔ (اخبار الاصفیا۔ نزہۃ الخواطر۔ جلد ۴ صفحہ ۵۱)

خان بہادر بدر الدین

خان بہادر بدر الدین خاندان قریشاں سے تھے کنسٹریشن کے ٹھیکے لیتے تھے۔ جنگ عظیم میں انگریزوں کی بڑی خدمات انجام دیں۔ قومی کاموں میں بہت کچھ حصہ لیتے تھے۔ غالباً ۱۹۳۶ء میں انتقال ہوا۔

حکیم بہوہ خاں

حکیم بہوہ خاں بن خواص خاں سکندر لودھی کے مصاحب خاص سے تھے۔ طب میں ید طولیٰ تھا۔ بادشاہ امورات ملکی میں مشورہ لیتا تھا۔ جب ابراہیم شاہ تخت نشین ہوا تو ان کو قید کر دیا۔ یہیں وفات واقع ہوئی۔ سنہ ثلاث عشرین و تسع مائۃ معدن شفا ان کی یادگار ہے اور بھی تصانیف ہیں۔ (نزہۃ الخواطر جلد ۴ صفحہ ۶۳)

بزم آفندی اکبرآبادی

مرزا عاشق حسین نام بزم تخلص ابن مرزا عباس ابن مرزا جعفر علی فصیح اکبرآبادی۔ آپ کے ماموں مرزا قیصر اور مرزا آغا تھے۔ بزم کے والد کے ماموں منشی اسمٰعیل حسین منیر شکوہ آبادی تھے۔ سنہ ۱۲۷۵ھ میں بزم پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم فارسی کی مولوی ولایت علی سے پائی تکمیل مولانا عبدالباری صدر مدرس مدرسۂ عالیہ آگرہ سے کی۔ عربی مولوی امیر احمد سہسوانی سے تحصیل کی۔ تمام کنبہ شعر و شاعری سے ذوق رکھتا تھا۔ یہ بھی فکرِ سخن کرنے لگے۔ منیر شکوہ آبادی کے پاس رامپور گئے وہاں کے مشاعروں میں شریک ہوئے۔ پھر وطن آ گئے۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں نواب حامد علی خاں والی رامپور نے طلب کیا۔ وہاں گئے مصاحبت میں داخل کر لئے گئے۔ آخر عمر میں آگرہ آ گئے۔ پھر حیدرآباد گئے۔ دیگر تصانیف کے سوا پانچ دیوان ہیں۔

بقا اکبرآبادی

محمد بقاء اللہ ابن حافظ لطف اللہ قریشی اکبرآبادی۔ فارسی بہ اصلاح مرزا محمد فاخر مکین رسانیدہ و اشعار ریختہ۔ از نظر استاد مخبر از شخص سبحان عالم شیخ ظہور الدین حاتم گزرانیدہ۔ (مجموعہ نغز صفحہ ۱۰۷) در خطِ نستعلیق دستی و در نظم فارسی دارد و دستگاہی داشت۔ و تا سال بستم از مائۃ سیزدہم در قید حیات بود۔

(روز روشن صفحہ ۱۰۰)

مولوی بنارس خاں اکبرآبادی

مولوی بنارس خاں خلف محمد اسلم خاں بن محمد نجم خاں باجوڑی آگرہ کے ارباب علم سے تھے تحصیلداری سے پنشن لی۔ قواعد اردو، رسالہ منطق یادگار ہے ہیں۔ ۱۸۹۸ء میں انتقال ہوا۔ ڈاکٹر الہام اللہ متوفی ۱۹۱۳ء سے بڑے مراسم تھے۔ مولوی عبدالمجید خاں مرحوم بنارسی خاں کے خلف ارشد ہیں۔ راقم سطور کے ہمدردوں میں سے تھے۔ ان کے برادر زادہ عبدالشکور خاں بی اے بی ٹی کراچی میں مقیم ہیں۔ میرا ان سے برادرانہ تعلق ہے۔ ان کے بھائی عبدالرحمٰن خاں انسپکٹر آبکاری آگرہ بقید حیات موجود ہیں۔

شیخ بہاء الدین

شیخ بہاء الدین بن شمس الدین قریشی ملتانی۔ آپ حضرت ذکریا ملتانی کی اولاد سے تھے۔ وہیں علوم کی تحصیل کی۔ درس و تدریس میں لگے ہوئے تھے سلطان حسین بھکری کے فتنہ میں ترک وطن کرکے آگرہ آگئے۔ یہاں مفتی کے عہدہ پر سرفراز کئے گئے۔ شیخ عبدالقادر بدایونی ان سے ملے ہیں۔
وفاتہ فی نصف من سوال سنتہ ثمان وسبعین وتسع مائۃ (اخبار الاصفیا۔ نزہۃ الخواطر جلد ۴ صفحہ ۶۱)

بیاضی اکبرآبادی

وطن استرآباد تھا عہد اکبری میں آگرہ آگئے یہیں مقیم ہوگئے۔ از سخنوران دور اکبر یست وغالباً بیاضی استرآبادی کہ در ریاض گلشن مذکور شدہ ہمیں است۔ در ہجو قاسم کاہی و غزالی مشہدی کہ طعن بر ملا جامی و حکیم سنائی کردہ اند گفتہ۔

رباعی

کاہی و غزالی آں دو لایعقل و مست
در غیبت جامی و سنائی زدہ دست
در دہر کسے مثل ایشاں نہ گزشت
کاہی چہ خس است یا غزالی چہ سگ ست

بیدار

نام شاہ مرزا محمدی۔ وے از سادات مستقر الخلافہ اکبرآباد بود۔ اگرچہ بہرہ دو زبان سخن می گفت اما بیشتر بہ تحفہ گوئی داشت (مطبوعہ نغز صفحہ ۱۱۰) درویشی معتزل و قانع و متوکل از مریدان مولانا فخرالدین دہلوی بود۔ (روز روشن)
فارسی میں مرتضیٰ قلی خاں فراق سے اور ریختہ میں خواجہ میر درد سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ حضرت شاہ فخرالدین دہلوی کے مرید تھے دہلی میں عمر کا بڑا حصہ گزرا۔ آخر میں وطن مالوف آگئے۔ یہیں انتقال ہوا۔ مزار فوارہ پر ہے۔ ان کے حالات میں رسالہ ہندوستانی الہ آباد میں مفصل مضمون ہے۔

Scanned with CamScanner

پیام

شرف الدین علی خاں پیامؔ اکبرآبادی از ممتازانِ زبانِ خود بود۔ دیوان فارسی در نہایت فصاحت و غایت بلاغت بہر صفحۂ روزگار از و یادگار است۔ خان آرزو نے اپنے تذکرہ میں آپ کا مفصل حال لکھا ہے۔ (مجموعہ نغز صفحہ ۱۳۰)

پذیر

میر نثار علی پذیرؔ خلف خلیفہ گلزار علی اسیرؔ ابن میاں نظیرؔ۔ باپ سے تعلیم پائی۔ شعر گوئی ورثہ میں پایا۔ آپ ہولی کا سوانگ بھرتے تھے بسنت پر میلہ میاں نظیر کے مزار پہ اس نے جاری کیا تھا۔ اس کے جانشین چھوٹے میاں خلف سید مدد علی تپش تھے۔ پذیر نے نوجوانی میں انتقال کیا۔ ۔

دیوانے اپنے جامے سے باہر ہیں سب پذیرؔ　　　اب فصلِ گل ہے چاک گریباں ضرور ہے

پریشان

شیخ نیاز علی پریشانؔ ابن مولوی رجب علی نبیرہ ملا حمد اللہ سندیلوی شارح سلم العلوم۔ پریشان کے والد بسلسلۂ ملازمت آگرہ آگئے۔ یہیں یہ پیدا ہوئے اور تعلیم پائی۔ مہرؔ سے تلمذ تھا۔ مثنوی سرمایۂ عشق، واسوخت۔ شعر و سخن یادگار ہے۔ مولوی اکرام اللہ شہابی کے احباب سے تھے۔ سنہ ۱۸۵۵ء میں داصل بحق ہوئے۔ شعر و سخن کا تبصرہ "نقد و نظر" مرتبہ پروفیسر حامد حسن قادری میں ہے۔

پریشان

پریشان احمد علی بن امجد علی شیون۔ علمی استعداد معقول تھی۔ آگرہ کالج میں فارسی کے لکچرار تھے۔ سنہ ۱۸۶۴ء میں انتقال ہوا

عالم میں سوا یاں کے ٹھکانہ نہیں اپنا　　　دروازہ ترا چھوڑ کے جاؤں میں کہاں اور

تجلّی

میر محمد محسن تجلیؔ ابن میر محمد حسین حکیم اکبرآبادی ہمشیر زادہ محمد تقی میرؔ۔ ولے سید زادہ بود۔ خوش تقریر و در بار تماشے بے نظیر۔ سپاہگیر ایام بسر می برد۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں بطور خود خوش گفتہ۔ (مجموعہ نغز صفحہ ۱۳۴)

تجلّی

شیخ محمد افضل تجلیؔ ابن مولوی رجب علی بن مولوی محمد متین سندیلوی۔ یہ صدر دیوانی میں محافظ دفتر تھے۔ تجلی بعد تحصیل علوم رسمیہ منصفی میں پیشکار ہو گئے تھے۔

(شعر و سخن)

تپش

مولوی سید بدر علی تپش خلف مولوی نجف علی سبزواری فارسی مولوی قمرالدین خاں مدیر السعد الاخبار سے پڑھی۔ عربی تا ملا حسن و صحیح بخاری مفتی ریاض الدین سے تحصیل کی۔ خزینۃ القواعد۔ جغرافیہ منظوم۔ تاریخ ہند تصنیف سے ہے۔ شعر و سخن سے بھی شوق تھا۔ پہلے امیر مودر کو مرزا غالب سے مشورہ سخن کیا۔ ۱۸۸۵ء کے بعد انتقال ہوا۔ عبدالحمید حمید تاج محلی آپ کے پوتے تھے جو راقم سطور کے احباب سے تھے۔ میاں نظیر کے مزار پر بسنت کے میلہ کو پھر سے جاری کیا۔ آپ کے مضامین آگرہ اخبار میں شائع ہوتے تھے۔ ۱۹۴۹ء میں ان کا انتقال ہوا

تصدق حسین

تصدق حسین ابن محمد علی ابن امام علی سرہندی و داماد خان بہادر ڈاکٹر وزیرالدین نائب جیلر رہے۔ بشیر حسین تفضل حسین انکے خلف تھے ایک لڑکی مہدی حسن اسسٹنٹ انجینیر سے منسوب تھیں جن سے سجاد حسین ہیڈ ٹی ٹی آئی تھے۔ تصدق حسین کے ایک بھائی نثار حسین منجم و جفار تھے۔ انھوں نے ۱۹۲۵ء میں انتقال کیا۔ بشیر حسین کے صاحبزادے لیاقت حسین کراچی میں ہیں۔ تفضل حسین کی دختر ڈاکٹر نفیس انگلستان اعلیٰ تعلیم کے لئے گئی ہیں۔

مرزا تصدق علی بیگ

مرزا تصدق علی بیگ ابن مرزا دقار علی بیگ۔ بعد تحصیل علم تحصیلدار ہوئے۔ آخر میں ڈپٹی کلکٹر ہوگئے۔ پنشن لے کر خانہ نشین ہوئے۔ مگر حکومت نے آنریری مجسٹریٹ کردیا۔ انکی میرے ساتھ بزرگانہ شفقت تھی۔ ۱۹۳۹ء میں فوت ہوئے۔

تمنا

مرزا افضل جان ابن باقر علی خاں بن سلطان علی خاں ایرانی ذی علم۔ راجہ بلونت سنگھ کاشی کے دیوان تھے۔ مفتی انعام اللہ صاحب کے دوست تھے۔ تمنا مہر سے تھا۔ ؎

جام سفال جلوۂ مے سے دمک گئے ۔۔۔ پرتو سے آفتاب کے ذرے چمک گئے

توفیق

میر توفیق علی زبان بھاشا کے ماہر تھے۔ ان کو کہا جاتا ہے پچاس ہزار دوہے یاد تھے۔ حافظہ بلا کا تھا۔ شیخ خدا بخش لنلی کے استاد تھے (شعرائے آگرہ ہند)

ثابت

علی اکبر نام وطن ہرات تھا۔ ہمایوں کے عہد میں آئے۔ اکبر کے زمانہ میں اکبرآباد میں قیام کیا مخاطب ثابت خاں سے تھے۔ اراکین سلطنت میں شمار تھا۔ وا ز علوم رسمیہ بہرہ داشت و در سال خامس مائۃ حادی عشر جہان بے ثبات را گزاشت۔ کتابی در حرف از دے یادگار است۔ (روز روشن صفحہ ۱۳۷)

ثاقب

ثاقب شہاب الدین درویش تھے۔ متوکل شاگرد میاں آبرو کے تھے

ثاقب اکبرآبادی

ثاقب مرزا ذاکر حسین قزلباش ابن مرزا محمد عسکری۔ صاحب فضل و کمال تھے۔ میر مومن حسین صفی کو اوائل عمری میں کلام دکھایا۔ کچھ عرصہ شوق شاعری سے بیزار ہو کر محمود آباد کے مصاحب تھے۔ راقم سطور سے مراسم تھے۔ آپ کا دیوان شائع ہو گیا ہے لکھنؤ کر کے شہرت ہو بعمر سنہ ۱۹۴۹ء میں انتقال ہوا۔ ان کے نواسے مرزا آفتاب حسین قزلباش ایڈووکیٹ ایم۔ جائنٹ سکریٹری پاکستان اردو اکیڈمی کہے گیا۔

جانی

سید سرفراز علی جانی بن امانت علی بن فیض علی بن احمد علی بن نواب ارشاد علی خاں نبیرہ نواب عابد علی خاں امرائے شاہجہانی۔ مولوی اکرام حسین سے فارسی کی درسی کتب پڑھیں۔ محکمہ محاصل میں ملازم تھے۔ ریختی سے لگاؤ تھا۔ مرزا رمیں سے تلمذ ہے۔ صوفی اسلام اللہ شہابی کے احباب سے تھے۔ بعمر ۵ سال سنہ ۱۹۲۹ء میں انتقال ہوا۔

شیخ جلال الدین

شیخ جلال الدین بن صدر الدین حسینی۔ کان من کبار المشائخ۔ عبادت گذار، اہل دنیا سے دور، گھر اور مسجد آپ کے ٹھکانے تھے اودھ میں پیدا ہوئے۔ وہیں نشو و نما پائی۔ شیخ راجی نور بن حامد الحسینی مانک پوری کے مرید ہوئے۔ پھر آپ جونپور گئے۔ شیخ الہ داد احمد شریف سے اکتساب فیض کیا۔ پھر آگرہ آکر مقیم ہو گئے۔ آپ سے ان کے خلف بدر الدین نے اخذ فیض کیا۔ بہت سے مشائخ ان کے دامن سے وابستہ تھے۔ مات یوم النحر سنہ تسع و ستین و تسع مائۃ باکبرآباد۔ (گلزار ابرار۔ نزہۃ الخواطر)

شیخ جلال الدین

شیخ جلال الدین بن عبد اللہ بن یوسف اکبرآبادی۔ احد العلماء المشہورین فی عصرہ حافظ قرآن تھے۔ علوم عربیہ والد سے تحصیل کئے۔ منطق و فلسفہ علامہ ابو البقاء بن عبد الباقی خراسانی سے تحصیل کیا۔ پھر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ وہ دون القرص اخذ عنہ القاضی جلال الدین الملتانی والشیخ افضل محمد الانصاری والشیخ بدر الدین بن الجلال الحسنی وخلق کثیر۔ مات لاربع عشرۃ خلین من ذی القعدہ سنہ احدی و ستین و تسع مائۃ باکبرآباد۔ (اخبار الاصفیاء۔ نزہۃ الخواطر جلد ۴ صفحہ ۱۷)

جمالی

سید انتظام الدین شاہ خلف مولوی سید نظام الدین شاہ دلگیر۔ آپ نے علی گڑھ سے ایم اے پاس کیا۔ شعر و شاعری سے شوق تھا خوش گو خوش فکر تھے۔ فیروز آباد کے ہائی اسکول کے پرنسپل ہو گئے تھے۔ داغ و دلگیر تالیف سے ہو۔ کم عمری میں اب سے چند سال پہلے انتقال ہوا۔

مولوی جمیل الدین

مولوی جمیل الدین تخلص نیر ابن مولوی نبی بخش صدیقی۔ سرہند سے آپ کے جد آگرہ آ گئے۔ نبی بخش پٹیالہ میں ملازم رہے پھر تحصیل پور میں تحصیلدار ہو گئے۔ آگرہ میں انتقال ہوا۔ جمیل الدین نے فارسی ایک ایرانی فاضل سے پڑھی۔ وکالت کا امتحان دیا۔ فتح پور میں وکالت کرتے رہے۔ پھر کانپور آ گئے۔ آخر میں وطن آ گئے۔ منیر شکوہ آبادی سے مشورہ سخن کیا۔ روزنامچہ لکھا کرتے تھے۔ تاریخ معصومت "کتاب لکھی۔ پانچ سو روپے گورنمنٹ سے انعام پایا۔ ان کا مارچ ۱۹۰۳ء میں انتقال ہوا۔ داروغہ عبدالجلیل داماد خان بہادر ڈاکٹر وزیر الدین ان کی یادگار رہے تھے (یوپی میں اردو صفحہ ۴۹)

حاذق

حکیم حاذق بن حکیم ہمام بن عبدالرزاق گیلانی۔ منطق و حکمت و طب و شعر میں مہارت تمام رکھتے تھے فتح پور میں ولادت ہوئی تھی جہانگیر نے بلخ سفارت پر بھیجا تھا شاہجہاں کے عہد میں منصب دار تھے۔ فارسی دیوان یادگار ہے۔ توفی من سوال سنہ سبع و ستین والف و دفن ببلدہ اکبرآباد۔ (سرو آزاد۔ نزہۃ الخواطر جلد ۵ صفحہ ۱۳۶)

حامد علی خاں

مولوی حامد علی خاں خلف ڈپٹی اصغر علی خاں بھرت پوری۔ عربی و فارسی علمائے عصر سے پڑھی۔ بھرت پور میں نائب تحصیلدار رہے۔ پھر آپ گوالیار میں محکمہ ترجمہ فرامین شاہی میں منسلک ہو گئے۔ آپ کی والدہ افضل النساء بیگم بڑی فاضلہ طبیبہ تھیں ان کا سفرنامہ حجاز بھی ہے۔ حامد میاں نے ۱۹۳۰ء میں انتقال کیا۔

حامی

شیخ صالح چندن حامی قریشی اکبرآبادی فقہ و اصول و عربیہ علوم کے ماہر تھے۔ شیخ محافظ الدین دہلوی سے بیعت تھے۔ وکان جدہ الشیخ ابی الفضل بن المبارک الناگوری من جہۃ الام۔ آپ کا قول ہے علم، عمل، حیا، عافیت کو محبوب رکھو۔ (نزہۃ الخواطر جلد ۶ صفحہ ۱۴۲)

حزنی

حزنی میر سیف اللہ علوی اکبرآبادی۔ آزاد مشرب و قانع بود۔ در عہد جہانگیر بادشاہ بود۔ شعرائے عہد جہانگیر سے تھے (روز روشن صفحہ ۱۹۹)

خادم علی خاں

منشی خادم علی خاں متخلص اخضر آگرہ کے مشاہیر اہل قلم اور عمائدین سے تھے۔ آپ کے والد آغا محمد علی پشاور سے آگرہ آ کر مقیم ہوئے

فوجی ٹھیکہ دار تھے۔ اخضر یہیں پیدا ہوئے۔ مولوی اکرام حسین کاکوروی سے فارسی و درسیات کی تکمیل کی۔ مطالعہ سے عربی میں بھی درک ہو گیا تھا۔ قادر الکلام شاعر تھے۔ غلام محمد خاں رنج سے ابتدائی زمانہ میں مشورہ سخن کیا تھا۔ حضرت شاہ محمد اکبر داناپوری اور مرزا خادم حسین رئیس کی صحبتوں میں بیٹھے۔ کچھ عرصہ سرکاری ملازمت بھی کی۔ پھر ٹھیکہ داری شغل رہا۔ خادم واحد اینڈ کو مشترک قائم کی۔ انجمن ترقی تجارت ہند کی تشکیل کی۔ اس کے پریذیڈنٹ مولوی رضا صفوی مالک شاہ گنج شو فیکٹری و آنریری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر صدر منتخب ہوئے۔ آپ کی ہی سعی جمیل سے سوسائٹی تعمیر ہوا۔ مسلمانوں نے تجارت جوتہ میں بڑی ترقی کی۔ محلہ محلہ چھوٹے بڑے جوتہ سازی کے کارخانے کھل گئے۔ دولت گھر گھر میں پہنچ گئی۔ یہ کارنامہ اخضر صاحب کا ہے۔ آپ تجارتی معاملات میں دو دو برس تک میونسپل کمشنر بھی رہے۔ ان مشاغل کے ساتھ تصنیف و تالیف سے بھی شوق تھا۔ ذریتیم۔ ناموس ملت۔ دیوان یادگار ہے۔ راقم سطور سے برادرانہ تعلقات تھے۔ آخر عمر میں کراچی آ گئے تھے۔ ۱۹۶۱ء میں انتقال ہوا۔ شاعر آگرہ نمبر ۱۹۳۱ء میں آپ کا تذکرہ میں نے لکھا تھا۔ مشورہ آگرہ نمبر میں اخضر صاحب کے مفصل حالات عزیزی صبا اکبرآبادی نے لکھے ہیں۔ ضرورت اس کی ہے کہ ان کی سوانح عمری مرتب کی جائے۔

خواجہ عاصم صمصام الدولہ

نواب امیر الامرا صمصام الدولہ خان دوراں بہادر منصور جنگ۔ خواجہ عاصم دلنش اکبرآباد از والا شاہیان عمدہ محمد فرخ سیر است در عہد بہادر شاہ در سرکار عظیم الشان بخشی گیری شاگرد پیشہ وخطاب اشرف خان داشت بعد ازاں تعینات فرخ سیر شدہ بولایت بنگالہ رفت و در رکاب او بہ ہندوستان رسید۔ (سفینہ خوش گو)

جہاں دار شاہ کی جنگ واقع اکبرآباد میں یہ شریک رہے۔ خاصی جاں نثاری دکھائی۔ خان دوراں خان بہادر کے خطاب سے نوازے گئے۔ بخشی گیری اس کے بعد میر آتش ہو گئے۔ صمصام الدولہ خطاب ملا۔ کچھ عرصہ سید حسن علی بارہہ کے ہمراہ رہے۔ قضیہ فرخ سیر میں آگرہ آ کر گوشہ نشین ہو گئے۔ جب محمد شاہ تخت نشین ہوئے پھر یہ طلب کئے گئے۔ نادر شاہ کے مقابلہ پر بھیجے گئے۔ وہیں جنگ میں زخمی ہو کر فوت ہوئے۔ امیر الدولہ شہید شد۔ تاریخ ہے سنہ ۱۱۵۱ھ۔ دہلی میں مقبرہ ہے۔

حکیم داؤد بن عنایت اللہ اکبرآبادی

فنون حکمت کے ماہر تھے۔ ان کے والد حکیم فخر الدین محمد شیرازی کے اصحاب سے تھے۔ عباس شاہ صفوی عہد میں حجاز گئے پھر بغداد آئے یہاں سے بصرہ ہو کر ہندوستان آئے۔ آگرہ میں مقیم ہوئے۔ شاہجہاں کے دربار سے منسلک رہے۔ منصب پایا۔ ان کو لقب تقرب خان کا تھا۔

کان بارعاً حاذقاً من السعادات۔ توفی سنہ ثلاث وسبعین والف۔ من ایام عالمگیر (مآثر الامراء و نزہۃ الخواطر جلد ۵ صفحہ ۴۸)

سید ذاکر علی

سید ذاکر علی ابن مالک سید باقر علی بلہوری ثم اکبرآبادی شغل خوش نویسی اور معظم گیری تھا۔ جنگ عظیم کے زمانہ میں پاپیادہ حج کیا۔

حضرت وارث علی شاہ دہلوی کے معتقد تھے۔ پریس کی صنعت کے ماہر۔ رسالہ فوٹو گرافی تصنیف ہے۔ کراچی آئے تھے۔ کیماڑی پر جگی میں قیام تھا۔ عبادت و ریاضت میں آخری عمر گزاری۔ ۱۹۵۹ء میں انتقال ہوا۔ شاعر آگرہ نمبر میں ذکر ہے۔

قاضی سید ذاکر علی

قاضی صاحب کے باپ دادا فتح پور سیکری میں شاہی عہد سے قاضی رہے۔ آپ نے آگرہ میں آکر معلمی کی اور عرائض نویسی کی۔ علمی لیاقت معقول تھی۔ ملک باقر علی بلوری کی دختر منسوب تھیں۔ ان کی ہمشیرہ ڈپٹی سید نقی علی پہسیری کو منسوب تھیں۔ قاضی صاحب نے ۱۹۷۵ء میں انتقال کیا۔ ان کے نواسے ماسٹر محمد شمیم ابن محمد اسمٰعیل حیدر آبادی میں ایک اسکول کے صدر مدرس ہیں

سید ذاکر علی

مولوی سید ذاکر علی خلف سید آصف علی بن ہاشم علی برادر میر کاظم علی بن میر اعظم علی سلولوی زیندار نور دروازہ سید صاحب نے بعد تحصیل فارسی و انگریزی سرکاری ملازمت اختیار کی پوسٹ ماسٹر تھے۔ جنگ عظیم میں برٹش کیمپ کے ہمراہ ترکوں کے مقابل پر جانا پڑا۔ جنرل ٹاشنڈ کے ہمراہ گرفتار ہوئے۔ قسطنطنیہ گئے۔ پھر رہا ہو کر وطن آئے مسلم لیگ سے وابستہ ہو گئے آپ آگرہ سے ۱۹۴۲ء میں صوبہ کی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ مسلم لیگ کی ایمنی کمیٹی کے سکریٹری رہے۔ آپ نے مسلم لیگ کی تنظیم کے سلسلے میں یو۔پی سے ہندوستان کا دورہ کیا۔ آن بان کے آدمی تھے مرتے مر گئے لیکن پاکستان کا رخ نہیں کیا۔ ان کا خیال تھا کہ صوبہ پنجاب اور بنگال کی تقسیم قبول کر کے مسلم لیگ نے غلطی کی اور یہ کہ اگر تبادلہ آبادی ہوتا تو سب مسلمانوں کا ہوتا اور بقول قائد اعظم اور لیاقت علی خاں کسی اقلیت کے صوبہ سے مسلمانوں کو پاکستان کی ہجرت نہیں کرنی چاہیے تھی۔ سید صاحب کہتے تھے کہ اگر میری رائے پر عمل ہوتا تو چار پانچ کروڑ مسلمانوں کی زندگی خطرہ میں نہ پڑتی۔ ۱۹۴۲ء میں جب قائد اعظم آگرہ گئے تو آپ کے یہاں دعوت میں شریک ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں انتقال ہوا۔ آپ کے چچا زاد بھائی سید ایاز علی کراچی آ گئے۔ ان کے خلف سید انعام علی سینیر اسسٹنٹ کنٹرولر ای ٹی آر کراچی بزم آگرہ کے سکریٹری ہیں اور احکام علی و سید حسام علی بی اے آپ کے بھائی ہیں۔

حکیم ذکا خاں

حکیم ذکا خاں ذکاء اللہ بن اسحاق بن اسمٰعیل طبیب حاذق مادہو سندیہ کے سرکاری طبیب تھے۔ ۱۲۰۹ھ میں وفات پائی۔ مزار درگاہ شاہ علاء الدین میں ہے۔ (مفتاح التواریخ ۳۹۴۔ نزہتہ الخواطر جلد ۷ صفحہ ۱۷۰۔ تذکرہ علمائے ہند مترجم صفحہ ۱۰۸ محمد ایوب قادری ایم اے۔ بوستان اخیار)

مرزا رجب علی بیگ

مرزا رجب علی بیگ سرور خلف مرزا اصغر علی بیگ ۱۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ علمائے عصر سے اکتساب علم کیا۔ بقول عبد الحلیم شرر آگرہ سے

لکھنؤ آئے۔ (رفقاء مئی ۱۹۱۵ء مضمون مولانا شررؔ) شاعری میں آغا نوازش حسین خاں نوازش سے مشورۂ سخن کیا۔ فسانۂ عجائب، سرور سلطانی، شمشیر خانی کا ترجمہ۔ شاہنامہ فردوسی کا خلاصہ ۱۲۷۵ھ کے بعد راجہ بنارس کے پاس جا رہے۔ شگوفۂ محبت۔ گلزار سرور، شبستان سرور، انشائے سرور وغیرہ لکھیں۔ ۱۲۸۶ھ میں انتقال ہوا۔

بابو سید رحمت علی اکبرآبادی

سید رحمت علی صاحب کمشنری میں ہیڈ کلرک تھے۔ اسی سے ہی پنشن لی۔ بڑی خوبی کے بزرگ تھے۔ علمی مذاق تھا۔ مولوی انعام اللہ خاں کی شام کی صحبت علمی میں شریک ہوتے۔ ڈپٹی دلدار علی بیگ کے خاندان میں آپ کی شادی ہوئی۔ ۱۹۳۰ء میں انتقال ہوا۔ کربلا میں دفن ہوئے۔ آپ کے اخلاف میں سید مظہر علی سنیٹری انسپکٹر، ڈاکٹر سید قمر علی، سید ظفر علی سپروائزر، سید مظفر علی پروفیسر ہیں۔ ڈاکٹر سید قمر علی کی وفات کراچی میں ۱۹۵۳ء میں ہوئی۔ ان کے خلف سید عثمان علی ایم اے انسپکٹر انکم ٹیکس کراچی۔ سید عرفان علی بی ای سول انجینیئر کوئٹہ ڈویژن۔ سید مظہر علی کا انتقال ۱۹۶۱ء میں ہوا۔ ان کے خلف سید اظہر علی اسسٹنٹ ڈائریکٹر سول سپلائی ہیں۔ ڈاکٹر اشتیاق علی متوفی ۱۹۴۹ء بابو صاحب کے داماد ہیں۔ ان کے صاحبزادے سید آصف علی بی ایس سی واہ ڈیفنس فیکٹری میں سیکشن آفیسر ہیں دوسرے صاحب زادہ سید عارف علی بی کام چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ کے لئے انگلستان گئے ہوئے ہیں۔

رضی

شاہ محمد رضی الدین ابوالعلائی ابن مرزا فخرالدین بیگ تحصیلدار ابن مرزا امام الدین بیگ نبیرۂ مرزا مغل بیگ رئیس برار۔ آپ مرزا قمرالدین بیگ تحصیلدار متولی درگاہ شاہ ابوالعلا احراری کے برادر خورد تھے۔ شعر و شاعری سے شوق تھا۔ عمر طبعی پا کر ۱۹۳۰ء میں فوت ہوئے۔ مفصل ذکر گلزار صوفی میں ہے۔

حضرت رہاؔ

غلام محمد خاں رہاؔ افغانی۔ ان کے دادا بھرت پور میں عہدہ جلیلہ پر ممتاز تھے۔ رہاؔ نے مولوی محمد کامل جو نجوم، ہیئت و ہندسہ میں اپنا روزگار امتیاز رکھتے تھے۔ ان سے عربی علوم کی تحصیل کی۔ آگرہ کالج میں فارسی کے پروفیسر ہو گئے۔ خلیفہ گلزار علی سے مشورہ سخن کیا۔ صاحب دیوان ہیں۔ آپ کے پوتے سرفراز حسین خاں ابن اعجاز حسین خاں کے پاس یہ دیوان تھا۔ سرفراز حسین راقم سطور کے احباب سے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں ان کا انتقال ہوا۔ رہاؔ نے سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد انتقال کیا۔

رئیسؔ اکبرآبادی

اگر دیں آخری دور میں بھی رئیسؔ، نثارؔ، واصفؔ سے شعر و سخن کے اساتذۂ وقت گزرے ہیں جو حضرت داغؔ۔ امیرؔ، جلالؔ جیسے استادانِ سخن کے مد مقابل لکھے جاتے تھے۔ خسرو دکن و والی رامپور کی سرپرستی نہ ملی ورنہ ان کی بھی شہرت کو چار چاند لگ جاتے۔

رئیس خاندانی امیر تھے۔ ان کے والد مرزا زین العابدین عابد ابن مرزا غلام علی بیگ ابن فقیر اللہ بیگ ہمدانی سبط سید محمد اکرم علی خاں ابن نواب سید عبدالغفور خاں وزیر نادر شاہ ایرانی۔ مرزا غلام علی بیگ کے ماموں سید برہان الحق راجہ کاشی کے دیوان ریاست تھے۔ جناب عابد نے عبادت میں زندگی بسر کی۔ بعمر طبعی پاکر راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔

تعلیم

مرزا صاحب نے فارسی علوم کی تحصیل قاضی صفدر علی سے کی جو آخر عمر میں لعبت فرنگ کے دام میں پھنس کر پادری بن گئے۔ جو عالم فاضل تھے۔ مرزا صاحب کے ہم سبق ڈاکٹر الہام اللہ گوپاموی تھے۔ مرزا کی عربی استعداد طالب علمانہ تھی۔ مفتی ریاض الدین مولائی عبداللہ صدر مدرس مدرسہ عالیہ کی صحبت سے علمی ذوق اوائل عمر سے تھا۔ آپ کے والد فارسی گو شاعر تھے۔ گاہے ریختہ میں بھی فکر سخن کر لیا کرتے۔ مرزا کو شعر و سخن کا شوق باپ سے ورثہ میں ملا۔ ان کے معاصر قاضی باسط علی خاں باسط ہمدانی، شاہ محمد اکبر اکبر داناپوری، مرحب۔ واقف۔ ذاکر حسین ثاقب۔ احسن اللہ خاں ثاقب۔ نثار تھے۔ ان کی شاعری کا ڈنکا بج رہا تھا۔ یہ بھی کسی سے کم نہ تھے۔ ہر ایک کسی نہ کسی مشہور استاد کا شاگرد تھا مگر مرزا صاحب نے زانوئے شاگردی فن شعر میں کسی فرد کے سامنے طے نہیں کیا۔ مرزا صاحب میں جذبۂ اعتراف بہت کم تھا۔ معاصر شعراء کو بہت کم خاطر میں لاتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ سے

اغلاط ہیں کہیں کہیں اخلاق اے رئیسؔ | دیکھئے کلام داغؔ امیرؔ و جلالؔ کے!

آزادانہ زندگی تھی۔ اس کا یہی نتیجہ تھا کہ مذاق سخن کو خاص ترقی ہوئی۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فن شعر میں کہنہ سالگی سے کمال پورا ہو گیا تھا۔ خوش مزاج، رنگین طبع، نازک مزاج تھے۔ مگر ظرافت مزاج میں حد سے زیادہ تھی۔ کوئی بات ہو گالی کا پیوند اس میں ضرور لگا ہوتا۔ مگر دل شکن لہذا نہ ہوتا۔ بے حد ملنسار، زندہ دل اور نیک طبیعت تھے۔ جوانی کے حالات پر پردہ پڑا ہے مگر کلام میں شوخی پائی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں

آنکھیں صلاح کار ہیں جوش شباب کی | دو کٹنیاں ہیں یہ دلِ خانہ خراب کی
کسی کا ہائے شبِ وصل اس طرح آنا | کڑے چڑھائے ہوئے پائنچے اٹھائے ہوئے

مرزا صاحب شاہ خرچ تھے۔ تمام موروثی جائیداد عہد شباب میں ختم کر ڈالی۔ زین خانہ و گلاب خانہ میں حویلیاں تھیں۔ آخری عمر میں باغ باقی رہ گیا تھا اس پر قانع تھے۔ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایام سرما میں فرغل نیا سل کر آیا اسی وقت ان کے شاگرد سید سرفراز علی جانی رنگی گو حاضر ہو گئے۔ جانی نواب سید عابد علی خاں امیر الامراء کے خاندان سے تھے۔ مرزا ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ بغیر کھانا کھلائے رخصت نہ کرتے یہ ایک چادر اوڑھے تھے۔ مرزا نے ان کو دیکھ کر کہا کہ سید یہ فرغل تو پہنو دیکھوں ٹھیک سلا ہے۔ انھوں نے استاد کے حکم کی تعمیل کی۔ اتارنے لگے فرمایا بھائی یہ میری طرف سے خلعت خلافت ہے۔ ییں۔ صاحب نے پورا جاڑا اپنے فرغل میں کاٹا۔ یہ بات مشہور ہے کہ خفیہ طور سے لوگوں کی مدد کیا کرتے تھے۔

مولوی انعام اللہ خاں آفریدی سے اور مولانا احسن اللہ خاں ثاقب ابن خان بہادر مولوی احمد اللہ خاں صاحب الصدور سے گہرے مراسم تھے۔ انعام اللہ خاں سخن فہم و سخن سنج تھے۔ آگرہ کے تمام مشاہیر شعراء ان کے یہاں کی علمی صحبت میں شریک ہوا کرتے۔ مرزا صاحب حسب معمول

ایک دن گئے اور یہ غزل سنائی:-

سخت جانی نہ گئی چھاتی کا پتھر ہو کر
تیز ہو ہو کے بہت خنجرِ قاتل آیا

حسرتِ ذبح دبے پاؤں نکل جائے گی
میرا سینہ جو ترا نفسے قاتل آیا

منہ مرا دیکھ کے رونے لگا قسّامِ ازل
میری قسمت میں جو یہ ناشدنی دل آیا

جھوٹے وعدوں کو بھی سچ جان لیا مان لیا
سچ تو یہ ہے کہ برا ہوتا ہے یہ دل آیا

شوخیاں دیکھیے خود مجھ سے وہ کہتے ہیں نفیس
کس جگہ آنکھ لڑی کس پہ کہو دل آیا

مولوی نثار علی نثار اور ماسٹر تصوف حسین واصف بھی شریکِ صحبت تھے۔ نثار فرماتے ہیں:-

سب کھل گیا طلسمِ جہاں کا جو راز تھا
جس پردہ کو اٹھایا وہی پردہ ساز تھا

کہدیں جو عشقِ لیلیٰ و مجنوں کا راز تھا
پردہ کشائے روئے حقیقت مجاز تھا

میں تھا حضورِ یار ہوئی جب اذانِ صبح
پڑھتا نماز کون کہ وقتِ نیاز تھا

آئی تھی خاکِ حضرتِ منصور سے صدا
یہ مردِ سرفروش عجب سرفراز تھا

اپنی شبِ فراق بسر ہو گئی نثار
ایسا دراز قصۂ زلفِ دراز تھا

واصف نے صرف ایک شعر پڑھا۔

واصف جہاں کی چھوڑ کے ہر ایک شے چلے
جلوہ کسی کا دیدۂ حیراں میں رہ گیا

مرزا صاحب مشاعرہ میں پاؤں پہ پاؤں رکھ کر اور تن کر   اس انداز سے بیٹھتے تھے کہ اہلِ مشاعرہ میں ایک ہی نظر آتے۔ اپنا حقہ کسی کو نہیں پلاتے تھے۔ مشاعرہ میں مٹی کا حقہ پیتے تھے۔ شاعر کسی مرتبے کا ہو مرزا کے سامنے شعر جب پڑھتا کہ اس میں کوئی نہ کوئی ندرت ہوتی۔ مرزا صاحب کے سامنے اگر کسی نے غلط شعر پڑھ دیا ڈانٹ بتائی کہ بس حضرت بس یہ اہلِ علم کی محفل ہے۔ مرزا صاحب کے یہاں کے مشاعرہ میں مخصوص ہی لوگ شریک ہوتے تھے ناموزوں کی گذر نہ تھی۔

ایک مرتبہ بزرگ علی عالی نے کسی شعر پہ اعتراض کر دیا۔ بات بڑھ گئی۔ مرزا صاحب کی طرف سے اعتراض نامہ شائع ہوا۔ عرصہ تک یہ ہنگامہ رہا اور سیماب نے ہر دو میں مصالحت کرائی۔

اولاد

مرزا صاحب کے ایک صاحبزادہ مرزا ذکریا ملک الدین ایک صاحبزادی تھیں جن کی یادگار ملک کے مشہور شاعر حضرت جوش ملیح آبادی ہیں۔ آخری عمر میں مرضِ سل کا زور بندھ گیا تھا۔ منہ سے خون بہت آتا۔ ڈاکٹر الہام اللہ دیکھنے گئے۔ بچپن کے ساتھی تھے۔ مرزا صاحب مرض الموت میں مبتلا زندگی سے

داماد۔ آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ ڈاکٹر صاحب نے نبض دیکھی اور کہا جسم پر نمی زیادہ کیوں ہے۔ کہنے لگے۔ ؎

ٹھنڈا پسینہ موت کا آنکھوں میں اشک گرم ؎ پانی سمو رہا ہوں نہانے کے واسطے

کہنے لگے بھائی تو شعر بھی کچھ سنا تو نہیں دیکھیے کیا انجام ہو اور مسکرا کر کہا کسی وقت میں میں نے کہا تھا۔ ؎

خدا کے عفو سے محروم بے گناہ رہے ؎ یہ نعمت اس کو ملی جو گناہگار رہا

وفات

۲۸ر جون ۱۹۱۳ء میں انتقال ہوا۔

تصنیف

ایک دیوان۔ پارہ دعوت، اخبار، رئیس اللغات یادگار چھوڑے۔

بتوں کو دل لگی سوجھی ہے دل ستانے کی ؎ تمہارا ذکر نہیں بات ہے زمانے کی

منزلِ عشق میں خضر تمہیں کیسے ہو گئے ؎ اور آ گئے مجھے راہ بتانے کے لئے

اے مری ہجر کی شب اتنا ذرا یاد رہے ؎ تجھے اک روز قیامت کی سحر ہونا ہے

ملا عروج اسی کو جو خاکسار رہا ؎ سوار دوشِ صبا ہو مرا غبار رہا

جاؤ ہزار بھیس بدل کر کہیں اے رئیس

لیکن مجھے وہ بزم میں پہچان جاتے ہیں

ریاض الدین احمد سلیمی

شاعر آگرہ نمبر ۳۶ میں ان کا ذکر کر چکا ہوں۔ اس وقت تک یہ دو تعلیمی ادارے قائم کر چکے تھے۔ ان کے والد شیخ فیاض الدین احمد سلیمی آگرہ کے عمائد سے تھے۔ خود جناب مولوی نثار علی نثار سے فارسی و درسیات پڑھیں پھر شعیب محمدیہ ہائی اسکول سے میٹرک پاس کیا اور تجارت میں منسلک ہو گئے کچھ عرصہ متھرا میں بھی رہے۔ اگر اس پر یہی قائم رہتے تو آج صف اول کے تاجروں میں شمار ہوتے مگر مسلمانوں اور تعلیمی اداروں کی خدمت میں اپنی زندگی وقف کر دی۔ لکھنے پڑھنے کا شوق اوائل سے ہے۔ اخبارات میں مضمون لکھتے رہتے تھے۔ دلی ذوق اشاعت تعلیم رہا۔ سنہ ۱۹۲۹ء میں مسلم لائبریری قائم کی۔ آٹھ ہزار کتب جمع کیں۔ ہزاروں راقم سطور نے خطوط لکھیں اس سلسلہ میں۔ یہ ادارہ ابھی تک ہیں۔ بحمد اللہ آج تک ہے۔ مجھ کو ہمیشہ اپنا بزرگ سمجھا۔ سنہ ۱۹۳۰ء سے تمدنی کے موقع پر شاندار اجتماعات دینی کئے جانے لگے۔ سنہ ۱۹۳۹ء میں محمود منزل میں مڈل اسکول قائم کیا جو آج ہائی اسکول ہے۔ سنہ ۱۹۴۰ء میں انجمن اسلامیہ کی تشکیل کر کے اس کے تحت متذکرہ تعلیمی ادارے کر دیئے۔ انجمن کے سکریٹری منتخب ہوئے۔ سنہ ۱۹۴۲ء میں آگرہ میں جناح کالج کے قیام کی تحریک قائد اعظم کی تحریری اجازت سے شروع کی۔ اس سنہ کے آخر میں قائد اعظم آگرہ تشریف لائے۔ شو مارکیٹ کے عصرانہ میں اس کالج کا ذکر کرتے ہوئے دردمند قوم کے لقب سے آپ کو مخاطب کیا۔ سنہ ۱۹۴۴ء میں یوپی کی مسلم لائبریریوں کی ایسوسی ایشن قائم کی۔ خود اس کے سکریٹری رہے۔ سنہ ۱۹۴۵ء میں انجمن

اسلامیہ کی طرف سے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس جناح کالج کی تحریک کو تقویت پہنچانے کے لئے آگرہ میں منعقد کرایا۔ اس کے صدر آل انڈیا مسلم لیگ کے سکریٹری نواب زادہ لیاقت علی خاں تھے۔ یہ اجلاس عظیم الشان تھا۔ ریاض الدین صاحب، راقم سطور، حافظ محمد ابراہیم دہلوی، مشتاق احمد خاں، بابو نصیر احمد خاں وغیرہ کی مساعی سے یہ اجلاس بہت کامیاب رہا۔

سنہ ۱۹۴۹ء میں ان کی سرگرمیاں گھوٹ گئیں جس کی وجہ سے کلکتہ سے ڈھاکہ چلے گئے۔ یہ وقت کراچی آئے۔ حبیب بینک سے بیس ہزار روپیہ جو جمع تھا نکالا اور ایک صاحب کے ذریعہ پاکستان روانہ کیا۔ اس ایں سے چودھری خلیق الزماں اور مولوی سید رضوان اللہ کی سعی سے اٹھارہ ہزار روپیہ بدقت ملا۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں وکیم گرز سکینڈری اسکول قائم کیا۔ سنہ ۱۹۵۱ء میں لیاقت آباد میں دو پرائمری اسکول محمودہ نسواں اسکول و انجمن اسلامیہ اسکول قائم کئے۔ سنہ ۱۹۵۲ء میں شعوب الاسلامیہ کے خازن کئے گئے۔ سنہ ۱۹۵۳ء میں انجمن اسلامیہ مڈل اسکول قائم کیا جو دوسرے سال سیکنڈری ہو گیا تین لاکھ کے سرمایہ سے عمارت تعمیر کی۔ اس میں بھی ایک نسواں سیکنڈری اسکول دوسری شفٹ میں قائم کیا۔ ہر دو میں دو ہزار طلبا و طالبات تعلیم پا رہے ہیں نتیجہ اسّی نوّے فیصد رہتا ہے۔ سنہ ۱۹۵۴ء میں ناظم آباد میں جناح کالج قائم کیا۔ پروفیسر حسن عادل ایم اے کی سعی کو بھی دخل ہے۔ اس کی عمارت ذاتی ہے فاطمہ جناح کا سائنس بلاک مثالی عمارت ہے۔ امیر علی فینسی ہال بھی وسیع تر تعمیر ہو گیا ہے۔ آرٹس، سائنس، کامرس کی تعلیم ہوتی ہے۔ سنہ ۱۹۵۶ء سے سنہ ۱۹۶۱ء تک کراچی یونیورسٹی سینیٹ کے ممبر رہے۔ سنہ ۱۹۵۸ء میں میونسپل کونسلر ہوئے۔ سنہ ۱۹۶۱ء میں ذاتی سعی سے جناح ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ قائم کیا بفضلہ ترقی پر ہے۔ گورنمنٹ سے امسال چار لاکھ روپیہ اس کو عطا ہوا۔

سنہ ۱۹۵۲ء میں جناح لٹریری اکیڈمی قائم کی۔ سکرٹری راقم سطور منتخب ہوا۔ اکیڈمی سے حیات نجیب الدولہ، آخری بزم، اسلامی نظام تعلیم کا چودہ سو سالہ مرقع، مسلم فلاسفہ کو ریاض الدین صاحب نے شائع کیا۔ البتہ اکیڈمی کو کچھ امداد کارپوریشن نے دی اور کہیں سے اس علمی ادارے کو مدد نہ ملی۔

سات برس سے انجمن اسلامیہ میگزین زیر ادارت راقم سطور نکال رہے ہیں۔ یہ مختصر سی تعلیمی خدمات پیش کر رہا ہوں۔ ان کی سعادت مندی کا اعتراف ہے۔ انتھک کوشش کرتے ہیں۔ خدا عمر دراز کرے۔

میرزاہد

میرزاہد بن قاضی محمد اسلم ہروی کابلی خواجہ کوہی کی اولاد سے تھے۔ ان کے باپ آگرہ میں مولانا میر کلاں محدث کے پاس رہے۔ ان کے ذریعہ جہانگیر تک پہنچے۔ سنہ ۱۰۶۱ھ میں وفات پائی۔ زاہد جید عالم تھے۔ شاہجہاں نے کابل میں واقعہ نویس کیا۔ عالمگیر نے محتسب لشکر کیا۔ پھر کابل کی صدارت تفویض ہوئی۔ آگرہ میں آپ کا درس مشہور تھا۔ مولانا شاہ عبدالرحیم دہلوی، اور قاضی مبارک نے علوم عقلیہ کی تحصیل کی۔ کابل میں سنہ ۱۱۰۱ھ میں عالم جاودانی کو سدھارے۔ حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ شرح تہذیب علامہ دوانی، حاشیہ تصور و تصدیق ملا قطب الدین رازی، حاشیہ شرح ہیاکل النور ان کی تصنیف ہیں۔ رسالہ میرزاہد معقولات میں درس نظامی میں ہے۔

(ماثر الکرام صفحہ ۲۰۷، بادشاہ نامہ، بزم تیموریہ صفحہ ۲۱۵)

Scanned with CamScanner

زرؔ اکبر آبادی

شیخ بلاقی ابن شیخ سعادت اللہ اکبر آبادی۔ اصل وطن لاہور ہے۔ سادے کاری میں استاد امام بخش سادے کار دہلوی سے کسب ہنر کیا۔ موزوں طبع تھے۔ مرزا حاتم علی بیگ مہرؔ سے مشورۂ سخن کرتے تھے۔ حضرت بیخبرؔ سے دوستانہ تعلقات تھے۔ مثنوی حضرت موسیٰؑ و فرعون یادیار ہے ہے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد انتقال ہوا۔

شیخ الفقہ زین الدین رح

شیخ زین الدین بن منور بن نور اللہ بن معز الدین بن الہ داد بن قاضی محمد اشرمی الاکبرآبادی آگرہ میں پیدا ہوئے۔ تلمذ قاضی جلال الدین ملتانی اور ملا مقیم سے تھا۔ درس و تدریس شغل تھا اس کے ساتھ فقر کا غلبہ تھا۔

مات فی السابع عشر من رمضان سنۃ خمس والف مدفن اکبرآباد۔ (گلزار ابرار و نزہۃ الخواطر جلد ۵ صفحہ ۱۴۳)

شیخ زین الدین

شیخ زین الدین صدر کے عہدہ پر فائز تھے۔ منقول و معقول میں دستگاہ کافی تھی۔ ادیب و شاعر تھے۔ واقعات بابری کا ترجمہ فارسی میں کیا۔ فتحنامہ، شرح مثنوی معنفہ بابر مبین۔ مدرسہ بھی قائم کیا تھا۔ سنہ ۹۴۰ھ میں آگرہ میں انتقال کیا۔ (منتخب التواریخ جلد ۱ صفحہ ۴۷۱۔ بزم تیموریہ صفحہ ۲۱)

حکیم سیّد سخاوت علی

حکیم سید سخاوت علی خلف حکیم سید مہر علی ابن حکیم سید نور الدین اکبرآبادی۔ علوم عربیہ کی تحصیل کے بعد اپنے والد ماجد سے فن طب کی تحصیل کی۔ صاحب فضل و کمال تھے۔ آنریری مجسٹریٹ ایک زمانہ تک رہے۔ عمائد اکبرآباد سے تھے۔ سنہ ۱۳۳۰ھ میں انتقال ہوا۔ حکیم شوکت علی، حکیم سید عشرت علی اور حکیم الہام علی یادگار رہے تھے۔ ہر ایک علم طب کے ماہر اور عالم تھے۔ منشی فیاض الدین سلیمی ابوالعلائی سے بے حد تعلقات تھے۔ حکیم سید عشرت علی کے صاحب زادہ حکیم وہاج الدین سلمہ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے جانشین ہیں۔ راقم سطور سے تخصیص ہے۔

قاضی سراج الدین علیخاں آرزو

قاضی سراج الدین علی خاں ابن حسام الدین بن شیخ حسن بن شیخ جمال الدین بن شیخ محمد بن شیخ علم الحق ابن شیخ سراج الدین بن

علامہ کمال الدین ابن عبد الرحمن (مجالس حسنہ قلمی) ہمشیرزادہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی علامہ کے متعلق شجرۃ الانوار میں ہے:۔

"ابتدائے جوانی از فنون علمی بہرہ یاب گشتہ وعلم را مروج ایام تمام وکمال ساختہ۔ ہیچ علمے از و باقی نماندہ بود کہ درو کمالے بہم نرسانیدہ و در علم تفسیر و فقہ و حدیث حظے وافر داشت۔ درمیان علمائے مفسران و فقہاء و محدثان وغیرہ کہ دراں زمان علم علمی افراشتہ بودند۔ بعلامہ شہرت یافتہ۔" (تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۲۰۹)

آپ حسنی تھے۔ حضرت نظام الدین اولیا سے فیض پایا۔ گجرات گئے پھر دہلی آ گئے۔ یہیں ۷۵۶ھ میں واصل بحق ہوئے۔ آپ کی اولاد میں شیخ حسن و حسام الدین تھے۔ جو اصحاب رشد و ہدایت تھے۔ حسام الدین کے متعلق سفینہ خوش گو میں ہے:۔

"شیخ حسام الدین والد بزرگوار استادم خان آرزو است۔ مرد بزرگ سپاہی پیشہ از منصب داران عالمگیر بود۔ طبع رسا و ذہن عالی داشتہ و تتبع اشعار متقدم و متاخر کردہ۔ گاہ بگاہ بفکر سخن توجہ می فرمود۔ در ہزار و صد و پانزدہ رحلت فرمود۔"

خان آرزو ۱۰۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔ خان مذکور نے اپنے سوانح زندگی سفینہ خوش گو کے لئے بھیجے تھے وہی اس تذکرے سے نقل ہیں۔

شیخ سراج الدین علی مخاطب بہ استعداد خاں (حالات نوشتہ آرزو) "فقیر سراج الدین علی آرزو از طرف والد نبیرۂ خواہرزادۂ شیخ نصیر الدین مشہور بہ چراغ دہلی واز جانب والدہ شیخ محمد غوث گوالیاریست۔ درسال ہزار و نود و نہ ولادت یافت۔ والد مرحوم شیخ حسام الدین لفظ نزل غیب تاریخ تولد یافتند۔ غیر از کتاب گلستاں و بوستاں و پندنامہ شیخ سعدی و نام حق وآں ہم در پنج شش سالگی دیگر کتاب فارسی نخواندہ۔ تا چہاردہ سالہ سالگی بکسب علوم عربیہ اشتغال داشت۔ غیر آنکہ والد مرحوم در ہنگامے کہ از لشکر عالمگیر بگوالیار آمدہ بودند۔ در خلال شبہا صد دو صد بیت از اشعار متاخرین یاد می دادند۔ ہماں سرمایۂ شاعری من شدہ۔ در عمر چہاردہ سالگی مرا ذوقے بہ شعر پیدا گردید و در شہر متھرا کہ خاک قیامت خیز و سرزمین شور انگیز است شورِ جنونِ شعر در سرِ من افتادہ۔ بعد چندگاہ کہ باز بگوالیار رفتم دو سہ ماہ بخدمت میر عبد الصمد سخن کہ بعلاقۂ مشرقی جدیدہ در آنجا تشریف داشتند اشعار خود گذرانیدم حسب تقدیر آسمانی میر مرحوم از گوالیار باکبرآباد تشریف بردند۔ فقیر مدتے با بیکسی و تنہائی ہمسفر بود۔ اتفاقاً صحبت میر غلام علی احسنی تخلص دست داد۔ چندے کسب شعر در خدمت ایشاں نمود۔ دریں مدت طالب العلمی ہم بقدری کرد و بعد از آں اتفاقِ رفتن بسمتِ دکن افتاد۔ نارسیدہ بہ لشکر واقعۂ پادشاہ عالمگیر رو داد و از بگوالیار کہ وطنِ اجداد مادری بود رسید و بعد از آں بتقریبے باکبرآباد کہ مسقط الراس است رسیدہ۔ پنج سال کتب متداولۂ عربیہ را پیش مولانا شیخ عماد الدین المشتہر بہ درویش محمد قدس سرہٗ گذرانیدہ و دریں بین مشق شعر نیز کردہ۔ اکثر دریں ایام صحبتِ یارانِ موزوں مثل شاہ گلشن و حاتم بیگ حاتم و میاں عصمت اللہ کامل و محمد مقیم آزاد و میاں علی عظیم خلف الصدق و ناصر علی و دیگر صادر و وارد دست بہم می داد۔ تا اوائلِ عہدِ فرخ سیر بتقریب نوکری در شاہجہاں آباد رسیدہ۔ بخدمتی از خدماتِ گوالیار متعلق گردیدہ۔ شش سال دیگر در وطن بسر بردہ۔ دریں بین شعر گفتن کم اتفاق می افتاد۔ بعد ازاں در وقت تسلط سادات بارہہ خدمت مذکور تغیر شدہ۔ فقیر باز وارد و ... بتقریب نہ ہنگامہ

نیکوسیر بود در اکبرآباد رسید۔ بعد از آنجا بخدمتِ سوانح نگاری گوالیار متعلق گشته و قریب دو ماه بسر کرده که دریں اثنا اختر دولتِ سادات رو به هبوط آورد۔ فقیر نیز از خدمتِ مذکور معزول شده۔ در شاہجہان آباد رسیده۔ قریب سی سال است که در اینجا می گزراند۔ مصنفاتِ فقیر ایں است۔ دیوانِ غزل و قصائد قریب بیست و پنج ہزار بیت، مثنوی محمود و ایاز در جواب زلالی مسمّی به حسن و عشق چہار ہزار بیت و ساقی نامه مسمّی به عالم آب و مثنوی دیگر در بحر غیر متعارف که ایں بیت از آنست:

آدم گِلِ باغ است جہاں شیطاں باشد نافرماں
راست براست رفتنم کردم شاخِ سرو قلمم کردم

و مثنوی جوشش و خروش و مثنوی دیگر در بحر حدیقه حکیم ثنائی (سنائی) که ہنوز ناتمام است و رباعیات و مخمسات و ترکیب بند و ترجیع بند و مقطعات و تواریخ و رقعات مسمّی به پیامِ شوق و نثرہائے متفرقه قریب پانزده ہزار بیت، و در رساله در فنِ معانی و بیان به زبانِ فارسی که بیشتر کسے ننوشته، با نظیرہائے ابیاتِ فارسی و سراج اللغات قریب چہل ہزار بیت مکتوبے و شرحِ گلستاں و شرحِ سکندر نامه و شرحِ قصائدِ عرفی شیرازی و دیگر مثنویات ناتمام ہم دارد و ایں ہمه وقتے است که سالہائے فقیر که چہل و ہشت رسیده۔" انتہی۔" (یہ ابتدا میں حاشیے میں لکھا تھا بعد کو اضافہ کیا) " خدا آگاه است که از عمرِ چہارده سالگی مشقِ شعر می کنم و تا امروز که پنجاه و چہار مرحله از عمر طے شده۔ بر خود اعتماد نه دارم۔ ہر چند مسوداتِ نظم و نثر و کتب شروح و فرہنگ وغیره صد ہزار بیت مکتوبی شده باشد۔" انتہی۔" فقیر آرزو در اوائل جلوس فرخ سیر در شاہجہان آباد به تلاشِ نوکری رسیده بود در آں وقت آفتابِ سخن گوئی بخط استوار رسیده بود و فیض اندوزِ صحبتِ بزرگانِ سخن می گردید۔ روزے که برائے ملاقات سرخوش رفت آں مردِ عزیز در آں وقت از حلیهٔ بصارت عاری بود۔ پسرے داشت فضل اللہ نام او را بیاض داد که اشعارِ پدر را بخواند۔ گفتم نورِ چشم که پسر را گویند ہمیں معنی دارد۔ بعد خواندن اشعار از فقیر درخواستِ طبع نادر فرمود من که نوجواں بودم گفتم که در خدمتِ بزرگاں شوخیست خواندن اشعارِ خود با وجود کم مشقی۔ آں عزیز لعند شد۔ ناچار فقیر عریلی خواندم که ایں بیت از آنست

افتاد گیست مایهٔ نشو و نمائے من تخلم جو گرد باد ز خاک آب می خورد

بر ایں بیت لغایت الغایت محظوظ شده دلبر و پیشانی من بوسه داد و گفت مدتیست که دریں شہر ایں قسم صاحبِ طبعے از نو آمدگاں خبر ندیدیم۔ باز ایں رباعی نعت خواندم

اے احمدِ مرسلؑ امیرِ لولاک برگردِ سرِ کوئے تو گردد افلاک
منظورِ خدا بود ز بس رفعتِ تو برداشته است سایهات را از خاک

محظوظ تر شده۔ چوں فقیر مرخص شدم آں مرد بزرگ بہماں حالت پیش محمد حسین خاں تاجی تخلص که از یارانِ قدیم او بود رفته ابیاتِ مذکور را یاد کرده خواند و بسیار تعریفِ ایں ہیچ کاره نمود که در تمام عمر ایں قسم جوان بلند تلاشی نه دیده ایم۔ پانزدہم صفر سنه ۲۴ جلوس محمد شاہی به تحریر در آمد۔ انتہی۔" باز سالیکه در دہلی آتش بسیاری افتاد۔ قصیده دریں باب گفته بود۔ چند بیت از آں قصیده می

زلیر۔ راقم ایں حروف آرزو بتاریخ واز دہم صفر ۲۳ جلوسی محمد شاہی موافق ۱۱۵۴ھ انتہی۔" بعد از آں الحال بعد مدت سال ایں تذکرہ بار بمطالعہ فقیر آرزو در آمد خط بسیار بر داشتم و بعضے جا از روئے اصلاح چند حرفے نگاشتم" انتہی۔ بہر حال تمرۂ احوال خان صاحب ایں است کہ بمدت مدید منصب پادشاہی دارند۔ پارۂ جاگیر کہ بوطن یافتہ بودند در پائمالی غنیم دکن رفت دو سال صبح و شام بملازمت پادشاہ می رفتند و در ہر مقام مناسب آنجا سخن می آوردند۔ چنانچہ روزے پادشاہ بر تخت رواں شیشہ سوار بود۔ ایشاں ایں رباعی بدیہہ بر خواندند۔

در خدمت پادشاہ چندیں جمشید — دامن بمیاں بر زدہ زردی امید
بنشست شہنشاہ سکندر طالع — بر تخت رواں آئینہ چوں خورشید

ہمچنیں نواب صمصام الدولہ خریداری فرمود۔ بہ سبب سابقہ معرفتے کہ درمیان بود توجہ بسیار می نمود۔ ہنگام ایساق دکن ہمراہ برداشت۔ اما رعایت و مروت کہ بپادشاہاں یا امرائے ایشاں مناسبت دارد ہیچ جلوۂ ظہور نگرفت۔ لاجرم بگوشہ و توشہ در ساختہ۔ مکان بیرون وکیل پورہ در دار الخلافہ مرتب فرمودہ۔ متصل رائے آنند رام مخلص کہ از مخلصان و یاران ایشاں است اقامت دارند و صحبت سخن درمیان ایں ہر دو بزرگ بسیار گرم است۔"

خان آرزو دہلی سے لکھنؤ آ گئے اور بوساطت سالار جنگ نواب شجاع الدولہ خلف صفدر جنگ کے یہاں منسلک ہو گئے۔ "کا صد روپیہ در ماہہ مدد خرچ او از سرکار شجاع الدولہ مقرر شد۔ (خزانہ عامرہ صفحہ ۱۱۸)

وفات :۔ بست وسوم ربیع الآخر سنہ تسع وستین و مائتہ و الف بجوار حق پیوست۔ اول اورا در لکھنؤ امانت گذاشتند و بعد چند ماہ جسد اورا بشاہجہاں آباد بردہ دفن کردند۔

مولف (غلام علی آزاد بلگرامی) گوید ؎

خان والاشان سراج الدین علی — شیخ رونق بخش بزم گفتگو
زد رقم آزاد سال رحلتش — رحمت کامل برد آرزو (خزانۂ عامرہ صفحہ ۱۱۹)

خاں آرزو کی سوانح عمری راقم سطور نے مرتب کر دی ہے۔

شیخ الحدیث مولانا سعادت اللہ اسرائیلی سنبھلی

مولانا کا وطن سنبھل ضلع مراد آباد تھا۔ یہ وہ مردم خیز بستی ہے جس کی خاک پاک سے عہد اکبری کے عالم میاں حاتم اسرائیلی سنبھلی اور آخری دور کے بزرگ مفتی عبد السلام اسرائیلی سے کثیر التعداد بزرگ پیدا ہوئے۔ مفتی صاحب کے ہمشیر زادہ اور شاگرد مولانا سعادت اللہ ابن مفتی انعام اللہ اسرائیلی تھے۔ درسیات فارسی اور ابتدائی کتب علوم عربی کی تحصیل اپنے والد سے کی اور منقول ماموں سے حاصل کیا۔ کانپور میں مولانا احمد حسن سے بقیہ منقول اور معقولات کی تکمیل کی۔ بعد فراغت علوم وطن گئے۔ اور بغرض ملازمت

آگرہ آگئے اور مدرسہ حنفیہ میں صدر مدرس ہو گئے۔

آگرہ میں صدر نظامت کے چلے جانے کے بعد ان کے وابستگان بھی الہ آباد چلے گئے۔ ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں علمی خاندان تباہ ہوئے تھے۔ صدر سے جو علماء منسلک تھے جیسے قاضی القضات مفتی اسد اللہ خاں بہادر، مفتی ریاض الدین کاکوروی مفتی شہر و جناب مہر وغیرہ۔ مقامی حضرات میں حکیم سید بارک علی الوری شاگرد مولانا فضل حق خیر آبادی، حکیم سخاوت علی، حکیم اولاد حسین، حکیم معصوم علی قادری، ڈپٹی مرزا نثار علی بیگ، مرزا غالب کے ہمشیر زادہ ڈپٹی مرزا وقار علی بیگ، بر لاس خان بہادر مولوی نصر اللہ خاں صدر الصدور ڈاکٹر ماشاء اللہ خاں کے والد، خان بہادر ڈاکٹر وزیر الدین فرخ آبادی (حافظ منشی عبد الکریم کے سی ایس آئی ای او ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کے انڈین پرائیویٹ سکریٹری کے والد) مولوی اصغر علی شاہ جعفری القادری، مولوی اکرام اللہ صاحب تعوید الشعراء، مرزا خادم حسین متخلص بہ رئیس علمی لساط جمائے بیٹھے تھے۔ مولانا محمد قاسم داناپوری کے برادر زادہ مولانا شاہ محمد اکبر اکبر نے آگرہ کو وطن ثانی بنا رکھا تھا۔ ان کے یہاں صوفیاء کی مجلس گرم رہتی مولانا سعادت اللہ شریک ہوتے اور ان کے فیض روحانی سے مستفیض ہوتے۔ شعر و شاعری کا گہوارہ آگرہ ہر زمانے میں رہا ہے۔ ان دنوں آئے دن مشاعرے ہوتے۔ عریب، نثار، فخر، فدا، رہا، فیاض، سفلی، قربان وغیرہ کی شعر و شاعری میں گرم بازاری تھی۔ مولانا بھی مشاعروں میں شرکت کرتے۔ اس کا اثر پڑے بغیر نہ رہا۔ خود فکر سخن کرنے لگے سعدی تخلص تھا۔ فارسی اردو میں کہتے۔ اصلاح کلام کسی سے نہ لی۔ مولوی احسن اللہ خاں ثاقب علی گڑھ سے قند پارسی رسالہ نکالتے تھے۔ اس میں کلام فارسی شائع ہوتا رہتا۔ اس زمانہ میں تاریخ اسلام مولوی وارث علی کاکوروی لکھ رہے تھے۔ دو حصے لکھنے پائے تھے۔ ان کا انتقال ہو گیا۔ صاحب مطبع نے مولانا سے استدعا کی حضرت فاروق اعظم کی سوانح عمری آپ نے مرتب کی۔ اس زمانہ میں الفاروق لکھی جا رہی تھی۔ مدرسہ حنفیہ سے مولانا مستعفی ہو کر مدرسہ عالیہ جامع مسجد آگرہ کے صدر المدرسین ہو گئے۔ جس کی وجہ سے مدرسہ کا انتظام و انصرام آپ سے متعلق ہو گیا۔ بقیہ حصہ تاریخ اسلام و شمس التواریخ نہ لکھ سکے۔ ایک عرصہ تک مدرسہ عالیہ سے تعلق رہا۔ آپ کے ساتھیوں میں مفتی محمد رمضان مفتی شہر شاگرد مولانا عبد الحی فرنگی محلی، مولوی علی احمد، مولوی سرفراز علی وغیرہ تھے۔

کچھ عرصہ انجمن محمدیہ کے عربی مدرسہ کے انچارج ہو گئے۔ آخر ش مولوی حبیب الرحمن بنگالی کی سعی سے ڈھاکہ یونیورسٹی کے صدر شعبہ عربی ہو گئے۔ آٹھ نو سال رہ کر آگرہ سنہ ۱۹۲۷ء میں ہی آگئے۔ خلیق، متواضع، منکسر المزاج، کسی کی برائی نہ کرتے نہ سنتے، خانہ نشین زیادہ رہتے۔ ہر شخص سے ملتے۔ امراء سے علیحدہ رہتے۔ کثیر الاحباب تھے۔ مولوی انعام اللہ خاں برادر خورد مولانا احسن اللہ خاں ثاقب، مولوی علی احمد خاں وکیل، مولوی زیارت علی خاں مجسٹریٹ، ڈپٹی عرفان علی بیگ، مولوی نواب مرزا، مولوی سعید احمد مارہروی، ڈاکٹر الہام اللہ گوپاموی، مولانا عبد الحمید پانی پتی، حکیم محمد حیات خاں دہلوی، مولوی نثار علی نثار، مولوی ضیاء الاسلام خطیب جامع مسجد، مولوی عبد العلی شاہ، حضرت سید عرفان علی شاہ قادری سے حضرات تھے۔

تصنیف و تالیف :- مولانا کا مطالعہ تفسیر و حدیث میں بہت وسیع تھا۔ اس خصوصیت میں معاصرین علماء میں ایک درجہ رکھتے تھے۔ اور آپ نے دس برس کی سعی بلیغ میں عربی میں رجال بخاری پر مبسوط چند جلدوں میں کتاب لکھی۔ تہذیب الرجال جدا تصنیف کی۔ مولانا کا اولین کارنامہ

مسودہ کی صورت میں رہ گیا۔ طباعت کا موقع نہ ملا۔ یہ مسودہ مسلم لائبریری آگرہ میں محفوظ ہے۔ راقم سطور نے مرتب کر کے کہ ولیم نزہتہ الخواطر اور معجم المصنفین کے بعد یہ علمی کارنامہ ایک ہندی عالم کا عربی دنیا کے سامنے آتا۔ موضوعات پر بھی آپ کا ایک رسالہ ہے لغت عربی مرتب کر رہے تھے اس کے مسودات کی راقم سطور ترتیب دے رہا تھا۔ آپ کا اردو فارسی دیوان بھی ہے جس کا دیباچہ راقم سطور نے لکھا ہے۔ مولانا سے مجھ کو بھی شرف تلمذ ہے۔ مولانا عبد الحمید خاں راجوڑی پروفیسر مشن کالج پشاور، مولانا عبد الحمید خاں پروفیسر جامعہ اسلامیہ، مولانا حکیم عبد الستار خاں، ملا فاضل، مولانا امام الدین الہی، مولوی ولی اللہ بنگالی، مولوی حبیب الرحمٰن بنگالی، مولانا محمد طاہر فاروقی ایم اے پروفیسر صدر شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی، مولوی محمد علی شاہ، خان بہادر مولوی اختر عادل ایم اے، مولوی احمد علی شاہ ایم اے سب تجے پور سے اصحاب آپ کے کثیر التعداد تلامذہ سے ہیں۔

حلیہ و لباس :- لانبا قد، دوہرا جسم، لانبا اور بھرا چہرہ جس سے وقار علمی ظاہر ہوتا تھا، آنکھیں بڑی، مونچھ منڈی ہوئی، نیچا کرتہ اور تہہ بند باندھتے۔ گول ٹوپی پہنتے۔ کندھے پر ایک گزی رومال پڑا رہتا۔ چشمہ لگاتے تھے۔ آخر عمر میں اجمیر چلے گئے پروفیسر محمد حبیب مفتی کے پاس چلے گئے۔ تمام وقت خواجہ غریب نواز کے آستانہ پر گزارتے سنہ ۱۹۴۳ء میں واصل بحق ہوئے تاریخ ۱۸ نومبر ہے۔

مولوی سعید احمد صاحب مارہروی مرحوم

ایک مورخ کی حیثیت سے مرحوم کی دور دور شہرت ہے اور تاریخ دانی میں خاص درجہ رکھتے تھے۔ شاہی کھنڈرات کی تحقیق و تفتیش میں مالوے، اورنگ آباد، دہلی کا سفر کیا اور آگرہ میں تو ہر اتوار کو مولوی معین الدین احمد مصنف تاریخ تاج کو ساتھ لیا اور شاہی عمارات دیکھتے پھرے۔ آثار خیر، رہنمائے فتح پور سیکری، رپورٹ مساجد اکبر آباد، بوستان اخیار، مرقع اکبر آباد، امرائے ہنود، حیات صالح اور حیات خسرو وغیرہ تقریباً پچیس [۲۵] تیس [۳۰] کتب کے مصنف و مولف تھے۔

آپ کے والد مولوی سلطان احمد مارہرہ کے علمی گھرانے کے فرد تھے۔ سنہ ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ میاں جی فیض بخش، مولوی محمد عثمان اور مفتی گلاب خاں سے فارسی درس کی تکمیل کی۔ عربی تحصیل طالب علمانہ تھی۔ ملازمت کی تمنا میں مڈل کا امتحان دیا۔ پاس ہو گئے۔ تلاش معاش میں آگرہ آئے۔ صدر تحصیل میں قائم مقام نائب ناظر ہوئے۔ پھر محرر محافظ خانہ کلکٹری رہے۔ اسسٹنٹ جنرل سپرنٹنڈنسی سے پنشن لی۔ سنہ ۱۹۱۹ء سے قومی کاموں کی طرف متوجہ ہوئے مولوی محمد شعیب ٹونکی اور منشی حامد علی اسٹھوی کے ساتھ کلکٹری کی مسجد کو درست کرایا۔ ایک مکتب قائم کیا۔ پانچ روپے ماہوار اور تین بچوں کے داخلے سے آغاز کیا۔ مدرس مولوی حفیظ اللہ ٹونکی تھے۔ مدرسہ محمدیہ نے آگے چل کر اس قدر ترقی کی کہ فارسی عربی کا انتظام کرنا پڑا۔ اس کے صدر مدرس مولانا سعادت اللہ اسرائیلی سنبھلی عرصہ تک رہے۔ مولانا محمد شعیب کا انتقال ہوا۔ ان کی یادگار میں شعیب محمدیہ اسکول کی تشکیل کی گئی۔ اور ڈاکٹر مولانا محمد طاہر فاروقی پروفیسر سے حضرات یہاں سے فارغ التحصیل ہوئے۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس آگرہ میں منعقد ہوئی۔ صاحب زادہ آفتاب احمد خاں مرحوم نے مولانا کی کارگزاری دیکھ کر اس کو ہائی اسکول تک پہنچانے کی ملک میں اپیل کی۔ معمولی چندہ ہوا مگر مولانا کی تنہا سعی نے ہائی اسکول کے درجہ تک پہنچا ہی دیا اور آج شعیب انٹر کالج کی صورت میں اپنی یادگار مولانا چھوڑ گئے۔ اس ہائی اسکول سے ہزارہا طلبا فیضیاب ہوئے۔

دیہاتی مکتب :- آگرہ کے چند دیہاتوں میں بھی مکتب کھلوائے۔ جو آج بھی قائم ہیں۔

کتب خانہ: ایک کتب خانہ اپنی ہزار کتب سے قائم کیا۔ راقم سطور سے بھی پانچ صد کتب اس کے لئے لیں۔ آج سولہ ہزار کتب موجود ہیں جن میں نادر الوجود قلمی ذخیرہ بھی ہے۔ مولانا اکرام اللہ خاں صاحب ندوی بھی دیکھ چکے ہیں۔

نسواں اسکول: صغیرہ فاطمہ نسواں اسکول قائم کیا جو آج ہائی اسکول کی صورت میں ہے۔ اسکول کی عمارت کی تعمیر میں خود مزدور کی طرح کام کیا ہے چنانچہ ڈیڑھ لاکھ کی عمارت اور پچیس تیس ہزار کی مالیت کا وقف چھوڑ گئے۔

ایثار: مولانا اپنی پنشن اور مصنفہ کتابوں کی آمدنی سے ضروریات پوری کرتے۔ سرکار نظام سے پندرہ سو روپے سالانہ آپ کی ذات کے لئے منظور ہوئے مگر آپ نے اس میں کا ایک پیسہ اپنے اوپر خرچ نہیں کیا۔ وہ رقم اسکول فنڈ میں جمع کرا دیا کرتے۔

خوش مزاج، مسکین طبع بزرگ تھے۔ احباب کا دائرہ وسیع تھا مگر دوستوں میں آتے جاتے بہت کم تھے۔ جلسوں اور دعوتوں میں شریک نہیں ہوا کرتے آج آگرہ میں انگریزی تعلیم یافتہ کی جو جماعت نظر آرہی ہے اور سرکاری دفاتر میں برسر روزگار ہے ۷۵ فی صدی ان میں کے شعیب محمدیہ ہائی اسکول کے تعلیم پائے ہوئے ہیں۔

مدرسہ خاکروب: مسلم خاکروب میں تعلیم پھیلانے کے لئے مولانا نے مبارک قدم اٹھایا۔ ان کے لئے مسجد ہسپتال میں مکتب قائم کیا۔ جو مدت تک چلتا رہا۔ بیسیوں ان میں کے اردو داں ہو گئے۔ اور میونسپلٹی میں جمعداری وغیرہ بھی پائی۔

عید میلاد النبیؐ: مولانا عبد المجید قریشی سے پہلے مولانا نے ۱۳۲۲ھ میں میلاد النبیؐ کی تحریک آگرہ میں شروع کی۔ ۱۲ ربیع الاول کو عظیم الشان جلسہ شعیب محمدیہ ہال میں کیا۔ اس کے چند سال بعد پہلا جلوس شعیبیہ سے ہی نکالا گیا۔ نیاز حسین، اور مولوی بشارت علی خاں آفریدی اور ماسٹر سید مہدی ایم اے مولانا کے شریک کار تھے۔

عجائب خانہ: مولانا نے ہال میں ایک مختصر سا قدیم اشیاء کا عجائب خانہ قائم کیا۔ منشی اسلام اللہ صوفی اکبرآبادی نے پرانے سکوں کا اور نقادیر اور نقشوں کا بڑا ذخیرہ عطا کیا جو ان کے نام سے موجود ہے۔

نو مسلم ملکانہ: مولانا نے نو مسلم راجپوتوں کے علاوہ ملک میں ان کی حالت کا جائزہ لینے کے لئے سفر کیا اور ان میں تعلیم پھیلانے کے لئے اکثر مقامات پر مکتب بھی قائم کئے اور نو مسلموں کی مکمل رپورٹ مرتب کی جو "دیار آگرہ" میں راقم سطور نے ۱۹۲۳ء میں شائع کی۔ شدھی سنگھٹن کے زمانہ میں بڑی بڑی تبلیغی انجمنیں بنیں اور ہزاروں روپیہ قوم کا برباد کیا گیا مگر مستقلاً کام مکتب کی صورت میں مولانا ہی کا رہا۔ اور سانڈ حسن جو ملکانوں کا گڑھ ہے وہاں مولانا ہی کی سعی کارفرما رہی۔ باقی تبلیغی انجمنوں کی نمائش خوب خوب ہوتی رہی۔ نظیر قادر رئیس سانڈ حسن مولانا ہی کے مدارح تھے اور شکر گزار تھے کہ ان کے خاندان میں اسلامی تعلیم مولانا ہی کے مکتب سے پھیلی۔

بابری مسجد: چار باغ بابری کی مسجد ہندوؤں کے قبضہ میں تھی اور طاق محراب توڑ کر راستہ کر لیا گیا تھا۔ اس کو واگذاشت کرانے کے لئے راقم سطور نے پہلے مولانا نے شور و کیا۔ اور مولوی انعام اللہ خاں مرحوم اور نواب فیاض خاں اور مقامی حضرات کی مساعی سے مسجد کی درستی اور واگذاشت ہوئی۔ مولانا مرحوم کی ہر قسم کی مدد اس میں رہی۔

لطیفہ: مولانا اولیائے اکبرآباد کا تذکرہ "بوستان اخیار" لکھ رہے تھے بعض صاحبان مزار کے نام کا پتہ نہ لگا۔ آپ نے ہر صاحب مزار کا نام عبد اللہ رکھ دیا

اور اکثر ے اس نام کے کہنے بھی لگ گئے۔ میں نے مولانا سے کہا حضرت! عبداللہ ہی نام کیوں رکھے گئے اور نام تجویز کئے ہوتے۔ مولانا بولے بھائی میاں نے تو مجھ کا بندہ" کہہ کر صاحب مزار کو روشناس کیا ہے ان کے نام نہیں رکھے ہیں۔ اگر شاید ان کے نام معلوم ہوجائیں جیسے مولانا آزاد نے میر تقی میر کے پدر کا نام عبداللہ رکھ دیا۔ آج اس کی تصحیح ہوگئی کہ نام علی متقی ہے۔

احباب :۔ مولانا کے احباب میں سے مولوی وارث علی مرحوم اور مولوی ضیاء الاسلام خطیب جامع مسجد، ڈاکٹر اسمٰعیل خاں اور نواب محمد اسمٰعیل خاں، مولوی انعام اللہ خاں مرحوم، مولانا مولوی سعادت اللہ اسرائیلی سنبھلی، مفتی عبداللہ خاں، حافظ عنایت حسین دیوبندی، منشی محمد فضل عظیم مخصوص ہیں۔ راقم سطور سے بے حد تعلقات تھے۔ مرقع اکبرآباد میں میرا تذکرہ کیا ہے۔

وفات :۔ ایک عرصہ علیل رہ کر آخر جنوری ۱۹۴۳ء میں انتقال فرمایا اور مسجد کلکٹری کے حجرہ میں دفن ہوئے۔

مولانا سعید احمد اکبرآبادی

مولانا کے والد ڈاکٹر ابرار حسین آگرہ میں بسلسلہ ملازمت آئے۔ لوہامنڈی کے سرکاری ہسپتال کے انچارج پنشن ملنے تک رہے۔ وہ ایک علمی خاندان کے فرد تھے بصوم وصلوٰۃ کے بڑے پابند، ذی علم وذی استعداد بزرگ، خداوند تعالیٰ نے ہاتھ میں شفا عطا کی تھی۔ مولوی علی احمد خاں وکیل اور میرے عم محترم ڈاکٹر الہام اللہ شہابی مرحوم سے برادرانہ تعلقات تھے۔ اس بنا پر راقم سطور پر بے حد شفقت بزرگانہ فرماتے۔ آپ کے خلف ارشد مولانا سعید احمد ہیں۔ یہ آگرہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم یہیں پائی۔ دینی علوم کی تحصیل کے لئے دیوبند گئے۔ وہاں سے سند لی پھر ایم اے کیا۔ اسٹیفن دہلی کالج میں لکچرار ہوئے پھر کلکتہ کے دلزلی کالج کے پرنسپل ہوگئے۔ آجکل صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ہیں۔ آپ ندوۃ المصنفین دہلی کے رفقاء سے ہیں۔ میرے کرم دوست مولانا مفتی عتیق الرحمٰن اور مکرمی مولانا حفظ الرحمٰن مرحوم کے ساتھ مل کر ندوۃ المصنفین کو ایک بلند پایہ ادارہ بنایا۔ راقم سطور بھی اس کا رفیق ہے۔ اس ادارہ سے تاریخ ملت کے آٹھ حصے میرے مرتبہ شائع ہوئے ہیں۔ مولانا کی چند محققانہ تصانیف و تالیفات متذکرہ ادارہ سے شائع ہوچکی ہیں۔ غلامانِ اسلام، مسلمانوں کا عروج وزوال، حیات صدیق معرکۃ الآرا تالیفات ہیں۔ الفاروق کے بعد یہ بلند معیار کی کتاب اردو زبان میں پیش کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی کتب ہیں جن کی شہرت عام ہے۔ مجلہ علمیہ "برہان" آپ کی ادارت میں نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو علمی خدمت انجام دینے کے لئے تادیر سلامت رکھے۔

سعید

قاضی میر سعادت علی بن سید مہر علی۔ خاندان سادات اکبرآباد سے تھے۔ ان کے بھائی سید بہادر علی نائب ناظر تھے۔ سعید صاحب عالم تھے مطالعہ کتب کا شوق تھا۔ شغل نکاح خوانی تھا۔ شاہی زمانہ سے اس منصب پر سرفراز تھے۔ گلدستہ نثر، تاریخ انبیاء منظوم، دیوان اردو فارسی وغیرہ تصانیف سے ہیں۔ امیر علی شاہ کے مرید تھے۔

آپ کے اخلاف میں قاضی احتشام علی ہیں جو ناظم آباد کے رجسٹرڈ قاضی ہیں۔

مولانا سیماب اکبرآبادی

نام عاشق حسین تخلص سیماب ابن مولوی محمد حسین عطار۔ آپ کے بزرگ شال کی تجارت کرتے تھے۔ عطار صاحب صاحب تصانیف تھے سیماب صاحب نے عربی فارسی انگریزی کی تعلیم پائی۔ علمی استعداد معقول تھی۔ کچھ عرصہ ریلوے ڈیپارٹمنٹ سے منسلک رہے۔ اس کے بعد سے تصنیف و تالیف کا شغل اختیار کیا۔ کثیر التعداد کتب ان کی یادگار ہے ہیں۔ شعر و شاعری میں مرزا داغ سے تلمذ تھا۔ اساتذۂ وقت میں شمار کئے گئے معاصرین میں قادر الکلامی میں امتیازی درجہ تھا۔ مثنوی مولانا روم کا منظوم ترجمہ کیا۔ سب سے اہم کارنامہ منظوم ترجمہ کلام مجید ہے جو علمی شاہکار ہے ۱۹۵۲ء میں کراچی میں انتقال فرمایا۔ میرے احباب خاص سے تھے۔ انجمن اسلامیہ میگزین کا سیماب نمبر میرے تاثرات اور ان کی ادبی علمی بلند پایہ خدمات کا مفصل آئینہ دار ہے۔

شاہ میر

شاہ میر بن محمد بن حسین بن اشرف شیرازی ثم اکبرآبادی نبیرہ سید شریف زین الدین علی جرجانی پہلے گجرات آئے پھر آگرہ آکر مقیم ہوئے شیخ عبد الملک بن عبد الغفور پانی پتی سے علوم کی تحصیل کی۔

وکان طبیبا بشوشا مسطا ماھرا فی الانشاء الشعر وذن جر ثقیل وکثیر من البدائع

آپ نے مفتی بہاء الدین کے جوار میں اپنا درس قائم کیا۔ شاگرد رشید مولانا فرید تھے۔

مات یوم الاربعا وسنۃ ست وتسعین ۹۹۰ھ ببلیدۃ آگرہ۔ (اخبار اصفیاء منتخب التواریخ۔ د نزہۃ الخواطر صفحہ ۱۳۵ جلد ۴)

شباب

حکیم سید وصی الحسن میونسپل کمشنر خلف حکیم سید معشوق علی ابن مولوی حکیم سید معصوم علی ابن سید امام علی ابن مولوی سید محمد میر برادر مولانا مولوی سید امجد علی شاہ جعفری اکبرآبادی۔ شباب کے بھائی حکیم سید حسین میرے ہم سبق تھے۔ مدرسہ عالیہ جامع مسجد آگرہ میں فارسی عربی کی تعلیم پائی۔ طب کا فن باپ دادا سے حاصل کیا۔ شاعری میں ملک سے تلمذ تھا۔ رسالہ دل آپ کی ادارت میں ۱۹۳۶ء میں نکلا۔ رسالہ دماغ تصنیف سے تھے۔ آگرہ کے مشاہیر سے تھے۔ ۱۹۴۰ء میں انتقال ہوا۔

نواب سید شبر حسین

نواب سید شبر حسین ابن سید محمد حسین نائب ریاست بلرام پور ابن میر ضامن علی اکبرآبادی۔ میر ضامن علی گونڈے وغیرہ میں تحصیلدار رہے۔ آپ بڑے زمیندار تھے۔ آپ نے ایک کتب خانہ قائم کیا اور اس کے انتظام کے لئے جائیداد وقف کی جو آج تک شاہ گنج میں موجود ہے۔ سید محمد حسین بڑے فاضل تھے۔ راجہ بلرام پوران کا بے حد احترام کرتا تھا۔ نواب شبر حسین عمائد شہر سے تھے انکے خلف نواب اظہر حسین میرے احباب سے ہیں یہ آگرہ میں مجسٹریٹ تھے اب کراچی میں مقیم ہیں۔

حافظ شمس الدین

حافظ شمس الدین خاں ابن رحیم خاں اکبرآبادی مرحوم مولوی علیم اللہ خاں شہید کے بڑے بھائی بڑے متقی و پرہیزگار اور حافظ قرآن تھے۔ ریلوے میں ملازم تھے۔ زیادہ تر قیام اسٹیشن اچھیرہ میں رہا۔ بوجہ ضعف بصارت پنشن لی اور تجارت شروع فرمائی۔ آپ کی دوکان کناری بازار آگرہ میں اکبری مسجد کے نیچے تھی۔ رمضان میں قرآن سناتے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند سے قبل وفات پائی۔ بھینگ کی منڈی میں مکان تھا

مولوی شمس الدین خاں

مولوی شمس الدین خاں ابن امیر خاں بی اے۔ ایل ایل بی۔ سب جج سے پنشن لی۔ کربلا کمیٹی کے رکن تھے۔ آپ کے صاحب زادہ فرید الدین خاں ایڈوکیٹ ممبر گورننگ باڈی جناح کالج ہیں۔ راقم سطور کے شریک کار ہیں۔ سب جج صاحب نے ۱۹۳۶ء میں انتقال کیا۔ سراجی کا ترجمہ یادگار ہے

شوق اکبرآبادی

شوق اکبرآبادی نامش شیخ الٰہی بخش بود۔ در شہر اکبرآباد از کمین البطون بمشہد شہود ظہور نمودہ۔ در علم فارسی مہارت کامل داشت و نظم و نثر فارسی بنہایت عذوبت و لطافت می نگاشت در آخر عمر بفرخ آباد در زمرۂ منشیان شاہزادہ تیموریہ میرزا مظفر بخت داخل گشت و در اواسط مایۂ ثالث عشر در گزشتہ۔ دیوانش قریب سہ ہزار بیت باشد۔ (روز روشن صفحہ ۲۲۶)

شیخ محمدی اکبرآبادی

حضرت شیخ محمدی اکبرآبادی عرف شاہ فیاض صابری قدس سرہٗ ۱۴ شوال ۱۰۲۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ مرید و خلیفہ حضرت شیخ کبیر محب اللہ الہ آبادی کے حسب الحکم آگرہ میں قیام کیا۔ خلقت کا ہجوم ہونے لگا۔ حاسدوں نے بادشاہ عالمگیر سے شکایت کی۔ ان کو حجاز چلے جانے کا حکم ہوا۔ حج سے فارغ ہو کر آگرہ آئے پھر بادشاہ کو شکایت پہنچی۔ ان کو اورنگ آباد میں قید کر دیا وہیں ۳ رجب ۱۱۰۷ھ میں بعمر ۸۶ سال وصال ہوا نعش آگرہ لا کر دفن کی گئی۔ (انوار الابصار میں بحوالہ مقاصد العارفین۔ تحفۃ الابرار صفحہ ۱۸۶)

ملا شیدا اکبرآبادی

ملا شیدا فتح پور سیکری میں پیدا ہوئے۔ جہانگیر کے دربار سے منسلک تھے۔ معاصرین ایرانی شعراء کے ساتھ چشمک رہتی۔ ہر شاعر کی ہجو کر ڈالی۔ ایک لاکھ اشعار کا دیوان یادگار چھوڑا۔ جس کو خان آرزو نے اپنے زمانے میں عالمگیری کتب خانہ میں دیکھا تھا مفصل حال بزم صوفیہ میں درج ہے۔ (سرو آرزو)

مولوی سخاوت مرزا بی اے ایل ایل بی

شیفتہ اکبرآبادی

احمد خاں نام شیفتہ تخلص، والد سلطان خاں، وطن آگرہ (اکبرآباد) تلمیذ خلیفہ گلزار علی اسیر فرزند نظیر اکبرآبادی۔ شیفتہ قطب الدین باطن کے ہم عصر اور اسیر کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔

مصطفیٰ خاں شیفتہ تلمیذ غالب دہلوی نے ایک تذکرہ گلشن بے خار تالیف کیا تھا۔ جس میں آگرہ کے بعض مشہور اساتذہ کو بالخصوص نظیر اکبرآبادی کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا ہے اس لئے باطن نے اس کے جواب میں ایک تذکرہ گلشن بے خزاں المعروف بہ نغمہ عندلیب ۱۲۶۱ھ تا ۱۲۶۵ھ میں لکھا۔ (گلستان بے خزاں مولفہ باطن اکبرآبادی کے متعلق اسپرنگر کا خیال ہے کہ یہ تذکرہ گلشن بے خار مولفہ مصطفیٰ خاں شیفتہ کا ہندوستانی ترجمہ ہے اور اس میں بعض غیر سنجیدہ نکتہ چینیاں ہیں۔ البتہ ڈاکٹر سید عبداللہ ایم اے لکچرار لاہور یونیورسٹی کی رائے ہے کہ اس میں کوئی خاص ندرت نہیں ہے۔ ہاں اس عہد کی ادبی نزاعوں پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ باطن نے مصطفیٰ خاں شیفتہ کو دہلی پرستی کے لئے مطعون کیا ہے اور یہ اس حد تک درست معلوم ہوتا ہے کہ آگرہ کے بعض اہل کمال نظیر اکبرآبادی، اسیر اور راجر نظر انداز کردئے گئے ہیں جن کے کمال شاعری کی آج دنیا معترف ہے۔ مرزا حاتم علی مہر کی غالب نے بڑی تعریف کی ہے۔ لکھا ہے "مثنوی پہنچی، جھوٹے ہوں میرا شعار نہیں، کیا خوب بول چال ہے۔ انداز اچھا، بیان اچھا، روزمرہ صاف۔" آزاد نے بھی آب حیات میں انشا کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے "گلشن بے خار کو دیکھ کر خار تو کیا خار لگتی ہے۔") جس میں مصطفیٰ خاں شیفتہ کو بہت مطعون کیا ہے اور آگرہ کے مشہور شعراء اسیر کے تلامذہ کے حالات بھی قلم بند کئے ہیں۔ باطن نے اپنے خاص دوست صاحب زیر بحث تذکرہ کا اس طرح تعارف کرایا ہے:-

"شیفتہ تخلص، احمد خاں نام، شاعر تیز طبع، خوش کلام، مولد و منشا، جد دہلی، جوان سبزہ رنگ، طرار و منعدار، جوانانہ روش، بے باکانہ انداز، شاگرد میر گلزار علی اسیر، نیازمند سے کمال رابطہ ہموار و رنجولا گوالیار میں کسی سردار کے ہم نشین و مشیر، اس روش اپنی اوقات بسر کرتے ہیں۔ ہر ایک بد وضع سے جو کسی کا بدگو ہو اس سے الگ سرک کر قدم دھرتے ہیں۔ اگرچہ میرے خورد ہر سخن میں مجھ سے اچھی دست برد کیا بلکہ کل شعر میرے استاد ہیں۔ بندہ سب کا خادم ہے۔ ایسی خوشامدیں یاد ہیں۔ میاں شیفتہ کا ساغرور نہیں۔ برنگ سبزہ سربلندی میں پامالی منظور نہیں۔ عاصی کے والد ماجد مرحوم اور ان کے والد مغفور حضرت میر ضیاء الدین صاحب جے پوری کے مرید، باہم اخوت دینی اور رابطہ محبت ایک جہتی شدید۔ اس صورت میں وہ نیازمند کے چھوٹے بھائی، دلوں میں کمال محبت سمائی، حسن شاہد سخن کے شیفتہ، جمال مخدرۂ مضمون کے فریفتہ۔" (گلستان بے خزاں مطبوعہ صفحہ ۱۳۳)

باطن کے اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ تالیف تذکرہ گلستان بے خزاں کے وقت جناب شیفتہ جوان تھے اور عمر میں باطن سے چھوٹے تھے۔ باطن اور شیفتہ کے والد میں بے حد روابط اور اتحاد تھا اور آپس میں پیر بھائی بھی تھے۔ یعنی دونوں میر ضیاء الدین جے پوری کے مرید تھے۔ (تذکرہ اولیائے دکن مولفہ عبدالجبار خاں ملکاپوری جلد ا صفحہ ۱۴۴) جو اورنگ آباد کے مشہور بزرگ شاہ شریف خلیفہ نظام الدین اورنگ آبادی کے نواسے تھے۔ (شاہ شریف قدس سرہ المتوفی ۱۲۶۰ھ تذکرہ اولیاء دکن ملکاپوری) باطن نے شیفتہ کے حلیے اور ان

کی طراری کا جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اس طرح تعریف کی ہے :-

"جوان سبزہ رنگ، جوانانہ روش، تیز طبع، بے باکانہ انداز۔"

غرض یہاں تک تو ہم نے باطن کا بیان نقل کیا۔ اس کے بعد کا حال کہیں نہیں ملا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد شیفتہ حیدرآباد چلے آئے تھے اور آخر دم تک اس وضعداری اور آن بان کے ساتھ یہیں رہے اور شمالی ہند کے ان اہل کمال نو واردین میں ان کا شمار ہے جو بزمانہ محی الملک اولاً حیدر آباد آئے۔ اس لئے خاندانی حالات کے ساتھ ساتھ حیدر آباد کی سرگرمیوں کے متعلق کچھ مختصر اور جامع حالات یہاں سپرد قلم کرتے ہیں۔

شیفتہ کے اجداد (بروایت عطاالرحمٰن خاں عطا برادر زادہ شیفتہ مرحوم) مضافات افغانستان کے رہنے والے تھے اور افغانی قبیلہ یوسف زئی سے تعلق رکھتے تھے جو صوبہ سرحد اور اس کے مضافات میں بکثرت آباد ہے۔ آپ کے والد ماجد سلطان خاں ہی سب سے پہلے آگرہ میں آکر قیام پذیر ہوئے۔ البتہ باطن نے یہ اشارہ کیا ہے کہ شیفتہ کے جد امجد دہلی میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پائی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ شیفتہ کے پردادا نے مضافات افغانستان سے سب سے پہلے دہلی میں آکر سکونت اختیار کرلی۔ باطن آپ کے ہم جلیس اور ہم نشین رہے اس لئے ان کا یہ بیان مستند معلوم ہوتا ہے مگر خاندانی روایت صرف اس قدر ہے کہ سلطان خاں آپ کے والد غدر ۱۸۵۷ء سے سالہا سال قبل آگرہ میں توطن پذیر ہو گئے تھے۔ چنانچہ آپ کا انتقال غدر سے بہت پہلے ہوا۔ سلطان خاں صاحب مرحوم کے تین لڑکے تھے۔ سب سے بڑے محمد خاں، منجھلے احمد خاں شیفتہ اور چھوٹے غلام رسول خاں تھے۔ واقعہ غدر کے وقت ان کی عمر کافی تھی۔ غدر کے پہلے شیفتہ گوالیار یا کسی سردار کے ملازم تھے۔ ان کی حویلی کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ غدر میں جب باغیوں نے آگرہ میں لوٹ مار شروع کی اور قتل عام ہونے لگا تو یہ تینوں بھائی ایک فوجی افسر جی مارٹن کے پاس پناہ لینے کے لئے گئے۔ اس کو ایک مکان کی ضرورت تھی۔ ان بھائیوں نے اپنی حویلی اس کے رہنے کو دیدی بعد میں یہ حویلی اسی فوجی عہدیدار کے قبضہ میں رہ گئی اور انہوں نے اس کے اس احسان کی وجہ سے اس کا معاوضہ اس سے نہیں لیا۔ غرض اس ہنگامہ عظیم کے بعد جناب شیفتہ تلاش معاش میں حیدر آباد آگئے۔ یہاں آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جناب شیفتہ کے مخلصانہ تعلقات ہندوستان کے مشہور شاعر، ادیب اور صوفی غلام امام شہید امیٹھوی (لکھنؤ) سے تھے۔ جن کی بے حد شہرت تھی۔ میلاد نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ کلام میں درد اور سوز تھا۔ امام شہید کے مرید آگرہ، مراد آباد، لکھنؤ، رام پور اور حیدر آباد میں کثرت سے تھے۔ سالار جنگ اول کے زمانہ میں نواب محی الدولہ محمد یار خاں نے ان کو حیدر آباد بلوایا تو ان کے ساتھ احمد خاں شیفتہ بھی حیدر آباد آگئے۔ چونکہ شیفتہ فارسی کے بڑے ادیب اور اچھے شاعر تھے فکر معاش دامن گیر تھی) اس لئے امام شہید کے ذریعہ سالار جنگ اول کے پاس باریاب ہوئے اور دارالانشاء میں سوا سو روپئے کی ملازمت مل گئی۔ حیدر آباد کے مشہور تذکرے شیفتہ کے حالات سے خالی ہیں البتہ تذکرہ عروس الافکار مولفہ نصیر الدین نقش تلمیذ فیض حیدر آبادی میں ان کا ذکر ہے۔ یہ تذکرہ ابھی منظر عام پر نہیں آیا ہے۔ جناب فیض کے تلامذہ اور شعرائے حیدر آباد کا ایک نادر تذکرہ معلوم ہوتا ہے۔ جناب نقش اپنے اس تذکرے میں شیفتہ کے متعلق اس طرح لکھتے ہیں :-

"شیفتہ تخلص، محمد خاں از ہمراہی غلام امام شہید فائز ایں بلدہ شد در شعر خود تلاش ما یمتاز بہم لبیار می کند و بیانش

از کلامش می نماید، و در دارالانشاء سرکاری ملازم است از واست۔" سه

آج پہلو میں ہمارا دلِ ناشاد نہیں ٭ کس کو دے آئے، کدھر بھول گئے، یاد نہیں

اس تذکرہ کا سنہ تالیف ۱۲۸۹ھ ہے، اس کے نام یعنی فردوس الافکار سے نکلتا ہے۔ اس کے بعد دوسرا مشہور تذکرۂ شعراء آپ کے ہم عصر عباس حسین خاں نشتر، رشک کے شاگرد عبداللہ خاں نسیم لکھنوی کا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھیں شیفتہ کے حالات نہ مل سکے چنانچہ ضیغم نے آپ کا نام ان شعراء کی فہرست میں دیا ہے جن کے حالات نہیں ملے تھے۔ اس طرح صرف نام ہی پر اکتفا کیا ہے۔

"احمد خاں شیفتہ اکبر آبادی وارد حیدر آباد۔"

یہ تذکرہ ۱۳۰۲ھ میں تالیف ہوا تھا۔ شیفتہ حیدر آباد آنے سے پہلے آگرہ کے مشاعروں میں شریک رہا کرتے تھے۔ اسیر سے تو تلمذ حاصل ہی تھا اور قطب الدین باطن، اعظم علی اعظم تلمیذ آتش، مرزا حاتم علی بیگ مہر تلمیذ ناسخ کے ہمدم و جلیس تھے۔ راجا بلونت راؤ والی کاشی کی وجہ سے آگرہ میں بڑے گرم مشاعرے ہوا کرتے تھے۔ شیفتہ نے اپنے استاد اسیر اور آتش کے رنگ میں بھی غزلیں کہی ہیں۔

ان کے کلام سے اس بات کی توثیق ہوتی ہے کہ شیفتہ حیدر آباد غدر ۱۸۵۷ء م ۱۲۷۴ھ کے بعد نواب محی الدولہ محمد یار خاں (المتوفی ۱۳۰۲ھ) ہم عصر نواب افضل الدولہ بہادر کے زمانہ میں غلام امام شہید کے ہمراہ آئے۔ اور جب سالار جنگ پر ایک سپاہی نے ۱۲۸۴ھ میں قاتلانہ حملہ کیا تو شیفتہ موجود تھے اور قطعہ بھی اس سانحہ عظیم کے متعلق لکھا تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ حیدر آباد میں فیض کا طوطی بول رہا تھا۔

غرض جناب شیفتہ حیدر آباد کی ادبی محفلوں میں شریک ہوا کرتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ تلامذۂ فیض اور تلامذہ سرفراز علی وصفی کے مشاعروں میں جناب شیفتہ بعض وقت حکم بھی بنائے جاتے تھے۔ وصفی آپ کے مخلص دوست غلام امام شہید کے بھانجے اور شاگرد تھے۔ شیفتہ اور کنتوری وغیرہ کا زمانہ ان کے بعد کا ہے اور اس دور کے مشہور شعراء فیض، حفیظ، ہدایت اللہ داغ، مرزا جی الفی، راجا باقی، عطا جانسی، نقش وغیرہ ہیں۔ وصفی اور فیض کے تلامذہ شیفتہ کو اگر حکم بناتے ہوں تو کچھ تعجب نہیں۔ اس لئے کہ شیفتہ فیض کے ہم عصر اور ایک پختہ فکر شاعر تھے۔ فیض کے شاگرد نقش نے ان کے کلام کی تعریف کی ہے اور شیفتہ کی بعض اعلیٰ درجہ کی غزلوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شیفتہ کے کلام سے مشاعرے میں ایک جان پڑ جاتی ہوگی۔ شیفتہ نے بعض جگہ اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ اگرچہ یہ شاعرانہ تعلی سے خالی نہیں۔ سه

مہر کے پہلو میں گم ہو جیسے انجم کا فروغ ٭ شمع گل ہے شیفتہ موجود جس محفل میں ہے

. . . .

شیفتہ کے نالۂ موزوں نے وہ باندھا ہوا ٭ رہ گئے منقار مرغانِ چمن کھولے ہوئے

جناب شیفتہ کو نواب سالار جنگ اول سے علاوہ تعلق ملازمت کے مصاحبت کا شرف بھی حاصل تھا اور اکثر صحبتیں رہا کرتے تھے۔ شیفتہ کے پوتے عبدالحامد خاں صاحب مرحوم منتظم دفتر ملکی کی بعض تحریرات (تحریر عبدالحامد خاں فرزند شیفتہ مورخہ ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۲۴ھ) سے پتہ چلتا ہے کہ فارسی کی تعلیم

علامہ ترجمہ عبرت ترجمہ سوانح سر سالار جنگ، اعلیٰ مولانا سید حسین بلگرامی مطبوعہ ۱۳۰۰ھ مطبع آرہ اخبار ہندوستان حیدر آباد صفحہ ۹۰ دبستان آصفیہ حصہ اول ۶۱۵ مولفہ راؤ و گھل سہاؤ۔

کے لئے شیفتہ کو سالار جنگ اول نے سالار جنگ ثانی نواب میر لائق علی خاں اور میر سعادت علی خاں منیر الملک کا استاد مقرر کیا تھا۔ (اقتباس تحریر نبیرۂ شیفتہ مورخہ ۱۳۲۲ھ میرے جد امجد شیفتہ سر سالار جنگ کے مشیر بھی تھے اور صاحبزادوں کے اتالیق بھی۔ جس وقت پہلی مرتبہ قیصر ہند کے ورود کے موقع پر ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء جشن دربار دہلی منعقد ہوا تو نواب سالار جنگ اور حضرت غفران مکان کی مشایعت میں شیفتہ بھی ہمراہ تھے۔ نواب صاحب ممدوح کے پاس ان کی بڑی عزت تھی۔ نواب صاحب کے تمغہ تمائف اور عیدین کے حصے گویا اب خواب و خیال کی باتیں ہیں۔) سالار جنگ ثانی شیفتہ سے نہایت ادب اور خلوص سے ملتے تھے اور استاد ہونے کی وجہ سے بڑی تعظیم کرتے تھے۔ امراء میں نواب مہدی علی خاں محسن الملک، مشتاق حسین وقار الملک اور مولوی آغا مرزا بیگ نواب سرور الملک سرور جنگ سے آپ کے اچھے تعلقات تھے۔

مولانا غلام امام شہید کے سوا علماء میں آغا سید علی شوستری استاد الملک مولانا محمد زماں خاں شہید سے نہایت مخلصانہ تعلقات تھے۔ اس وقت دار الانشاء مشہور انشاء پردازوں اور شعراء کا مرکز بنا ہوا تھا۔ دار الانشاء کے مشہور لوگوں میں احمد خاں شیفتہ کے ہم عصر سید تفضل حسین جاسی عظا تھے اور ابو المعین غلام محمود بابانگری المتوفی ۱۲۸۶ھ ملازم دار الانشاء جو ریذیڈنٹ بہادر کو مثنوی مولانا روم پڑھاتے تھے اور مختار الملک کے اتالیق بھی تھے۔

مولانا فضل رب عرشی تاجپوری (مولوی محمد فضل رب عرشیؔ تاجپوری اعظم گڈھ فخر شعراء ہند و طوطیٔ دکن کلام گویا تاج مرصع ہے قصائد سنگلاخ زمین میں ہیں۔ وفات تقریباً ۱۳۰۹ھ۔ نواب لائق علی خاں نے ڈیڑھ سو کا منصب کر دیا تھا۔ تذکرہ شعرائے دکن ملکاپوری مطبوعہ) قاآنیٔ ہند و خاقانی وقت اس زمانے میں حیدرآباد آئے تھے اور سالار جنگ ثانی کے پاس باریاب ہوئے۔ اور داغ دہلوی آخر ۱۳۰۵ھ میں حیدرآباد آئے۔ مولوی سیف الحق ادیب دہلوی کے پاس بازار شیدی عنبر میں ٹھہرے۔ (ادیب و مولوی سیف الحق دہلوی نبیرہ مولانا عبد الحق محدث دہلوی تلمیذ غالب المتوفی ۱۳۰۹ھ) حاجی ابراہیم خان ساماں مقرب خاص اعلیٰ حضرت نواب میر محبوب علی خاں کے ہاں مشاعرے ہوا کرتے تھے۔ ان مشاعروں میں داغ اکثر جایا کرتے تھے۔ یہ جناب شیفتہ کا آخری زمانہ تھا اور داغ میں کہا جاتا ہے کہ ایک مشاعرہ میں کچھ نوک جھونک ہوئی تھی۔ (تذکرہ شعراء دکن ملکاپوری) اس کے بعد سے شیفتہ نے مشاعرہ میں جانا چھوڑ دیا تھا۔ ممکن ہے کہ جناب شیفتہ کو داغ کا رنگ پسند نہ ہوگا۔ کیونکہ ان کی تمام عمر اساتذہ لکھنؤ اور دہلی مثل مصحفیؔ، ناسخؔ، آتشؔ، وزیرؔ، مہرؔ، ذوقؔ، غالبؔ کی پر لطف صحبتوں اور مشاعروں میں گزری تھی اور اس لحاظ سے وہ داغ کو کسی شمار میں نہ لا سکتے تھے۔ غرض شیفتہ نے داغ پر اس طرح سخت چوٹ کی۔ ؎

کیا طبیعت کو لڑائیں شیفتہ ؎ طفل مکتب جس جگہ استاد ہو

یہ بھی ممکن ہے کہ داغ کی بعض بلند پروازیوں کی وجہ سے شیفتہ بھڑک اٹھے ہوں۔ چنانچہ ان کے ہم عصر شعراء ڈاکٹر مائل، راحل، وصفی، معین، محمود بھی داغ کی زباں دانی کے زعم پر بھڑک اٹھے تھے۔ ع

کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے

اور اس کا جواب دیا تھا۔ بھلا شعرائے اہل زبان ساکن حیدرآباد کب خاموش رہ سکتے تھے۔ چنانچہ وصفی کا تعلق لکھنؤ سے اور شیفتہ کا آگرہ سے تھا اور ان کو نظیر کے فرزند اسیر سے تلمذ حاصل تھا اور مشہور شعرائے ہندوستان خان آرزو، میر تقی میر اور غالب نے

Scanned with CamScanner

یہاں نشو و نما پائی تھی اور نظیر اکبر آبادی کا جنم بھوم تھا جس کی زبان مسلم تھی۔ شیفتہ نے بھی ایک جگہ اپنی زبان دانی کا دعویٰ کیا ہے۔ ؎

عجیب شیریں یہ کچھ زباں ہے فصاحت ایسی بھلا کہاں ہے ✤ جو تیرا اے شیفتہ بیاں ہے یہ طرز کس کی ہے گفتگو کا

جناب شیفتہ ۱۳۰۲ھ میں پوری تنخواہ پر علیحدہ ہوئے (تحریر قلمی عبدالحامد خاں صاحب مرحوم فرزند شیفتہ موجودہ احقر) اور ۱۳۰۶ھ یعنی نواب میر لائق علی خاں سالار جنگ ثانی کی وفات تک زندہ تھے۔ سالار جنگ اول اور سالار جنگ ثانی کا زمانہ دیکھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سالار جنگ اول کی وفات ۱۳۰۰ھ کے وقت (روایت جناب عطا برادر زادہ شیفتہ) جناب شیفتہ آگرہ گئے ہوئے تھے وہیں ان کو اپنے مربی و محسن سالار جنگ اول کی وفات کی خبر ملی۔ سخت ملال و قلق ہوا۔ چنانچہ آگرہ ہی کے ایک مشاعرہ میں جو اس زمانہ میں ہوا تھا سالار جنگ اول کے متعلق شیفتہ نے اپنی غزل کے مقطع میں اس طرح رنج و ملال کا اظہار کیا ہے جس سے انتہائی حزن و ملال ظاہر ہوتا ہے۔ ؎

وا حسرتا کہ رنج تراب علی میں ہے ✤ سر شیفتہ کا سنگ در بو تراب کا

جناب شیفتہ بازار سدی عنبر میں فیل خانہ کے پاس رہا کرتے تھے۔ تیس پینتیس سال تک حیدرآباد میں رہے اور یہیں تقریباً ۱۳۰۹ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ بیگم بازار میں ننھے صاحب کے تکیے میں مدفون ہیں۔ شیفتہ نے ایک فرزند اور دو صاحبزادیاں چھوڑیں۔

صاحبزادے کا نام عبدالحامد خاں تھا۔ (عبدالحامد خاں 'حامد' تخلص، فرزند شیفتہ، ولادت تقریباً ۱۲۸۳ھ) ابتدائی تعلیم پدر بزرگوار سے اور درس گاہ خسروی میں پائی۔ نواب عماد السلطنۃ سالار جنگ ثانی کے زمانہ میں یہ دفتر ملکی اپنے والد ماجد کی جائیداد پر بوجہ وظیفہ ۱۳۰۲ھ میں مامور ہوئے۔ نواب صدیق یار جنگ و رحمان یار جنگ اور فریدوں جی المخاطب بہ فریدوں ملک تا مامور رہے بالآخر جب دفتر ملکی پرائیویٹ سکریٹری میں ضم ہوا تو یہ تخفیف کر دیا۔) یہ بھی دفتر ملکی میں اپنے والد کی جگہ مامور ہوئے۔ حامد تخلص کرتے تھے شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی۔ ان کا انتقال آصف جاہ ششم میر محبوب علی خاں بہادر کی وفات کے دو ماہ بعد حیدرآباد ہی میں ہوا۔ اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن ہیں۔ جناب شیفتہ کے خاندان میں اس وقت بھی دو شاعر موجود ہیں۔ ایک تو جناب نثار احمد صاحب (نثار یار جنگ بہادر) مزاج۔ (مولوی نثار احمد نثار یار جنگ۔ سابق معتمد باب حکومت سرکار عالی بزمانہ نواب مؤید الملک علی امام مرحوم مامور تھے۔ بعد ازاں اول تعلقدار بھی)

دوسرے عطاء الرحمان خان صاحب عطا برادر زادہ شیفتہ اور عبدالرشید خاں صاحب سولجین مہتمم پولیس، نوجوان، ہونہار۔ ملک و ملت کی خدمات بوجوہ احسن انجام دے رہے ہیں۔ جناب شیفتہ کی پوتی اس وقت بقید حیات ہیں جن کی زبانی معلوم ہوا کہ شیفتہ کے کلام کی ایک بیاض بھی جو چند طغیانی رود موسیٰ ہو گئی۔ (نبیری شیفتہ اس وقت قصبہ کوڑمیاں ضلع کریم نگر میں صدر معلمہ ہیں جنھوں نے اپنی مہربانی سے شیفتہ کے کلام کے مسودے مرحمت فرمائے ہیں) اور جناب شیفتہ کا فارسی کلام بھی غیر موجود ہے جس میں ان کو کامل مہارت تھی اور اہل زبان بھی ان کی فارسی کو دیکھ کر دنگ ہو جایا کرتے تھے۔ بڑی تلاش و جستجو کے بعد تقریباً ۲۵ غزلیں شیفتہ کی ملی ہیں۔ اس میں بعض اصل مسودے خود شیفتہ کے قلمی معلوم ہوتے ہیں جن میں جابجا خود کی قلمی اصلاحیں موجود ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شیفتہ کے کلام کے مسودے ان کے ایک عزیز اور شاگرد سید لیاقت علی صاحب نسیم صاف کیا کرتے تھے۔ اس میں صاف کیے ہوئے مسودوں کی ایک بیاض کے چار ورق ملے ہیں جس کی تقطیع چھوٹی مسطر آٹھ سطری ہے۔ ان اوراق پر صفحات ۷۷ تا ۸۴ درج ہیں۔ قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ صفحات ۱ تا ۷۶ پر پہلے قصائد لکھے ہوئے تھے چنانچہ صفحہ

پر نواب مختار الملک کے مداحیہ قصیدہ کے چند اشعار درج ہیں اور اس کے بعد ردیف الف کی ایک غزل اور ردیف ب کی دو غزلیں ہیں۔ اس لحاظ سے صفحہ ۱۴۸ تک اس کے جملہ اشعار ۲،۷۹۴ ہوں گے۔ اگر ان میں اصل مسودات کی غزلیں شامل کرلی جائیں تو تقریباً ڈیڑھ ہزار اشعار ہوتے ہیں۔ غرض یہ ایک نامکمل مجموعہ ہے۔ شیفتہ کا کلام زمانہ کی دست برد سے نہ بچ سکا اور جو کچھ تھا وہ نذر طغیانی رود موسیٰ ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیفتہ کے مزاج میں اپنے کلام کی ترتیب و تدوین کا شوق نہ تھا اس لئے ان کا اکثر کلام تلف ہو گیا۔ غرض اس ناقص مجموعہ میں حسب ذیل ردیف کی غزلیں ہیں۔

ردیف	تعداد غزل	ردیف	تعداد غزل	ردیف	تعداد غزل	ردیف	تعداد غزل
الف	۷	ل	۲	ی	۱۳	قطع و وقوع	۱
ب	۲	ن	۳	سلام	۱	قصائد مکمل	۱
ز	۲	و	۵	رباعیات	۲	واقعہ خداوند نعمت	۲

شورش

ڈاکٹر سید سخاوت علی خلف سید سرفراز علی معافی دار کولکھا ورثہ دار نواب نجابت خاں شمشیر صدی رکھی تعلیم اردو فارسی انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ریلوے میں ملازم ہو گئے تھے۔ ہومیوپیتھک ڈاکٹری مشغلہ تھا۔ شعر و شاعری میں مرزا دبیر کے ارشد تلامذہ سے تھے بلکہ جانشینی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ رسالہ ایضاح القوافی تصنیف ہے۔ کراچی میں سنہ ۱۹۶۳ء میں انتقال ہوا۔ میرے احباب سے تھے۔

صفت اکبرآبادی

جناب صفت اکبرآبادی شاگرد حضرت مدہوش کے تھے۔

جاتے جاتے جو میاں مرزا آیا لے کے ڈنڈا
آتے آتے ملک الموت بھی سید ہاتھا

مرزا صفی

مرزا صفی بن بدیع الزمان قزولی ثم اکبرآبادی مشہور بہ سیف خاں آصف جاہ ابی الحسن بن مرزا غیاث الدین طہرانی دیوان خزانہ کے گجرات میں متولی تھے۔ جہانگیر اور شاہجہاں کے عہد میں اعلیٰ عہدوں پر ممتاز رہے۔

وکان رجلا فاضلا محبا لاہل العلم محسنا الیہم بنی مدرسۃ عظیمۃ باحمد آباد۔

ماہ محرم میں سنہ ۱۰۴۲ھ میں بنگالہ میں وفات پائی۔ مآثر الامراء میں مفصل حال ہے۔

(نزہۃ الخواطر جلد ۵ صفحہ ۱۸۱)

شیخ ضیاء اللہ

ضیاء اللہ عالم فقہ و حدیث ابن محمد غوث گوالیری شیخ فریدالدین عطار صاحب تذکرۃ الاولیا کی اولاد سے تھے۔ گجرات گئے۔ علامہ وجیہ الدین گجراتی سے علم کی تحصیل کی۔ حدیث کی سند شیخ محمد بن طاہر بن علی گجراتی سے لی اور گوالیار آئے۔ باپ سے خرقہ خلافت پہنا۔ باپ کے وصال کے بعد آگرہ آکر اقامت پذیر ہو گئے۔ ورع و زہد میں مشغول رہے۔ اکبر بڑی قدر کرتا تھا۔ عبدالقادر بدایونی ان سے آگرہ میں ملے تھے۔ بڑے عبادت گزار اور صاحب خیر بزرگ تھے۔ ملا فیوض باطنی ان سے حاصل کیا۔ وفات رمضان [illegible] میں ہوئی۔ ماثرالامرا میں حالات مفصل تحریر ہیں۔ (نزہتہ الخواطر جلد ۵ صفحہ ۱۰۲)

ضیاء اکبرآبادی

جناب ولی اللہ متخلص ضیاء۔ آپ اردو کے پرانے شعراء میں صاحب فہم و فراست تھے۔ ایک شعر گلستان سخن سے درج مقدمہ بہارستان کیا گیا ہے

رہے گی یوں ہی اگر دل کو بے قراری رات ؎ خدا ہی جانے کہ کیونکر کٹے ہماری رات

ظاہر اکبرآبادی

حکیم میر محمدی ظاہر اکبرآبادی عرب سرائے دہلی کے رہنے والے آگرہ آ گئے۔ میاں نظیر سے شعر گوئی میں تلمذ تھا۔ شاہ فخرالدین کے مرید تھے۔ ان کے دیوان کا قلمی نسخہ صوفی اسلام اللہ کے کتب خانہ میں ہے۔

عالی اکبرآبادی

ادیب الملک شیخ بزرگ علی عالی نبیرۂ شیخ الشیوخ حضرت سلیم چشتی رحمتہ اللہ علیہ۔ آپ مشورۂ سخن اپنے خسر چودھری محمد حسین ناجی دھولپوری سے فرماتے تھے۔ مرثیہ گوئی میں کمال حاصل تھا۔ آپ نہایت نکتہ سنج و دقیق مضمون نگار تھے۔ اس وقت آپ کا پایہ فن شعر میں بہت بلند تھا۔ شعراء متاخرین اکبرآباد میں آپ بھی مثل جناب نثار و رئیس و اصغر درجہ استادی کا رکھتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں ماسٹر یعقوب علی خاں صاحب کوکب بی اے مشہور شعراء سے ہیں۔ آخر میں شیخ صاحب نے شرکت بزم سخن بوجہ کہن سالگی و ضعف بصارت ترک فرما دی تھی۔ [illegible] میں فوت ہوئے۔

شیخ عبدالحی اکبرآبادی

شیخ عبدالحی اکبرآبادی۔ آپ اعظم خلفائے حضرت مجدد الف ثانی سرہندی کے تھے۔ آپ نے تمام عمر رشد و ہدایت کی محفل جمائے رکھی آگرہ اور اس کے قرب و جوار میں مجددیہ کا سلسلہ پھیلا۔ [illegible] میں واصل بحق ہوئے۔ (تحفۃ الابرار وغیرہ)

مولوی عبدالربّ

عبدالرب علم ہندسہ کے ماہر تھے۔ ابوالفتح محمد علی شاہ والی لکھنؤ نے رصدگاہ قائم کرنا چاہی اس سے یہ منسلک کئے گئے اس کے مہتمم مسٹر ولکاکس تھے۔ ان کی اعانت سے بیں کی انگریزی کتاب رسالہ مساحت کا اردو میں ترجمہ کیا۔ یہ کتاب ڈپٹی امداد علی کے کتب خانہ میں تھی۔ ان کے وارثوں سے مولانا حکیم عبدالستار خاں علامہ فاضل نے خرید لی۔ یہ میرے مطالعہ میں بھی۔ حکیم صاحب موصوف لاہور میں مقیم ہیں۔ راقم سطور اور حکیم صاحب برادر مفتی محمد رمضان کے شاگرد ہیں۔

ڈپٹی عبدالرشید مرحوم

ڈپٹی عبدالرشید مرحوم ابن تحصیلدار عبدالعزیز ابن خان بہادر ڈاکٹر وزیرالدین ابن مولوی معین الدین فرخ آبادی۔ ڈپٹی صاحب مرحوم اپنے چچا منشی عبدالکریم میر منشی ملکہ وکٹوریہ کے ساتھ انگلستان گئے۔ وہیں تعلیم پائی۔ واپس آکر تحصیلدار ہوئے۔ آخر میں ڈپٹی کلکٹر متھرا میں لگے۔ آپ کو مقصود علی خاں وکیل محمود آباد کی بہن منسوب تھیں۔ ان کے کئی لڑکے ہیں۔ ایک صاحب زادہ محمد احمد مرحوم دوسرے صاحب زادہ کیپٹن محمود احمد رضا تیسرے صاحب زادہ منظور احمد سلمٗہ ناظم آباد میں مقیم ہیں۔ ڈپٹی صاحب کے ایک بھائی عبدالمجید صاحب حیدرآباد حیدرآباد میں مقیم ہیں۔ ان کو کپتان احمد حسین کی علی کی صاحب زادی منسوب ہیں۔ دوسرے بھائی محمد عبدالوحید عرف نواب چھبو میاں بھی حیدرآباد میں ہیں۔ یہ آگرہ کے بڑے زمیندار تھے یہاں بھی بفضلہ تعالیٰ معقول زمینداری ہے۔ ان کی بہن منشی سلطان احمد ابن منشی نظام احمد تعلق دار خیرآباد اودھ سے منسوب تھیں۔ گزشتہ ماہ ان کا انتقال ہوگیا۔ سلطان میاں حیدرآباد میں جوتے کا کاروبار کرتے ہیں۔ منشی نظام احمد مولانا عبدالحق خیرآبادی کے یک جدی تھے۔

عبدالصمد خاں اکبرآبادی

عبدالصمد خاں اکبرآبادی مخاطب بسیف خان الدولہ ابن عبدالکریم از احفاد خواجہ عبیداللہ احرار ست۔ اصلش از سمرقند و مولدش اکبرآباد عالمگیر کے عہد میں شش صدی منصب پر سرفراز تھے محاربہ مرہٹہ میں کارنمایاں کے ہفت ہزاری و خطاب غالب جنگ اور صوبہ دار لاہور کئے گئے۔

در سنہ خمس و مائہ والف بدار البقاشتافت۔

ذکریا خاں صوبہ دار لاہور ان کے صاحب زادہ تھے۔ (روز روشن صفحہ ۴۳۵)

عبدالصمد

عبدالصمد بن افضل محمد اکبرآبادی ہمشیرزادہ شیخ ابوالفضل علامی عالم بود۔ مکاتیب ابوالفضل جمع نمودہ۔ (روز روشن صفحہ ۴۳۶)

عبدالصمد نے اخبار اصفیا سنہ ۱۰۱۴ھ میں لکھی جس کا بڑا حصہ اخبار الاخیار سے ماخوذ ہے۔ اس سے پہلے سنہ ۱۰۱۱ھ میں انیس الغربا تالیف کی جو تصوف کے مباحث پر ہے۔ ایک مجموعہ اشعار کا بھی ہے۔ سنہ ۱۰۲۵ھ میں فوت ہوئے۔

شیخ عبد اللطیف اکبرآبادی

شیخ عبد اللطیف اکبر آبادی بن عبد اللہ عباسی۔ علمائے معاصر سے اکتساب علم کیا۔ لطائف الحدائق من نفائس الافائق۔ شرح بسیط بافارسی اعلیٰ حدیقۃ الحکیم سنائی الغزنوی۔

ان کی ایک کتاب خلاصہ احوال الشعراء ہے۔ یہ کتاب سنۃ ثمان وثلثین والف میں لکھی۔ (نذہۃ الخواطر جلد ۵ صفحہ ۲۲۶)

مولانا شیخ عبد العزیز اکبرآبادی

عبد العزیز بن عبد الرشید بن عبد الغفور حسینی، مدنی، مشہدی ثم اکبر آبادی۔ بختاور خاں عالمگیری مرات العالم میں لکھتا ہے کہ وہ عقلی و نقلی علوم کے کمال ذکاوت و ذہانت، اصابت برائے فصاحت اور خوش بیانی میں اپنے تمام معاصرین میں ممتاز تھے۔ اپنے والد مولانا عبد الرشید سے جو اپنے زمانہ کے اکابر علماء میں تھے تحصیل علم کی اور عنفوان شباب ہی میں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے تھے۔ چودہویں سنہ جلوس میں عالمگیر اکبر آباد آئے تو دربار میں شیخ عبد العزیز کا تذکرہ آیا اور ان کی بعض تحریریں اس کی نگاہ سے گزریں۔ اس نے بڑے اشتیاق اور لطف سے شیخ کو بلایا اور الطاف خسروانہ سے عرض بکر رکے منصب پر مامور کیا۔ شاہی دربار میں اشراف مکہ اور والئ یمن کے جو خطوط آتے تھے ان کے جواب کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ عربی، فارسی اور انشا میں یگانۂ عصر سمجھے جاتے تھے۔ قتادہ اول کتابوں پر حواشی لکھے جس سے اہل علم ان کی قوت فکر اور جدت طبع کے معترف ہوئے۔ عربی

فارسی ہندی میں شعر بھی کہتے تھے۔ ان کے اشعار کی رنگینی اور مضمون آفرینی کی تعریف مرات العالم میں کی ہے۔ (بزم تیموریہ صفحہ ۲۴۵)

کشف لغطا۔ رسالہ نفیسہ فی الکلام فارسی دیوان صاحب نذہۃ الخواطر تاریخ وفات یہ لکھتے ہیں

توفی سنۃ ثمان وثمانین والف

آپ کا تذکرہ ماثر عالمگیری میں بھی ہے۔ (نذہۃ الخواطر جلد ۵ صفحہ ۲۲۷)

شیخ عبد العزیز

کان ابن خال الشیخ محب اللہ العمری الہ آبادی۔ شیخ عبد العزیز نے شیخ محب اللہ سے علوم شریعت وطریقت کی تحصیل کی۔ دہلی گئے۔ شیخ عبد اللہ بن عبد الباقی نقشبندی سے فیض پایا۔ کمال محمد سنبھلی سے ملاقات کی۔ (الاسراریہ۔ نذہۃ الخواطر جلد ۵ صفحہ ۲۲۹)

مولوی عبد الغنی ضیا

مولوی عبد الغنی ضیا محسنی ابو العلائی خلف صوفی محمد ممتاز خاں سجادی ابو العلائی مرحوم پسر حاجی محمد حسن خاں اکبر آبادی علوم دینی کی تحصیل کے بعد بیس سال کی عمر میں شاہ سید محمد محسن ابو العلائی داناپوری سے بیعت کی اور خلافت پائی۔ حضرت محسن نے یہ قطعہ فرمایا ہے

عبدالغنی خدا کا بندہ ہے، دل غنی ہے — بخشا ہے اس کو محسن دست کرم خدا نے
یارب عطا ہو صدقہ عثمان رضؓ باحیا کا — تو بخش دے غنی کو کونین کے خزانے

کراچی آکر سلسلۂ نقشبندیہ ابوالعلائیہ کی خدمت کر رہے ہیں۔ راقم تذکرہ کے احباب سے ہیں۔ عبدالنعیم خاں انجم، عبدالسلیم خاں، عبدالوسیم خاں آپ کے اخلاف سے ہیں۔

سید عبدالقادر بخاری اکبرآبادی

سید عبدالقادر بخاری اکبرآبادی آپ مشائخ قادریہ سے تھے۔ شیخ بود صاحب کمال و علم و عمل و زہد و تقویٰ و ریاضت و عبادت۔ تمام روز در تدریس و شب نصف در تلقین و توجہ مریدان و نصف در عبادت گزرانیدی۔ سوائے قیلولہ نصف النہار خواب نہ کردی۔ صاحب مخبر الواصلین نے ۱۰۸۰ھ وفات کی تاریخ لکھی ہے۔ (خزینۃ الاصفیاء جلد ا صفحہ ۱۶۳ ۔ نزہۃ الخواطر جلد ۵ صفحہ ۲۴۰)

عبدالقادر انجینیئر

عبدالقادر انجینیئر بھوپالی احمیار خاں ٹھیکہ دار کی صاحبزادی منسوب تھیں۔ آپ سے ماسٹر عبداللطیف بی اے ہیں۔ عبداللطیف صاحب نے اور ماسٹر مہدی حسن ایم اے اور مولانا محمد ادریس نے شعیب محمدیہ سیکنڈری اسکول جیکب لائن پر قائم کیا۔ راقم سطور اور پروفیسر حافی العتیق صاحب کے سپرد کر دیا۔ بفضلہ ترقی پذیر حالت ہے۔ ماسٹر عبداللطیف کے صاحب زادے ڈاکٹر جاوید ہیں۔

عبدالکریم اکبرآبادی

احد القراۃ المشہورین فی عصرہ کان مکفوف البصر مکشوف البصیرت، حفظ القرآن واخذ القراۃ والتجوید عن شیخ عبدالملک القاری اکبرآبادی وحفظ القصیدہ الشاطبیہ مع معانیہا و غرائبہا وحفظ القرات السبع مع اربع عشرہ روایۃ۔ وگلزار ابرار۔ نزہۃ الخواطر جلد ۵ صفحہ ۲۲۴)

منشی عبدالکریم اکبرآبادی

منشی عبدالکریم اکبرآبادی میر منشی نواب گورنر جنرل۔ ملا ولی محمد سے تلمذ تھا تاریخ سے دلچسپی تھی آپ نے ۱۸۲۴ء/ ۱۲۰۹ھ میں سیر المتاخرین کا خلاصہ اردو میں کیا۔ اس کا نام زبدۃ التواریخ رکھا۔ یہ کتاب شائع ہو گئی ہے۔ (یو۔ پی میں اردو)

منشی عبدالکریم

حافظ عبدالکریم ابن خان بہادر ڈاکٹر وزیر الدین ابن مولوی معین الدین۔ رسمی تعلیم پائی۔ نواب جاورہ کے وکیل رہے۔ ملکہ وکٹوریہ کی طلبی

پر انگلستان گئے۔ ملکہ کے انڈین پرائیویٹ سکرٹری کے عہدہ پر ممتاز ہوئے۔ پھر ملکہ کو اردو پڑھانے لگے۔ استاد کہلائے۔ ملکہ کے مرنے کے بعد وطن آ گئے۔ وکل کمیٹی اہل اسلام کے سکرٹری کئے گئے۔ آپ خانہ میرعبداللہ مبارک منزل کے متولی تھے۔ آپ کے برادر کلاں تحصیلدار عبدالعزیز اور بڑے بہنوئی ڈاکٹر الہام اللہ شہابی ابن خان بہادر مفتی انعام اللہ شہابی گوپاموی تھے۔ منشی صاحب نے قیصری یتیم خانہ کو مکانات عطا کئے۔ آپ کے برادر زادہ ڈپٹی علی رشید تھے۔ ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے۔ پنچکیوں میں مزار ہے۔ (صحیفہ زریں)

میر عبداللہ تبریزی

میر عبداللہ تبریزی مشکین قلم شاہ نعمت اللہ ولی کی اولاد سے تھے۔ طریقت میں شیخ فیض اللہ چشتی سہارنپوری کے خلیفۂ اعظم تھے ۱۰۲۵ھ میں واصل بحق ہوئے۔ (بوستان اخیار)

حکیم عبداللہ اکبرآبادی

حکیم عبداللہ اکبرآبادی فن طب حکمت کے ماہر تھے۔ ہمدم بخت نامی رسالہ طب میں لکھا۔ بختاور خاں عالمگیری متوفی ۱۰۹۶ھ کے مصاحب دہم دم تھے۔ (مرآت العالم۔ نزہۃ الخواطر جلد ۵ صفحہ ۲۵۷)

مولانا عبداللہ

مولانا عبداللہ بن یعقوب بن نصیرالدین انصاری ہاشمی ملتانی ثم اکبرآبادی۔ علمائے عصر سے علوم تحصیل کئے۔ سیاحت کی۔ واپس آکر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ کثرت سے بندگان کے شاگرد تھے۔ توفی لعشرین من شوال سنۃ ست وارعبین وتسع مایۃ باکبرآباد۔ (اخبار الاصفیاء۔ نزہۃ الخواطر جلد ۴۔ صفحہ ۲۱۰)

امیر عبداللہ احراری

امیر عبداللہ احراری خطیب وقت خود بودند و مرید خال خود محمد یحییٰ ابوالفیض احراری۔ بظاہر نوکری اختیار نمودہ۔ اکبر کے عہد میں پانچ صدی منصب پر آپ سرفراز ہوئے۔ آخر عمر میں نظامت صوبہ داری برہان پور آپ کو تفویض ہوئی۔ وفات بست دوم ذیقعدہ کو ہوئی۔ جمنا پار میں مزار ہے۔ (انوار العارفین صفحہ ۴۷۳)

شیخ عبداللہ شطاری

شیخ عبداللہ بن بہلول بن جاند بن جنید بن محمد بن برہان الدین بن عزالدین محمود بن نجم الدین احمد بن شمس الدین العثمانی الہروی سندیلوی ثم اکبرآبادی۔ آپ سندیلہ میں ۱۰۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علم کے لئے گوپامو پہنچے۔ شیخ اللہ داد بن سعد اللہ عثمانی گوپاموی سے نحو و صرف کی تحصیل کی پھر

بدایوں لے گئے۔ وہاں سے دہلی آئے۔ شیخ معز الدین بخاری سے تلمذ اختیار کیا۔ یہ مدرسہ دہلی کے مدرس تھے۔ کافیہ تک یہاں پڑھا حصار میں ان دنوں مولانا برہان الدین ملتانی کا درس جاری تھا ان کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ بعض کتب درسیہ کا سبق لیا۔ پھر گجرات جا کر علامہ وجیہ الدین سے فنون کی تکمیل کی اور ہدایہ و اصول بزدوی شیخ مبارک فاضل گوالیری سے پڑھی۔ حدیث اور اس کے اصول کی تکمیل شیخ عبد الاول حسینی دولت آبادی سے کی۔ فصوص الحکم کی سند شیخ مصطفےٰ اردی سے لی۔ طریقہ شطاریہ میں حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری کے مرید ہوئے اور ان سے "اجازہ" لیا۔ پھر حج کو گئے۔ عرصہ تک مدینہ منورہ میں رہے پھر ہند لوٹ آئے۔ احمد آباد میں قیام کیا۔ یہاں درس و تدریس میں مشغول رہے اور یہیں شادی کی پھر گوالیار گئے وہاں سے آگرہ آکر مقیم ہو گئے۔ ان کے خلف عبد الغنی نے آپ کے ملفوظات جمع کئے جن کا نام جامع الکلم ہے سراج السالکین و کنز الاسرار فی اشغال الشطاریہ و شرح رسالہ غوثیہ و اوراد صوفیا و انیس المسافرین و اسرار دعوت و رسالہ صوفیہ آپ کی تصانیف سے ہیں۔ آگرہ میں جمادی الاول سنہ [illegible]ھ میں فوت ہوئے مزار آگرہ میں ہے۔ گلزار ابرار میں آپ کے حالات تحریر ہیں۔ (نزہۃ الخواطر جلد ۵ صفحہ ۲۵۰)

خانصاحب عبد المجید خاں

خانصاحب عبد المجید خاں لودی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بھرت پور پولیس ابن محمود خاں مختار۔ محلہ شاہ گنج میں قیام تھا۔ بیانہ کے قاضی زادوں میں سے تھے۔ ڈاکٹر وزیر الدین سے قرابت قریبہ تھی۔ ان کے صاحب زادے انوار الحسن لودی آگرہ کے مشہور اور نامور وکیل ہیں۔ دوسرے صاحب زادے اقبال الحسن لودی بی۔ اے حیدر آباد سندھ میں مشہور وکیل ہیں۔ راقم سطور کے خان صاحب خالہ زاد بھائی تھے۔ سنہ ۱۹۶۲ء میں ان کا انتقال ہوا۔

مولانا عبد المجید باجوڑی

عبد المجید کم عمری میں آگرہ آگئے تھے حضرت مولانا سعادت اللہ اسرائیلی کی سایہ عاطفت میں درس نظامیہ کی تکمیل کی اور حضرت مولانا نے اپنی دختر منسوب کی۔ سینٹ جانس کالج میں لکچرر عربی کے ہوئے پھر مشن کالج پشاور میں پروفیسر ہو گئے۔ آگرہ آتے جاتے رہے۔ مولوی انعام اللہ خاں مرحوم کے احباب خصوصی سے تھے۔ حیات جمال الدین حسن افغانی اور چند کتب تصنیف کیں۔ تفسیر قرآن مرتب کی۔ ترتیب میں مشورہ خان صاحب اور مولانا سعادت اللہ قدس سرہٗ سے کیا۔ یہ تفسیر معرکہ کی لکھی۔ افسوس طبع نہ ہو سکی۔ میرے بھی برادرانہ تعلقات تھے۔ سنہ ۱۹۳۰ء سے پہلے واصل بحق ہوئے۔ بڑے خوبیوں کے بزرگ تھے۔ آپ کے صاحبزادے کراچی میں مقیم ہیں۔

مولانا عبد المومن

مولانا عبد المومن بن محمد بن الخلیل الچشتی اکبر آبادی۔ آپنے والد سے تلمذ تھا۔ فریضہ حج ادا کیا اور مختلف شہروں کی سیاحت کی۔ پھر واپس وطن آئے یہ زمانہ سکندر لودی کا تھا۔ (احد کبار المشائخ) باپ سے خرقہ خلافت پہنا۔

مات فی غرہ شوال و سبعین و تسع مائۃ۔ بمدینۃ اکبر آباد ۔۔۔۔۔ (گلزار ابرار، اخبار الاصفیاء و نزہۃ الخواطر جلد ۴ صفحہ ۲۱۹)

Scanned with CamScanner

شیخ عبدالوہاب

شیخ عبدالوہاب بن ابی الفتح مکی اکبرآبادی۔ آپ نے شیخ مبارک بن شہاب گوپاموی سے علوم کی تحصیل کی۔ آپ محدث تھے۔ الشیخ العالم المحدث وکان عالماً جلیلا۔ آپ صاحب درس وتدریس تھے۔

مات فی غرہ شعبان سنۃ سبعین وتسع مائۃ بمدینۃ آگرہ۔ (گلزار ابرار۔ نزہۃ الخواطر جلد ۴ صفحہ ۳۲۲)

مرزا عرفان علی بیگ

مرزا عرفان علی بیگ خلف مرزا احمد علی بیگ برلاس آگرہ کالج میں تعلیم پائی۔ باندہ میں سررشتہ دار ہوگئے۔ پھر تحصیلدار ہوئے۔ ڈپٹی کلکٹری سے پنشن لی۔ آئی ایس۔ او خطاب پایا۔ آخر عمر میں مدرسہ عالیہ جامع مسجد آگرہ سے سند حدیث لی۔ ۱۹۲۹ء میں ان کا انتقال ہوا۔ صبح کے دو گھنٹے۔ الخاتون۔ آداب الہند۔ عیار شہزادہ۔ سفرنامہ حجاز یادگار رسم ہیں۔ (یو۔ پی میں اردو صفحہ ۴۷)

حضرت سید عرفان علی شاہ

عرفان علی شاہ ابن حکیم سید قدرت علی ابن حکیم سید مہر علی۔ رسمی علوم سے واقف، بڑی خوبیوں کے بزرگ ہنس مکھ چہرہ، لباس فاخرہ پہنتے تھے۔ کم سخن۔ شیخ فیاض الدین احمد سلیمی سے بے حد مراسم تھے۔ راقم سطور پر بھی آپ کی نوازشات بے حد تھیں۔ ۱۳۳۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (بوستان اخیار صفحہ ۱۳۲)

شاہ عظمت اللہ اکبرآبادی

حضرت شاہ عظمت اللہ اکبرآبادی۔ علمائے عصر سے اکتساب علم کیا اور مرید شیخ عبداللطیف کے تھے۔ وہ مرید شیخ بدرالحسن اور شیخ محمد الوجیہ شکر بار کے مرید وخلیفہ تھے۔ اپنے زمانہ کے شیخ المشائخ علامہ مرزا ہد ہروی کے ہم عصر حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی دوران قیام آگرہ میں ان کی خدمت میں آتے اور ان سے چشتیہ و سہروردیہ سلسلہ میں بیعت کی اور اجازت لی۔ ۱۴ ربیع الاول ۱۱۳۳ھ کو واصل بحق ہوئے۔ (انفاس العارفین۔ بوستان اخیار صفحہ ۱۳۴) سلسلہ نسب یہ ہے۔ حضرت شاہ عظمت اللہ اکبرآبادی ابن سید عبداللطیف بن سید بدرالدین بن سید جلال متوکل۔

سید علاء الدین مجذوب

سید علاء الدین مجذوب ابن سید سلطان ابن سید حسن حسینی۔ سید حسن مدینہ سے ہندوستان آئے اور دہلی میں قیام کیا۔ سید علاء الدین آگرہ میں رونق افروز عہد بابری میں ہوئے۔ آپ قطب وقت سے تھے۔ شیخ حاتم سنبھلی، شاہ رفیع الدین محدث ہر ایک آپ سے عقیدت رکھتا تھا۔ ملا مبارک بھی خدمت

ہوتے تھے۔ ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ میں واصل بحق ہوئے۔ مزار دربار شاہ جی میں ہے۔ آپ کے مزار کے متولی مہر علی صاحب تھے۔ اسی خاندان سے داروغہ عاشق علی تھے جن کے نواسے سید ظہور علی ایم اے پرنسپل انجمن اسلامیہ سیکنڈری اسکول ہیں۔ حضرت علاء الدین کا مفصل تذکرہ بوستان اخیار میں ہے۔

مولوی علیم اللہ خاں اکبرآبادی

مولوی علیم اللہ خاں اکبرآبادی ولد رحیم خاں۔ والد ماجد کاروبار کرتے تھے اس کے بعد راجہ بھرت پور کے پاس ملازم ہو گئے۔ علیم اللہ خاں صاحب نے ابتدائی عربی، فارسی اور انگریزی میں مہارت پیدا کی اور ریلوے میں ملازم ہو گئے۔ بڑے خوددار، کنبہ پرور، محنتی اور خدا ترس شخص تھے گویا سچے مسلمان صوم صلوٰۃ کے پابند خود ہی اپنی ذاتی محنت سے ریلوے کے کئی امتحانات کامیاب کر کے اسٹیشن ماسٹر تک ترقی کی۔ ڈاکٹر احمد حسین ساکن صابون کٹرہ کی صاحبزادی سے شادی ہوئی۔ آپ کو اسلام کی ترقی و بہبودی کا بڑا شوق تھا۔ ایک پرجوش مبلغ اسلام تھے۔ مدرسہ شعیب محمدیہ آگرہ کی وقتاً فوقتاً امداد کرتے تھے۔ اپنی ضعیف والدہ مرحومہ کا برخلاف رواج زمانہ چہلم معمولی طریقہ سے کیا اور پوری رقم مدرسہ شعیب محمدیہ کو بطور صدقہ جاریہ نذر کر دی۔ اپنی بہن یعنی میری والدہ ماجدہ کو سال دو سال بعد حیدرآباد تشریف لائے اور مع بچوں کے لیجا کر چھ ماہ مہمان رکھتے اور پھر پہنچا جاتے۔ آخر زندگی کے زمانہ میں اسٹیشن کے کام سے فرصت ہوتی تو گاؤں گاؤں کا دورہ کرتے۔ وہاں کی مسجدوں اور گاؤں والوں کو مسائل اور تعلیم اسلام سے واقف کرانا آپ کا لائحہ عمل تھا اور ایک مسجد کو جس پر آریہ قوم کا قبضہ تھا اپنی کوشش و سعی سے چھڑایا اور اس کو آباد کیا تھا۔ ہزارہا جاہل مسلمانوں کو فتنہ شدھی سنگٹھن سے محفوظ رکھا۔ اور اس وجہ سے آریہ قوم آپ کی سخت دشمن ہو گئی تھی۔ بالآخر آپ کو جبکہ آپ اسٹیشن میں رات کی ڈیوٹی کی وجہ سے آرام فرما رہے تھے کسی آریہ نے بندوق سے شہید کر دیا۔ اس زمانہ میں آپ اسٹیشن منڈاکر پر کارگزار تھے۔ لاش آگرہ لائی گئی اور احاطہ درگاہ حضرت سیدنا امیر ابو العلا میں دفن کی گئی۔ ہزارہا لوگوں نے جنازہ میں شرکت فرمائی۔ آگرہ میں ایک کہرام مچ گیا تھا۔ آپ کے دوست مولانا بدر الحسن بدر سہسوانی نے قطعہ تاریخ کہا تھا جس کے بعض اشعار بے ترتیب ذہن میں محفوظ ہیں۔ آپ کی شہادت کا حال اور میرا مضمون آگرہ کے اخبار فرشتہ میں چھپا تھا۔ غالباً یہ واقعہ ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۸ء کا ہے۔ قطعہ وفات کے بعض اشعار درج ذیل ہیں:-

جو کہ اسلام کا معاون تھا — اس نے دنیائے دوں سے منہ موڑا
تھے منڈاکر میں ریلوے بابو — گاڑا اسلام کا وہاں جھنڈا
اسم مشہور ہے علیم اللہ — ہائے بندوق سے کیا ٹھنڈا
سرد ہائے کے دل کے کہدے — چھٹے کھیٹے دریغ۔ وا ویلا!

مرحوم مجھے بہت چاہتے تھے اور تبلیغ کے سلسلہ میں فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو عیسائی مشنری اپنے مذہب کی کیسی تبلیغ کرتی ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں چھوٹے چھوٹے پمفلٹ تقسیم کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو یہ توفیق نہیں۔ ؛ درس۔ بعد وفات آپ کی صاحبزادی خورشید بیگم احقر سے منسوب ہوئی تھیں۔ افسوس کہ وہ بھی دو تین سال ہی میں بعارضہ دق داغ مفارقت دے گئیں۔ اور مرحوم علیم اللہ خاں صاحب کے صاحبزادے نعیم اللہ بھی نوجوانی میں اللہ کے پیارے ہو گئے۔ مولوی علیم اللہ خاں صاحب کے ہم زلف معصوم علی صاحب ریلوے میں ٹائپسٹ تھے اور ان کے صاحبزادے ڈاکٹر اظہر علی غالباً کراچی میں موجود ہیں۔ (سخاوت مرزا بی۔ اے۔

عالی قادر علی خاں

منشی قادر علی خاں ابن مولوی احمد خاں متخلص بہ صوفی۔ استعداد علمی معقول تھی۔ لوکل کمیٹی اہل اسلام کے ممبر ایک عرصہ تک رہے۔ تاج گنج وارڈ کی طرف سے ممبر میونسپل بورڈ کے تھے۔ مطبع مفید عام کو ترقی دی۔ راقم سطور سے بے حد تعلق تھا۔ اکثر غریب خانہ پر تشریف لاتے۔ مولانا غلام امام شہید میرے جد کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ان کے مولوی احمد خاں صوفی شاگرد تھے۔ اس پاس داری کو آخر تک منشی صاحب نے نباہا۔ ان کے بھائی مولوی ناصر علی خاں مصنف تاریخ انبیاء اور ڈپٹی باسط علی خاں بھی بزرگانہ طور سے ملتے تھے۔

عالم قمر اکبر آبادی

جناب قمر الدین خاں صاحب قمر افغانی یوسف زئی ساکن محلہ پھلٹی۔ تحصیل علم جناب مولوی مصلح الدین صاحب فتح پوری و حاجی مجددی محمد مہدی بریلوی سے کیا۔ پرچہ اسعد الاخبار آپ کی زیر ادارت نکلتا تھا۔ تاریخ حکمائے یونان آپ کی تصنیف سے ہے ۔

اپنا مجھے مرید کیا دم میں اے قمر ٭ مرشد ہے اہل دل کا خانہ خراب عشق

علی حسین قیصر اکبر آبادی

جناب مرزا علی حسین قیصر ابن مرزا علی اعظم نبیرہ مرزا حاجی حسن شال فروش۔ آپ وکیل سررشتہ دیوانی اور مالک مطبع حیدری تھے۔ جناب نیر شکوہ آبادی کے ہم نشین اور مرزا حاتم علی مہر کے شاگرد۔ سنہ ۱۳۰۰ھ میں انتقال فرمایا۔

خانۂ جسم میں کس شان سے مہمان ٹھہرا ٭ اک پہلو میں جگہ تیر کا پیکاں ٹھہرا

عبداللہ کریم الدین

مدرسہ آگرہ میں مدرس دوم تھے۔ فارسی عربی کے بڑے فاضل۔ آپ نے مقامات حریری کا ترجمہ شرح فارسی میں کیا۔ یہ کتاب شائع ہو گئی جس کا نسخہ صوفی اسلام اللہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ سنہ ۱۸۴۷ء کے بعد واصل بحق ہوئے۔ (یو پی میں اردو صفحہ ۳۵)

مولوی علی احمد خاں

مولوی علی احمد خاں ابن مولوی غلام مصطفےٰ خاں ابن نجف خاں لودی سنہ ۱۸۵۲ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی محمد قدیر سہسوانی اور مولوی ہدایت اللہ تلمیذ رشید مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے علوم معقول و منقول کی تحصیل کی۔ اس کے بعد وکالت کا امتحان دیا۔ کامیاب ہوئے۔ آگرہ میں وکالت شروع کی۔ معاصرین کالکا پرشاد۔ پربھو دیال سے وکلاء میں امتیازی درجہ رکھتے تھے۔ غریب مسلمانوں کا مقدمہ بڑی دلجوئی سے لڑاتے تھے

اور بعض وقت مختار بھی رہ لیتے تھے۔ قومی کاموں میں لگے رہتے۔ آپ قدیم۔ بانی مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے ممبر تھے۔ آگرہ میں انجمن ہدایت الاسلام مولانا عبدالحق مفسر تفسیر حقانی کے ارشاد پر قائم کی جس کے آپ ہی سکریٹری تھے۔ انجمن کی طرف سے دینیات کے مکاتب قائم کئے۔ مولوی حفیظ اللہ ٹونکی اکبرپوری منصرم تھے۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں، مولانا شوکت علی۔ مولانا عبدالحق حقانی، بے نظیر شاہ سے حضرات آپ کے احباب سے تھے حاجی وارث علی شاہ دیوی کے مرید تھے۔ مجموعہ حدیث تیار کیا تھا۔ مولوی زیارت علی خاں مجسٹریٹ میرے عم ڈاکٹر الہام اللہ شہابی، مولوی شمس الدین سب جج۔ شیخ فیاض الدین ابوالعلائی سیلی، خواجہ فیاض حسین، مولوی انعام اللہ خاں سے حضرات آپ کے یہاں جمع ہوا کرتے تھے۔ آپ کے خلف ابرار احمد خاں تھے۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں انتقال ہوا۔ خان بہادر ممتاز محمد خاں بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی شکوہ آبادی، اور محسن علی خاں فتح آبادی آپ کے داماد تھے۔ ممتاز محمد خاں نے کراچی میں ۱۹۶۳ء میں انتقال کیا۔ (دیوپایی اردو۔ شاعر آگرہ نمبر ۱۹۳۶ء)

مولوی علی امجد خاں

مولوی علی امجد خاں ابن غلام مصطفےٰ خاں فتح آبادی۔ آپ نامور فوجداری کے وکیل تھے۔ آپ کا دسترخوان وسیع تھا۔ آپ کے نواسے عبدالعلی خاں ابن مہدی علی خاں وکیل برادر زادہ محسن علی خاں فتح آبادی داماد مولوی علی احمد خاں وکیل مرحوم۔ محسن علی خاں کے صاحبزادے محمد ادریس ٹنڈو آدم میں مقیم ہیں۔ زمینداری شغل ہے۔ عبدالعلی خاں کو راقم سطور کی دختر منسوب ہے۔ مصطفےٰ علی خاں میرا نواسہ ہے۔ تعلیم پا رہا ہے۔

خواجہ علی محمد

خواجہ علی محمد بن خواجہ عالم بن خواجہ امان بن خواجہ محمد خاں رئیس شگنا پور دکرارہ نبیرۂ حضرت خواجہ عبیداللہ نقشبند قدس سرہٗ العزیز۔ خواجہ علی محمد نے رسمی تعلیم پا کر میرے عم محترم ڈاکٹر الہام اللہ سے کمپوڈری کا فن تحصیل کیا۔ یہی مشغلہ تمام عمر رہا۔ ڈاکٹر مراری لال کے دواخانہ کے انچارج تھے۔ آپ کے مضمون نگاری کی شہرت تھی۔ اودھ پنچ۔ آگرہ پنچ میں آپ کے بڑے دلچسپ مضمون شائع ہوئے تھے۔ فن مسمریزم سے واقف تھے۔ راقم سطور ان کو بڑے بھائی کی طرح سمجھتا تھا۔ ۸ جنوری سنہ ۱۹۳۳ء کو انتقال ہوا۔ برادر زادہ خواجہ امیر احمد صبا اکبرآبادی ان کے خلف ارشد ہیں جو مثل میری اولاد کے ہیں۔ آج کے صف اول کے شعراء میں سے ہیں۔ مرزا غالب کے دیوان کی تضمین علمی کارنامہ ہے۔ رسالہ مشورہ کے ایڈیٹر رہے۔

مولانا شیخ عمادالدین

مولانا شیخ عمادالدین فضلائے روزگار تھے۔ عہد اورنگ زیب سے لے کر فرخ سیر تک آپ کے درس تدریس کی شہرت تھی۔ قاضی سراج الدین خان آرزو نے آگرہ آکر جملہ علوم منقول و معقول کی تکمیل کی۔ خود آرزو نے اپنے تذکرہ مجمع النفائس میں ان کا ذکر کیا ہے۔ سفینہ خوشگو میں بھی شیخ کا ذکر ہے۔ (دبستان اخبار صفحہ ۱۲۳)

سید عنایت حسین

سید عنایت حسین پیشکار کلکٹر کے رہے۔ ذی علم و ذی لیاقت تھے۔ آپ کے والد مفتی رحیم اللہ صدر مدرس مدرسہ عالیہ آگرہ تھے مفتی صاحب کا ذکر تاریخ صحافت جلد سوم میں مولانا امداد صابری دہلوی نے کیا ہے۔

عنایت حسین کو میر فیض علی بریلوی کی دختر سے منسوب تھیں۔ ان سے اسٹرنوازش حسین، عشرت حسین انجینیر، اشراق حسین مرحوم ہیں۔ اشراق حسین کے خلف ڈاکٹر ارشاد حسین قریشی، ان کے صاحبزادے اشتیاق حسین ڈویژنل انجینیر اور خالد حسین مکینیکل انجینیر ہیں۔ عشرت حسین کے صاحبزادے جج سید عترت حسین ہیں۔ جو آجکل تجارت میں مشغول ہیں۔

مولوی سید عنایت علی

سید عنایت علی ابن میر اوصاف علی وارثی اکبر آبادی۔ سید عنایت علی وارثی المتخلص بہ رضوی یکم اکتوبر ۱۸۹۳ء مطابق ۲۱ ربیع الاول ۱۳۱۱ھ موافق ۱۰ ماہ کنوار بدی سمت ۱۹۵۰ بکرمی اتوار کے دن علی الصباح اجمیر شریف میں پیدا ہوئے۔ یہ میر اوصاف علی ابن میر بشارت علی اکبر آبادی کی دوسری بیوی مسماۃ سلطانہ بیگم بنت مولوی مراد علی ہشیار ایڈیٹر راجپوتانہ گزٹ اجمیر کے بڑے صاحبزادے تھے (میر صاحب کے لئے دیکھیے آگے صفحہ) آپ کے والد صاحب بسلسلۂ ملازمت سرکار اجمیر شریف میں رہے اس لئے وہیں آپ پیدا ہوئے اور وہیں گورنمنٹ کالج اجمیر میں انٹرنس تک تعلیم پائی اور اس کے بعد ایم۔ اے اور علی گڑھ کالج سے ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی تک تعلیم حاصل کی۔

زمانۂ تعلیم میں بڑے بڑے بزرگوں سے تلمذ حاصل رہا مثلاً حافظ محمد بخش پنجابی مرحوم سے جو ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے ختم قرآن پاک کیا اسکول میں داخل ہونے سے پہلے اردو اپنے خالو مولوی سید نیاز احمد مائل سے پڑھی۔ اسکول کے زمانہ میں برابر امتیازی درجہ حاصل کرتے رہے اور متعدد انعامات حاصل کئے۔ مولوی سید بدر الدین قریشی صاحب خزینۂ لغت سے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولوی حمید اللہ خاں یوسف زئی مولف لسان و مطالعۂ لسان وای۔ الف ہیرس صاحب پرنسپل گورنمنٹ کالج قابل ذکر ہیں۔

دوران تعلیم میں ہی آپ نے آل انڈیا محمڈن ایجوکیشن کانفرنس کی تحریک پر بچوں کے لئے ایک مختصر رسالہ علمی ذہانت بڑھانے کے لئے تالیف کیا جس میں اردو، ہندی، فارسی کی پہیلیاں جمع کیں۔ اس پر کل ہند انعام ملا۔ اس کا پہلا ایڈیشن علی گڑھ سے چھپا اور دوسرا ایڈیشن کراچی سے چھپا اور بے انتہا مقبول ہوا۔

بعد فراغت تعلیم آپ نے ریلوے میں ملازمت کی اور ۱۹۲۰ء آگرہ میں مولوی سید استقامت علی صاحب کی صاحبزادی سے شادی کی جو واصف حسین واصف اکبر آبادی کی بھانجی ہیں۔ ان سے آپ کے پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔ سید شرافت علی شرافت، سید نجابت علی خسرو افسر انکم ٹیکس، سید شجاعت علی نظامی سول انجینیر، سید لطافت علی سول انجینیر اور ڈاکٹر سید شفاعت علی وارثی۔

آپ کی لڑکیاں بالترتیب سید عبدالسلام اکبر آبادی، ڈاکٹر نور الحسن صدیقی، پروفیسر سید محمد زبیر کو بیاہی گئی ہیں۔ چوتھی ارجمند بانو

زیرِ تعلیم ہیں۔

نہایت صاحب ایم اے او کالج کے قدیم طلبا میں سے تھے اور اردو کے صفِ اول کے ادیب اور شاعروں میں سے تھے۔ ساغر نظامی کے افسانوں کے مجموعہ کہکشاں کا دیباچہ آپ نے لکھا جو کلاسیکی ادب کا مقام رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے مضامین اردو کے چوٹی کے رسائل مثلاً شاعر، ایشیا، پیمانہ وغیرہ میں چھپتے رہے۔

شاعری میں جوانی سے ہی آپ نے صرف نعت گوئی کو اپنا شعار بنا لیا اور اعلیٰ درجہ کی نعتیہ شاعری کی۔ اجمیر شریف میں آل انڈیا مشاعرہ نعت کمیٹی کی بنیاد رکھی جس میں جگر مراد آبادی نے بھی ایک مرتبہ حصہ لیا۔ یہ مشاعرے درگاہ غریب نواز کے محفل خانہ میں ہوا کرتے تھے۔ جگر کی مشہور نعت اسی محفل خانہ کے طرحی مشاعرے میں سنی گئی۔ "اک رند ہے اور مدحتِ سلطانِ مدینہ"

میر صاحب کا نمونہ کلام یہ ہے ؎

بنایا امتی اپنا پھر اس پر درد دل بخشا
قسم کھا کر یہ کہتا ہوں عنایت پر عنایت ہے

آپ کی ساری عمر قوم کی خاموش خدمت میں گزری۔ مولانا محمد علی رئیس الاحرار کو آپ نے انجمن خدام کعبہ کے لئے اپنے خون سے حلف نامہ لکھ کر دیا تھا۔ آپ کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو آپ کا تصوف سے لگاؤ تھا جس نے باوجود انگریزی کی اعلیٰ تعلیم کے آپ کو صوفی منش اور فقر پسند رکھا جس کی وجہ یہ تھی کہ ۱۹۰۵ء میں آپ نے بارہ برس کی عمر میں حضرت قطبِ دوراں حاجی وارث علی شاہ رحمت اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

آپ کی بیعت کا واقعہ جو آپ کی زبانی سنا گیا یہ ہے کہ :-

"جب مجھے سرکار کے سامنے پیش کیا گیا تو میں آپ سے بالکل قریب جا کر بیٹھ گیا اور چہرے کو تکنے لگا۔ سب بہن بھائی مرید ہوتے رہے لیکن میں حضور پرنور کے چہرۂ اقدس کو دیکھتا رہا۔ اور سب مجھے اشارے بھی کرتے رہے لیکن میری طرف سے مایوسی ہوئی تو سرکار عالم پناہ نے خود فرمایا کہ "سنو سنو! ہاتھ پکڑو اور کہو۔ ہاتھ پکڑتا ہوں پیر کا، پنجتن پاکؑ کا اور خدا اور رسولؐ کا۔" یہ کہہ کر میرے دو تکے پیٹھ پر رسید کئے اور کہا "جاؤ بچی"

میر صاحب کی زبان سے اکثر واقعات ایسے سنے گئے جو محیّر العقول تھے۔ ان واقعات کی تفصیل سے ہم مصلحتاً گریز کرتے ہیں۔

آپ کے والد صاحب مرحوم کے لئے حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ یہ دنیا میں پھنسا ہے بالکل اسی طرح آپ بھی دنیا میں پھنسے رہنے کے باوجود بڑے صاحب باطن تھے۔ اکثر آپ فرماتے رہتے تھے کہ جمالیات کا علم انسان کے لئے بہت ضروری ہے کیونکہ "ان اللہ جمیل و یحب الجمال" اللہ پاک جل شانہٗ ہر چیز میں حسن کا قائل ہے اور نہایت ہی حسین امتزاج سے کائنات کو تشکیل دئے ہوئے ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اپنی زندگی میں بالخصوص اخلاق میں حسن پیدا کرے۔

پاکستان آنے کے بعد آپ اسپیشل مجسٹریٹ مقرر ہوئے اور گیارہ رمضان ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۱ مارچ ۱۹۵۹ء کو لبیک دنیا جس داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ بوقت وداع آپ نے سجدہ کیا۔ چنانچہ آپ کے صاحب زادہ سید سخاوت علی خسرو نے آپ کی تاریخ وفات پر جو قطعہ کہا اس میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ؎

سید عالی نسب آں مظہر شانِ خدا　　قبلہ با کعبہ با صاحب جود و سخا

در مہ رمضان روز یازدہ در وقت عصر　　سجدہ ہا می کرد پیش آستانِ کبریا

گفت ہاتف خسرو آں وارثی وقادری

رفت از دار فنا بار حمتِ خاص الہ"

۸ ۱۳ ھ

نواب مرزا اسد اللہ خاں غالب اکبرآبادی

مرزا اسد اللہ خاں غالب المعروف بہ میرزا نوشہ المخاطب بہ نجم الدولہ، دبیر الملک اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ المتخلص بہ غالب خلف عبد اللہ بیگ خاں عرف میرزا دولہا بسلسلۂ نسب افراسیاب بادشاہ توران سے ملتا ہے۔ سنہ ۱۲۱۲ھ میں کالے محل کے متصل والی حویلی میں پیدا ہوئے۔ یہ پانچ برس کے تھے کہ ان کے باپ الور کے قریب ایک جنگ میں کام آئے۔ اس وقت ان کے چچا نصر اللہ بیگ مرہٹوں کی طرف سے آگرہ کے صوبہ دار تھے۔ انہوں نے ہی مرزا کو پالا۔ ان کے مکان کے قریب مولوی محمد معظم کا مکتب تھا جہاں مرزا صاحب نے تحصیل علم کی ابتدا کی۔ محمد کامل علمائے عصر میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ محمد معظم فارسی ادب کے مایۂ ناز ماہر تھے۔ اور محمد کامل نجوم ہیئت و ہندسہ میں یگانۂ روزگار اور وحید قرن اور اوداد تھے۔ (گلستان سخن صفحہ ۲۶۲) ایسے لوگوں کی صحبت نے مرزا کو صاحب کمال و علم بنا دیا۔

مرزا علوم درسی کی تحصیل گو طالب علمانہ طور سے نہ کر سکے لیکن بقول خود ان کی طبیعت کو فارسی سے مناسبت ازلی تھی۔ شوقِ زبان نہ گیا۔ چودہ ۱۴ برس میں ملا عبد الصمد ایرانی کی دو ۲ برس صحبت میسر آئی مگر زیادہ تر مبدۂ فیاض سے مستفید ہوئے۔ سہ

آنچہ در مبدۂ فیاض بود آن من است　　گل جدا نہ شدہ از شاخ بدامانِ من است

مرزا غالب مع اپنے چھوٹے بھائی کے سنِ شعور تک آگرہ ہی میں رہے۔ سنہ ۱۲۲۵ھ میں بعمر تیرہ سال ان کا عقد نواب فخر الدولہ کے برادر مرزا الٰہی بخش خاں معروف کی دختر نیک اختر کے ساتھ ہو گیا۔ اس تقریب سے دہلی آنا جانا ہوا۔ آخر کار دہلی ہی میں سکونت اختیار کر لی۔ آگرہ کے قیام میں جس محلہ میں رہتے تھے وہ اس وقت علمی مرکز بنا ہوا تھا۔ وہیں ملا ولی محمد شارح مثنوی مولانا روم رہتے تھے۔ وہیں ان کے صاحب زادے مولوی شمس الضحیٰ و بدر الدجیٰ رہتے تھے اور ان کے ہمشیر زادہ مولوی اعظم علی مترجم سکندر نامہ رہا کرتے تھے۔ تھوڑے سے فاصلہ پر قاضیوں کا علمی گھرانہ آباد تھا۔ انہیں میں منشی حسین علی خاں متخلص محو جو قاضی واجد علی خاں کے بھائی تھے جو عرصہ دراز تک سرکار مہاراجہ گوالیار کے مختار رہے۔ ایسے ایسے ذی علم حضرات کی صحبت نے مرزا صاحب کو کچھ سے کچھ بنا دیا تھا۔ اس زمانہ میں میاں نظیر کی شاعری کا بھی بڑا چرچا تھا۔ اس کا اثر مرزا پر یہ پڑا کہ ایک نظم تپنگ پر انھوں نے بھی لکھی تھی۔ مگر طبیعت کا میلان اس طرف نہ تھا۔ مرزا فکرِ سخن کم عمری سے کرنے لگے تھے۔ ان کے اشعار نواب حسام الدین حیدر خاں نے جناب میر کو دکھائے۔ اس پر میر نے کہا اگر اس لڑکے کو کوئی استاد مل گیا اور اس نے اس کو سیدھے راستہ پر ڈال دیا تو لاجواب شاعر ہوگا۔ ورنہ مہمل بکنے لگے گا۔

کشمیری تھے۔ آپ کی اولاد میں سے اکثر لوگ، عہد مغلیہ میں عہدہ ہائے قضاۃ کشمیر پر مامور رہے۔ بیخبر کے نانا خواجہ فرید الدین تھے۔ تبت میں ایک عرصہ رہے وہیں بیخبر ۱۲۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۲۳ھ میں حفیظ اللہ اور فرید الدین وارد ہندوستان ہو کر بنارس میں مقیم ہو گئے۔ یہیں بیخبر نے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی اور اپنے خالو خان بہادر مولوی سید محمد خاں میر منشی لفٹنٹ گورنر شمال و مغرب کے نائب مقرر ہوئے۔ ان کی پنشن کے بعد اس جگہ پر فائز ہوئے۔ ۴۵ سال ملازمت کر کے ۱۲۸۸ھ میں پنشن لی۔ خان بہادر ذوالقدر کا خطاب ملا۔ مفتی انعام اللہ خاں بہادر کی دختر نیک اختر آپ سے منسوب تھیں۔ انشا پردازی اور شاعری میں امتیازی درجہ تھا۔ آپ کے دادا پیر سید احمد بریلوی تھے۔ مرزا غالب سے دوستانہ تعلقات تھے منیر شکوہ آبادی سے بیگانہ راہ و رسم تھی۔ خواجہ صاحب بیمار رہ کر صحت یاب ہوئے منیر نے یہ قطعہ تاریخ لکھا۔

بخدام جناب منشی عصر
حصولِ شادی راحت مبارک

بطبع او کہ عرشِ نظم و نثر است
دمِ جاں بخش کیفیت مبارک

بفکرِ او کہ معراج الکمال است
قرانِ اخترِ رفعت مبارک

غلام غوث کیلئے جہاں را!
زوالِ کاہش و کلفت مبارک

بجشنِ صحتِ آں نازشِ فضل
نوائے نغمۂ عشرت مبارک

منیر آورد ایں مصراع تاریخ
کہ عز و دولتِ صحت مبارک

منشی غلام غوث خدیو جہانِ فضل
در نظم و نثر ہر سخنش لف و مستند

صحت چو یافت از مرضِ مہلکِ وبا
در سجدہ ہائے شکر نمودیم حمد و کد

گفتم منیر مصرع تاریخ تہنیت

(دیوان سوزِ نظم منیر، کلیات منیر)

انشائے بیخبر کے دیباچہ میں خواجہ صاحب کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ حضرت بیخبر نے ۱۸ شوال ۱۳۲۲ھ میں انتقال کیا دائرہ شاہ اجمل میں دفن کئے گئے۔ (صحیفۂ زریں، خمخانۂ جاوید، روز روشن، تاریخ ادب اردو سکسینہ، داستان تاریخ اردو وغیرہ)

خواجہ غیاث محمد اعتماد الدولہ

خواجہ غیاث محمد مشہور مرزا غیاث بیگ ابن خواجہ شریف متخلص بہ ہجری بلند پایہ شاعر تھا۔ اعتماد الدولہ کے دو سالے شاہ طہماسپ کے وزراء سے تھے۔ شاہ کے مرنے کے بعد یہ ہندوستان براہ قندھار پہنچے۔ یہاں دربار اکبری میں ان کا ایک سالا غیاث الدین علی آصف خاں ممتاز عہدہ پر فائز تھا۔ مرزا غیاث دربار اکبری سے منسلک ہو گئے۔ سہ صدی منصب پر فائز ہوئے۔ پھر کابل کی دیوانی

دالا ہوئی۔ بعد میں ہزاری منصب ملا۔ پھر دیوانی بیوتات سے مشرف ہوئے۔ جہانگیر نے ان کو اعتماد الدولہ خطاب دیا۔ وزیر الممالک کے ساتھ دیوانی سرکار والا میں شریک کئے گئے۔ اس کے لڑکے محمد شریف کی غلط کاری سے یہ بھی معتوب ہوئے۔ جب ان کی دختر مہر النساء حرم شاہی داخل ہوئیں تو یہ وکیل کل ششش ہزاری منصب پر سرفراز ہوئے۔ سنہ ۱۰۳۱ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ روضہ اعتماد الدولہ میں دفن کئے گئے (ماثر الامراء جلد ا صفحہ ۱۲۷ – ۱۴۰) ان کے خلف مرزا ابوالحسن آصف خاں تھے جو مہر النساء (نورجہاں) سے بڑے تھے۔ جو اعتماد خان۔ خان سامانی اور آخر میں آصف خانی خطابات سے سرفراز تھے۔ ان کی شادی مرزا غیاث الدین علی آصف خاں کی لڑکی سے ہوئی۔ ان کے بطن سے ارجمند بانو جو شاہزادہ خرم (شاہجہاں) کو منسوب تھیں جو ممتاز محل کرکے مشہور ہیں جن کی یادگار روضہ تاج محل ہے۔ نورجہاں سے ابوالحسن کی چشمک چلی گئی تھی۔ عہد شاہجہانی میں ان کا دور دورہ تھا۔ مفصل حالات ماثر الامراء جلد ا صفحہ ۱۵۰ سے ۱۶۰ تک مندرج ہیں۔ ۱۰۵۱ھ میں وفات پائی اور جہانگیر کے مقبرہ کے قریب لاہور میں دفن ہیں۔ جمنا کنارے ان کی حویلی کے آثار ابھی باقی ہیں۔

سید فتح محمد جمال الدین اکبرآبادی

سید فتح محمد جمال الدین قادری میر سید طہٰ قطب الدین مانوی متوفی ۱۰۸۲ھ کے مرید تھے۔ آگرہ سے کھر کھودہ قصبہ میں جاکر مقیم ہوئے۔ نماز عیدین وجمعہ کو حجرہ سے نکلتے ورنہ حجرہ میں عبادت وریاضت میں مشغول رہتے۔ بعمر ۹۶ سال وفات پائی۔ (تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ صفحہ ۳۶۳)

شیخ فتحی اکبرآبادی

شیخ فتحی اکبرآبادی حضرت شیخ نظام الدین تھی کے خلیفہ تھے۔ ایک عرصہ تک آگرہ میں صابریہ وقدوسیہ سلسلہ کی تعلیم کی اشاعت کی ۱۰۱۲ھ میں وصال ہوا۔ (اقتباس الانوار، تحفۃ الابرار صفحہ ۱۷۷)

شیخ فخر الدین

شیخ فخر الدین بن داؤد بن شیخ شاہ صدیق اکبرآبادی فقہائے اعلام سے تھے۔ شیخ حسام الدین متقی ملتانی اور شیخ العباد بن صالح

سرہندی سے علوم کی تحصیل کی پھر سفر بہار کی طرف کیا۔ شیخ الہداد بن ضیاء الدین خیدجوی بہاری کی صحبت اختیار کی۔ ان سے فیض حاصل کیا پھر سید محمد بن مداری بلخوبی سے بھی استفادہ کیا۔ وطن آکر حضرت شاہ رفیع الدین محدث کے قریب سکونت اختیار کی۔

مات یوم الجمعہ من جمادی الآخر سنہ سبعین وتسع مائۃ۔ (اخبار الاصفیاء، نزہۃ الخواطر جلد ۴ صفحہ ۲۵۶)

فدا حسین اکبرآبادی

فدا حسین تخلص فدا ابن مقصود حسین۔ زمانہ تھا سنہ ۱۸۵۵ء خوش گو خوش فکر شعراء سے تھے۔ باوجود ذوق افسردہ ہونے کے بھی کبھی گاہے گاہے کچھ فرمایا کرتے تھے۔

میر فیاض علی

میر فیاض علی نواب خواجہ بخش رئیس دھولپور کے مستقل جاگیرات تھے۔ بڑے ذی علم اور صوفی منش بزرگ تھے۔ آپ کے پوتے عارف علی عارف جعفری اکابرین محکمہ ٹیلیفون میں ہیں۔ جعفری صاحب کے والد عاشق علی انجینئر میرے دوست تھے۔

شیخ فیاض الدین احمد ابوالعلائی

شیخ فیاض الدین احمد سلیمی ابوالعلائی ابن میرزادہ نصیرالدین جو مہاراجہ رام سنگھ والی بھرت پور کے والد کے توشہ خانہ کے مہتمم تھے رام سنگھ سے شیخ گئی اس نے دھوکہ سے قتل کرادیا اور معقول جائداد ضبط کرلی۔ شیخ صاحب نے رسمی فارسی کی تعلیم پائی۔ چشمہ فروشی کا کاروبار تھا۔ خان بہادر سید آل نبی کے نورتن میں سے تھے۔ عرفان علی شاہ سے بے حد تعلقات تھے۔ تمام عمائد آگرہ سے خصوصی مراسم تھے۔ ہر ایک ان کی قدر و منزلت کرتا تھا۔ آپ کے اجداد ایک عرصہ تک مغلیہ عہد میں اعلیٰ عہدوں پر ممتاز رہے۔ آپ کا جدی سلسلہ شیخ سلیم چشتی تک منتہی ہوتا ہے۔ آپ نے حضرت مولانا شاہ محمد اکبر داناپوری سے بیعت کی اور مولوی سید شاہ محمد محسن داناپوری سے خرقہ خلافت پہنا۔ آخر عمر میں کراچی آگئے۔ راقم سطور سے بے حد محبت کرتے آخری کتب بینی اور وظائف مشغلہ تھا۔ سنہ ۱۹۵۷ء میں انتقال ہوا۔ مزار لیاقت آباد میں واقع ہے۔ آپ کے خلف اکبر منشی ریاض الدین احمد بانی جناح کالج کراچی ہیں۔ سنہ ۱۸۶۴ء میں پیدا ہوئے اور شاعری میں مولوی نثار علی سے تلمذ تھا۔

مولانا فیض احمد افغانی

مولانا فیض احمد افغانی سرحد کے علاقہ سے انقلاب سنہ ۱۸۵۷ء میں تین افغانی ہمراہیوں کے ساتھ غزا کرنے ہندوستان آئے دہلی میں مجاہدین کے ساتھ داد شجاعت انگریزی فوج کے مقابلہ میں دی۔ جب یہ تحریک ناکام ہوئی۔ ہمراہی جن میں ایک ہمشیرزادہ تھا وہ شہید ہوگئے تو آپ نے دہلی کے علماء سے درس نظامیہ کی تکمیل کی۔ پھر آگرہ آکر مقیم ہوگئے۔ درس و تدریس شغل تھا۔ مدرسہ اکبری مسجد میں ہی صدر معلم تھے موداگروں میں آپ کی سسرال تھی۔ آپ کے داماد میرے ابتدائی استاد مولانا محمد سعید افغانی تھے اور مولوی سید محمود ہیڈ مولوی سنیٹ جانس کالج۔ مرحوم دوسرے ماسٹر سید طفیل احمد شاہ مرحوم مصنف کتب کثیرہ آپ کے اخلاف سے تھے۔ اس مجاہد نے سنہ ۱۹۰۵ء میں انتقال کیا۔ سید طفیل احمد شاہ کے خلف خلیل احمد شاہ ایم اے بی ٹی نائب پرنسپل شعیب محمدیہ سکنڈری اسکول جیکب لائن میں دوسرے سید آفتاب احمد شاہ اور مولوی سید محمود کے سید بشیر احمد شاہ مالک شاہ اینڈ کمپنی بندر روڈ کراچی

فیض اللہ بیگ اکبرآبادی

فیض اللہ بیگ ذکار خلف حافظ قمرالدین بیگ۔ آپ جناب غلام محمد خاں صاحب رنا اکبرآبادی مرحوم و مغفور کے شاگرد رشید تھے۔ بعد انتقال جناب رنا اصلاح کلام تا حیات اپنی مولانا نثار مغفور سے لی۔ آپ اپنے عہد کے مشہور و معروف میلاد خواں تھے۔

میر فیض العلا

میر فیض العلا بن علی العلا بن ابی الوفا بن عبدالسلام الحسینی سمرقندی اکبرآبادی۔ اخذ الطریقۃ عن والدہ۔ توفی سنہ احدی و ثمانین والف بالہ آباد۔ (مہر جہانتاب، نزہتہ الخواطر جلد ۵ صفحہ ۳۰۸)

فیض علی عاقل

فیض علی تخلص عاقل اکبرآباد کے رہنے والے تھے۔ آپ کا انتقال مولانا نثار مغفور کی حیات ہی میں ہوا۔ آپ ندوزی کا کام کرتے تھے انتہائی جستجو پر بھی کلام دستیاب نہ ہوا

میر فیض علی

میر فیض علی سادات نومحلہ بریلی سے تھے۔ آپ حضرت بیلے شاہ کی اولاد سے تھے جن کا مزار مسجد نومحلہ کے صحن میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ ان کے بھائی رسالدار حسن علی میرٹھ کی باغی فوج کے افسر تھے۔ ۱۸۵۷ء میں انگریز کے خلاف جنگ آزادی شروع کی اور ہمرائی فوج کو لیکر دہلی آئے اور جنرل بخت خاں کے ساتھ شریک جہاد رہے۔ اسی میں کام آئے۔ تمام سادات نومحلہ شریک جنگ آزادی تھے۔ انگریز کے تسلط کے بعد یہ محلہ کھدوا دیا گیا اور اکثر افراد خاندان سولی پر لٹکائے گئے۔ میر فیض علی بعجان بچا کر شکوہ آباد آئے۔ یہاں سے آگرہ جا کر صابن کٹرہ میں مقیم ہوئے۔ ۱۹۰۱ء میں انتقال فرمایا۔ آپ کے خلف سید سبط حسن تھے۔ جن کے صاحبزادے میر علی الحسن آگرہ میں مقیم ہیں۔

کوثر اکبرآبادی

میر امداد علی نبیرۂ نواب علی محمد خاں سبط نواب عابد علی امرائے شاہجہانی۔ میر صاحب نے لاڈ کی وجہ سے معمولی لکھنا پڑھنا۔ جب پشتی جائداد مہاجنوں کے قبضہ میں گئی تو روٹیوں کے لالے پڑے۔ چھوٹے کا کام سیکھا۔ بڑے بھائی نے گوٹہ سازی سیکھی۔ خاندانی شرافت کو ہر حال میں باقی رکھا۔ آخر میں سید نا ابوالعلا کے مزار پر ریاضت میں زندگی ختم کی۔ ۱۹۲۵ء میں انتقال ہوا۔ بودلہ اور قدم شریف سے سالانہ مالیانہ مل جاتا تھا۔ ان کی زوجہ بڑی صالحات سے تھیں جنھوں نے صدہا بچوں کو کلام پاک کی تعلیم دی۔ یتیم بچیوں کی پرورش کرکے ان کے گھر بسائے۔ ان کے بطن سے سید محمد اسمٰعیل، سید محمد اسحٰق، سید محمد ابراہیم تھے۔ آخرالذکر فوت ہو گئے۔ محمد اسمٰعیل صاحب کراچی میں

کے خلف ماسٹر محمد شمیم حیدر آباد میں ہیں۔ کوثر عبد المجید صدیقی، منشی عبد العزیز نجم اکبر آبادی رفاہ عام پریس کے مالک شیخ عیسیٰ آفندی کی اولاد سے ہیں۔ کراچی میں قیام ہے۔

کرم اکبر آبادی

عبد الرزاق ابن شیخ رحمن۔ اکبر حسین بسمل سے تلمذ تھا۔

کوکب اکبر آبادی

سلیمان مرزا خلف مرزا عاشق حسین بزم ریلوے میں منسلک تھے۔ کراچی آ گئے۔ یہیں مقیم ہیں۔

گوہر اکبر آبادی

گوہر محمد فریدالدین خلف وزیر خاں خوش نویس۔ خط نستعلیق میں کمال رکھتے تھے۔ موزوں طبع تھے۔ رسالہ گلدستہ کے مدیر تھے
۱۹۱۶ء میں انتقال ہوا۔

لطیف الدین احمد

ادیب العصر لطیف الدین احمد مشہور ل احمد۔ فارسی انگریزی کی اعلیٰ قابلیت کے حامل ہیں۔ عربی میں بھی درک ہے۔ ملک کے مشاہیر اہل قلم سے ہیں کثیر التعداد کتب کے مترجم و مصنف ہیں۔ لاا دریخ آپ کی طرز نگارش کا شاہکار ہے۔ راقم سطور کے احباب خصوصی سے ہیں۔ تجارت کے سلسلہ سے آجکل کلکتہ میں قیام ہے۔ آپکا دولت کدہ ایک عرصہ تک اہل علم کی نشست گاہ رہا۔ میرے ہر علمی کام میں دل سے شریک رہے۔ میونسپل کمشنر بھی رہے۔ انگریزی لٹریچر کے بڑے حامی اور اس کو اردو زبان میں اکثر منتقل کرتے رہتے ہیں۔ تاگیس کا ترجمہ ان کا دوسرے مترجم کے ترجمہ سے بہت زیادہ کامیاب ترجمہ ہے۔ اس سے ان کی اعلیٰ قابلیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ماہر شیخ محمد علی اکبر آبادی

ہندو زادہ ے بود مسلمان ہو کر علوم و فنون کی تکمیل کی۔ از ماہران فن و شاعران سخن است معتصم دامن دولت دارا شکوہ مخاطب بہ بریدخاں انجام کار ترک علائق دنیوی گرفت و خود را بپایۂ ولائے درویشی رسانید و تادم واپسیں پائے استقامت ورزید (شمع انجمن صفحہ ۴۲۲)

ماہر محمد علی

خان صاحب خطاب تھا۔ دہلی میں مطب تھا۔ لاہور آ گئے تھے۔ کثیر التعداد کتب کے مولف تھے۔ شاعر آگرہ نمبر میں تذکرہ کر چکا ہوں ۱۹۵۳ء میں انتقال کیا

شیخ مبارک بن خضر ناگوری

مولانا غلام علی آزاد لکھتے ہیں کہ از فحول علماء و صنادید فضلا است۔ جدش او از دیار یمن بر آمده۔ گرد جہان گردید و فراوان عجائب صنع الٰہی مشاہدہ کرد و در مائۃ تاسعہ در قصبہ اہل از نواح سند بار غربت کشاد و متوطن و متاہل گردید۔ شیخ خضر در مبادی مائۃ عاشرہ بہ گلگشت ہند شتافت و بلدہ ناگور را محل اقامت ساخت۔ شیخ مبارک در سنہ ۹۱۱ در آنجا جامہ عنصری پوشید و بعد وصول بایام شباب جانب احمد آباد رفت و از خطیب ابوالفضل گازرانی و دیگر اکابر آنجا فراوان کمالات اندوخت و در سنہ ۹۵۰ رخصت نہضت بہ صوب آگرہ کشید۔ و قریب پنجاہ سال در آں مکان انجمن افادہ را گرمی بخشید۔ از غرائب آنکہ پانصد مجلد ضخیم بدست خود تحریر نمود و در پایان عمر با آنکہ باصرہ از کار رفتہ بود بقوت حافظہ تفسیری بقید قلم آورد در چہار مجلد مسمی بہ منبع عیون المعانی عبارت را مسلسل می کرد و تقریر و دبیراں کسوت تحریر می پوشانیدند و فاتش ہفدہم ذی القعدہ سنہ ۱۰۱۱ ہجری در الف اتفاق افتاد خواب گاہ آگرہ (ماثر الکلام صفحہ ۱۹۷-۱۹۸، منتخب التواریخ صفحہ ۳۰۴-۳۴۱، بزم تیموریہ صفحہ ۸۰، دربار اکبری صفحہ ۵۰۴-۵۴۴، حدائق الحنفیہ صفحہ ۳۹۲، بوستان اخیار صفحہ ۱۴۷-۱۵۳، نتائج الافکار صفحہ ۵۳۳-۵۳۴)

در سنہ ۹۵۰ در دار الخلافت اکبر آباد رنگ سکونت ریخت و بدرویشی و توکل زندگانی می کرد و در زمرہ فضلائے آں دیار باشتہار در آمد بعضے او را مہدوی بہ نام می نہادند و برخی بہ تشیع نسبت می دادند و در عہد محمد اکبر بادشاہ ہم علمائے عصر بر دمی محضر ساختند فاما بادشاہ ملتفت بیان نشد و در سنہ ۱۰۰۱ احد و الف بانقضائے ایام موعود در لاہور درگزشت۔ (نتائج الافکار صفحہ ۵۳۴)

مولانا حکیم سید مبارک علی

مولانا حکیم سید مبارک علی اکبر آبادی حکمائے اکبر آباد کے خاندان سے تھے۔ وطن میں علمائے عصر سے اکتساب علم کیا۔ ریاست الور میں سرکاری طبیب ہو گئے ۱۸۵۵ء میں علوم معقول کی تحصیل مولانا فضل حق خیر آبادی سے کی۔ ۱۸۵۷ء کے کچھ عرصہ بعد آگرہ واپس آ گئے۔ میدہ کٹرہ قیام گاہ تھی۔ حکیم علی احمد، حکیم شاد احمد آپ کے صاحب زادے اور حکیم وہاج الدین سلمہٗ نواسے ہیں۔ حکیم صاحب مغفور کی صحبت میں بہت حاضری دی ہے وہ شفقت بہت فرماتے تھے۔ فن طب میں آپ کو ید طولیٰ تھا۔ علوم عقلیہ کے بعض مسائل حل کئے۔ ۱۹۱۵ء میں واصل بحق ہوئے۔

مجرم اکبر آبادی

رحمت اللہ مجرم ذی علم بزرگ۔ شعر میں حضرت بیدار کے شاگرد۔ مفتی صدر الدین خان آزردہ شعر و شاعری میں ان سے تلمذ رکھتے تھے۔

سید محمد احمد علی

سید محمد احمد علی اسٹیشن ماسٹر جی۔ آئی۔ پی ریلوے انڈیا اکبر آبادی ولد ڈاکٹر سید وزیر علی۔ ان کا انتقال ۲۴ جون ۱۹۵۱ء آگرہ میں ہوا۔ ان کے

چھ لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ سید احمد علی مرحوم کو مولوی سید سبط حسن مرحوم کی دختر منسوب تھیں۔ ان کے بطن سے (۱) سید اکبر علی اسٹیشن ماسٹر ریلوے۔ (۲) سید ممتاز علی ایکسائز انسپکٹر (۳) سید اختر علی اڈیٹر مونس آگرہ و آگرہ سوسائٹی کے خزانچی ہیں جن کی شادی ۱۲ فروری ۱۹۶۵ء کو حکیم مفید الزماں صاحب مرحوم کی دختر نیک اختر سے گڑھیا آگرہ میں انجام پائی (۴) سید عابد علی بی۔ ایس۔ سی (۵) سید زاہد علی (۶) سید صابر علی جناح کالج میں زیر تعلیم ہیں۔ ان سب کا قیام شہاب الدین غوری کالونی لسبیلہ ہاؤس کراچی میں ہے۔

مولانا محمد محب اللہ

مولانا محب اللہ بن شیخ جیاں اکبر آبادی علمائے اعلام سے تھے۔ آپ نے شیخ نور الدین ابو الحسن علی بن یوسف بن حریز اللخمی کی عربی کتاب بہجۃ الاسرار کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ اس کا نام کاشف الآثار رکھا۔ یہ ترجمہ ۱۰۸۲ھ میں مکمل ہوا۔ اس کا نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔

محسن اکبر آبادی

محمد محسن محسن میر تقی میر کے برادر زادہ تھے۔ ان سے ہی فن شاعری حاصل کیا۔ قدیم تذکروں میں ان کا ذکر ہے۔

مولوی محمد ابراہیم وکیل

مولوی محمد ابراہیم خلف ڈاکٹر محمد نفیس ابن مولوی محمد کریم ابن مولوی محمد کامل برادر مولوی محمد معظم استاد مرزا غالب۔ محمد ابراہیم نے بی۔ اے۔ ایل ایل بی کیا۔ وقف امدادیہ کے ناظم تھے۔ راقم سطور کے احباب سے تھے اور شریک کار تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے بڑے پابند دیندار مسلمان تھے۔ ۱۹۵۰ء میں انتقال کیا۔

محمد ابو سعید

محمد ابو سعید بن تحصیلدار عبد العزیز۔ میٹرک تک تعلیم پائی۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر تھے۔ ہر دل عزیز تھے۔ ہر ایک کی خدمت میں لگے رہتے۔ حضرت عرفان علی شاہ سے بڑے مراسم تھے۔ آپ کو ڈپٹی وقار علی بیگ ہمشیر زادہ مرزا غالب کی دختر منسوب تھیں۔ ۲۳ دسمبر ۱۹۳۵ء میں انتقال ہوا۔

مولانا شاہ محمد اکبر قدس سرہٗ

مولانا شاہ محمد اکبر داناپوری ابن مولانا شاہ محمد سجاد برادر مولانا محمد قاسم صاحب نجات قاسمی۔ شاہ محمد اکبر نے مفتی ریاض الدین اور قاضی اصغر علی سے عربی علوم کی تحصیل کی۔ ڈاکٹر مولوی الہام اللہ ہم سبق تھے۔ پوری زندگی رشد و ہدایت اور تصنیف و تالیف میں گزار دی۔ تاریخ عرب، اشرف التواریخ، الصلوٰۃ اور اذکار، مولود فاطمہ، دیوان یادگار ہے۔ راقم سطور حاضر ہوا کرتا تھا۔ بے حد شفقت فرماتے۔ داناپور آخر میں گئے وہیں ۱۹۱۶ء میں انتقال کیا۔ آپ کے خلف اکبر مولانا محمد محسن آپ کے جانشین بڑے ذی علم متواضع۔ شیخ فیاض الدین احمد صاحب سلمی سے بے حد تعلق خاطر تھا۔ راقم سطور کو بھائی کہتے تھے۔ ان کے صاحبزادے

والی شاہ ظفر سجاد دانا پوری ہیں۔ گاہے پاکستان آتے ہیں۔ ریاض الدین احمد صاحب اور راقم سطور سے ضرور ملتے ہیں۔ اللہ عمر دراز کرے۔

خواجہ محمد امیر احمد صبا

خواجہ محمد امیر احمد صبا ابن خواجہ علی محمد مرحوم برادر زادہ صبا اکبر آبادی مشاہیر شعرائے وقت سے ہیں۔ مرزا غالب کے دیوان کی تضمین کی ہے۔ نثر میں شعرائے اکبر آباد کا تذکرہ مشورہ آگرہ نمبر کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔ صاحب دیوان ہیں۔ میرے اولاد کی طرح ہیں۔ نقد و نظر میں ان کی شعر گوئی پر مفصل بحث ہے۔ سخنوران اکبر آباد میں ان کا ذکر کر چکا ہوں۔ آجکل جناح کالج سے منسلک ہیں۔

میر محمد باقر حزیں

میر محمد باقر سپاہی پیشہ تھے مگر ذوق سخن تھا۔ مرزا مظہر سے مشورہ سخن کیا۔ (نکات الشعراء)

حکیم محمد بخش

حکیم محمد بخش ابن کالے خاں چودھری مدرسہ عالیہ میں علوم عربیہ کی تحصیل کی۔ دہلی جا کر فن طب حاصل کیا۔ مشغلہ طبابت اختیار کیا۔ میرے ملنے والے تھے ۱۹۵۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔

ماسٹر محمد بشارت علی خاں

ماسٹر محمد بشارت علی خاں شعیب محمدیہ ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی ایک زمانہ تک رہے۔ بڑے ذی علم اور میرے احباب خصوصی سے ہیں۔ شعر و سخن کا ذوق تھا سیماب کے شاگرد ہیں۔ آجکل ناظم آباد میں قیام ہے۔ آپ کا تذکرہ شاعر آگرہ نمبر ۱۹۳۶ء میں لکھ چکا ہوں۔

داروغہ محمد تفضل حسین خاں

آپ گوالیار میں ڈپٹی انسپکٹر پولیس تھے۔ منشی ممتاز الدین خاں محرر، مولوی علی احمد خاں وکیل کے قرابت دار تھے۔ آپ کے خلف مولوی تصدق حسین خاں بی اے ایل ایل بی کو ممتاز الدین خاں کی دختر منسوب تھیں۔ تفضل حسین خاں نے ۱۹۳۱ء میں وفات پائی۔ مولوی تصدق حسین تا حال آگرہ میں مقیم ہیں۔ قابل وکلا میں شمار ہے۔ میرے عزیزانہ تعلقات ہیں۔

مفتی محمد حبیب اسرائیلی

مفتی محمد حبیب ابن مولانا مفتی سعادت اللہ اسرائیلی آگرہ میں پیدا ہوئے باپ سے علوم کی تحصیل کی۔ مولانا عبد المجید باجوڑی پروفیسر مشن کالج پشاور کے ہمراہ پشاور میں رہے۔ ایم۔ اے کر کے اجمیر کے کالج میں پروفیسر ہو گئے۔ اب پشاور یونیورسٹی کے شعبہ فارسی کے صدر ہیں۔ اعلیٰ علمی لیاقت کے

واصل "سخنورانِ ہند" (ہندی نژاد فارسی شعراء کا تذکرہ) مرتب کر رہے ہیں۔ راقم سطور سے بھی مشورہ لیا ہے۔ میرے استاد کے صاحبزادے ہیں۔ میرا اور ان کا تعلق برادرانہ ہے۔ اللہ زندہ سلامت رکھے۔

مفتی محمد حسن

مفتی محمد حسن بن شیخ نور اللہ بن شیخ مسلیم اللہ بن قاضی محمد اسمٰعیل شہابی گوپاموی۔ جسن ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے چچا مولوی علیم اللہ کے شاگرد ہو کر اپنے نانا خان بہادر مفتی انعام اللہ شہابی سے علوم رسمیہ کی تکمیل کی۔ محکمہ بندوبست میں سررشتہ دار رہے پھر بھوپال میں تحصیلدار ہو گئے۔ تعلقہ دہرہ ضلع سلطان پور میں سکریٹری ریاست کے عہدہ پر بلائے گئے پھر وکالت کا امتحان دے کر بڑی کامیابی سے جونپور میں شغل وکالت اختیار کیا۔ شعر و شاعری سے شوق تھا۔ مہر سے مشورہ سخن لیا۔ مرثیہ گوئی میں دبیر کے شاگرد ہوئے۔ نور الانوار فی ذکر سید الابرار، تاریخ خاندان مفتیان گوپامو اور دیوان یادگار چھوڑے۔ بارہ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ کو انتقال ہوا۔ (خمخانہ جاوید حصہ دوم و تاریخ گوپامو)

مشتاق ہوں ازل سے کسی کے خیال کا — حافظ خدائے عز و جل ہے آل کا

بوسہ طلب کیا تو وہ خاموش ہو گئے — انجام یہ ہوا مرے پہلے سوال کا

مفتی محمد رمضان

مفتی محمد رمضان ابن مولانا صبر علی بیگ وطن قصبہ لہدری ضلع فتح پور۔ حضرت علامہ عبدالحی فرنگی محلی قدس اللہ سرہٗ کے شاگرد رشید اور مولانا سلامت اللہ کشفی کے مرید تھے۔ مدرسہ حنفیہ آگرہ کے صدر مدرس رہے۔ اس زمانہ میں راقم سطور، حکیم عبدالستار خاں، مولوی عبدالحمید خاں پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، مولوی ولی اللہ ساکن ڈھاکہ نے حدیث شریف کا درس لیا۔ مفتی شہر کے عہدہ پر ممتاز تھے۔ تفسیر ابن عباس کا ترجمہ کیا۔ بعمر ۶۶ سال ۶ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ میں انتقال کیا۔ (بوستان اخیار و مشاہیر جنگ آزادی صفحہ ۲۱ و آگرہ شاعر نمبر ۱۹۳۶ء میں آپ کا تذکرہ ہے)

محمد سلطان احمد فاروقی

محمد سلطان احمد فاروقی ابن نظام احمد متخلص انداز بن نیاز احمد تعلقدار میر پور حسن گنج بن کرم احمد خیر آبادی قرابت دار مولانا عبدالحق خیرآبادی۔ سلطان بھائی کو ہمشیرزادہ عبدالعزیز کی دختر منسوب تھیں۔ اب حیدرآباد میں قیام ہے۔ میرے عزیز ترین بھائی ہیں۔

ماسٹر محمد شاہ خاں

ماسٹر محمد شاہ خاں افریدی مولوی انعام اللہ خاں کے چچا زاد بھائی تھے۔ سینٹ جانس اسکول میں ڈرافٹسمین تھے۔ تاریخ سے دلچسپی تھی۔ سوانح عمری رسول مقبول ﷺ، سیرت صدیق، تاریخ اسلام لکھی۔ کراچی آکر ۱۹۵۳ء میں انتقال ہوا۔

محمد شکور احمد رعنا اکبرآبادی

محمد شکور احمد نام رعنا تخلص۔ پیدائش ۱۸۹۶ء بمقام آگرہ۔ انگریزی اور فارسی میں کامل دستگاہ۔ کہنہ مشق ہیں۔ ہر صنف سخن میں کافی ذخیرہ ہے۔ نعت و منقبت کا ایک مجموعہ ذکر و اذکار کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ تلمیذ حضرت نجم آفندی اکبرآبادی۔ استاد کا رنگ ہر صنفِ سخن میں جھلکتا ہے۔ آگرہ میں کافی تعداد میں شاگرد تھے۔ پاکستان میں دو جوان بیٹوں کا داغ کچھ افسردہ طبیعت بنا چکا ہے ورنہ بڑے زندہ دل، خوش مزاج، خوش اخلاق، بات کے دھنی، نہایت کامیاب تاجر، شعر خوب کہتے ہیں۔ رباعیات میں ریکارڈ قائم کیا ہے۔ دو ہزار رباعیاں مخصوص عنوانات کے تحت کہی ہیں۔ نظم، غزل، قصیدہ، نعت و منقبت کا کافی ذخیرہ ہے لیکن ملک کی بدقسمتی سے اب تک طبع نہیں ہو سکا۔ ریڈیو پاکستان سے اکثر کلام نشر ہوتا رہتا ہے۔

ایک جوان و حسین بیٹے کے داغ مفارقت نے دنیا بدل دی ہے۔ شاعری سے اب توجہ ہٹ گئی ہے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور شب بیدار ہیں۔ ہر ملنے والا رعنا صاحب کے اخلاق کا مداح ہے۔ مجھے آج تک کوئی رعنا صاحب کا مخالف نہیں ملا۔ اپنے استاد کا پوری طرح نام روشن کیا۔ اور خود بھی ہند و پاکستان کے گوشہ گوشہ میں مشہور ہیں۔ آج ستر سال کی عمر میں بھی جوان معلوم ہوتے ہیں۔ حسین صورت، گداز جسم، مضبوط قویٰ، حقیقت میں رعنا صاحب دیکھنے اور ملنے کے قابل انسان ہیں۔

مولانا حامد حسین قادری نے بھی اپنی تصنیف میں رعنا صاحب کے کلام اور پڑھنے کی تعریف کی۔ آگرہ تک واقعی رعنا صاحب بہت اچھا پڑھتے تھے۔ آواز اور کلام دونوں میں درد تھا۔ آپ کی ادارت میں ایک ادبی و تجارتی رسالہ مشورہ کئی سال نکلتا رہا۔ پانچ چھ شعر مجھے یاد ہیں بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

خرابِ عشق کہیں پر خراب ہو نہ سکا — اس انقلاب کے بعد انقلاب ہو نہ سکا
قفس سے چھوٹے ہیں لیکن اپنے قابو میں نہیں — پاؤں کچھ بہکے ہوئے پڑتے ہیں بے زنجیر کے
یہ آپ کی راتیں جو سوتے ہی گزرتی ہیں — روتے بھی نہ گزریں گی جس دن مجھے نیند آئی
اک شبِ غم یہاں نہیں کٹتی — ہم سمجھتے تھے زندگی کم ہے
روشنی حسن و محبت کی برابر پھیلے — لو کبھی شمع سے نکلے کبھی پروانے سے
سحر کب آئی کہ جب بجھ گئے تمام چراغ — تمام رات چراغاں ہوا سحر کے لئے
کبھی کسی نے پڑھے ہیں خطوط کرنوں کے — بڑے پیام نمودِ سحر میں ہوتے ہیں

محمد صالح اکبرآبادی

از اکابر مشائخ قادریہ اعظمیہ و ملقب بلقب شیخ الشیوخ است۔ عالم علوم ظاہری و باطنی و واقف رموز شریعت و طریقت بود۔ و در سکر و جذب و عشق محبت و قناعت و صبر و توکل در عہد خود ثانی نہ داشت۔ خلق کثیر بحلقہ ارادت وے درآمد۔

وفات وے بقول صاحب مخبر الواصلین بتاریخ سیزدہم ماہ ذی قعدہ روز جمعہ سال یک ہزار و شصت [۱۰۶۷] و ہفت ہجری است و مزار پر انوار در اکبرآباد است۔ (خزینۃ الاصفیا جلد ۱ صفحہ ۱۷۲ و نزہۃ الخواطر جلد ۵ صفحہ ۳۸۰)

مولانا محمد طاہر فاروقی

آپ کے والد ماجد کا ذکر اس تذکرہ میں تحریر ہے۔ آپ نے درس نظامیہ کی تکمیل مولانا سعادت اللہ اسرائیلی صدر مدرس مدرسہ عالیہ سے کی۔ اس کے بعد بی اے، ایم۔ اے کیا۔ کالج سے متعلق رہے۔ جامعہ اردو قائم کی۔ راقم سطور بھی رکن رہا۔ دائرہ معارف قرآنیہ کے رکن تھے۔ بزم اقبال قائم کی۔ اس کے جلسوں میں جو مقالے پڑھے گئے ان کا مجموعہ شائع کیا۔ سیرت اقبال علامہ اقبال پر پہلی محققانہ کتاب ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کتب تصنیف سے ہیں۔ علمی ذوق آبا و اجداد سے ملا ہے مشاہیر ملک، ملت میں شمار ہے۔ آجکل پشاور یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے صدر ہیں۔ تصنیف و تالیف مشغلہ ہے۔ میرے تعلقات برادرانہ ہیں۔ مرزم دیدہ میں مفصل حالات لکھوں گا۔

حاجی محمد اسحاق علی

حاجی محمد اسحاق علی ابن ڈپٹی امداد علی بن ڈپٹی وزیر علی مرحوم تعلیم پا کر ویکسینیشن ڈیپارٹمنٹ میں ملازم ہوئے۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سے پنشن لی۔ کراچی ۱۹۴۹ء میں آگئے۔ عزیز آباد میں قیام ہے۔ میرے استاد مفتی محمد رمضان مرحوم کے داماد ہیں۔ مجھ کو آپ سے تعلق خاطر ہے۔

مولانا محمد حسن درویش

مولانا محمد حسن درویش مفتی محمد رمضان مغفور کے برادر خورد تھے۔ وطن بہدری ضلع الہ آباد تھا مگر تحصیل علم آگرہ میں کی۔ قیصر پور کے مہاراجہ نے آپ کو بلا کر مصاحبت میں رکھا۔ بلا خدمت وظیفہ مقرر کیا۔ آپ کے صدہا مرید ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں واصل بحق ہوئے۔

پروفیسر مولانا محمد عابد حسن فریدی

مولانا عابد حسن فریدی ایم اے ابن مولوی احمد حسن ابن مولوی محمد عالم بجھیڑ الیونی۔ عربی علوم مدرسہ عالیہ رامپور میں حاصل کئے۔ اس کے بعد ایم اے اور ایل ٹی کیا۔ سینٹ جانسن کالج میں عربی کے پروفیسر تھے۔ علمی گھرانے کے فرد ہونے کے ساتھ خود بے بدل عالم تھے۔ اس کے ساتھ فقر سے دلی لگاؤ تھا۔ سلف صالحین کے نمونہ تھے۔ پہلے پہل میں نے انجمن محمدیہ کے جلسہ دستار بندی میں ان کو دیکھا۔ میں انجمن کا رکن تھا۔ مولوی سعید احمد ماہر بریدی بانی انجمن نے ان کا تعارف کرایا اس کے بعد سے تعلقات بڑھ گئے۔ مولوی انعام اللہ خاں مدیر دائرۂ معارف قرآنیہ کا دولت کدہ علماء و عمائد اکبر آباد کا مرکز تھا۔ روزانہ نماز عصر کے بعد مولانا سعادت اللہ اسرائیلی صدر شعبہ عربی ڈھاکہ یونیورسٹی، مولانا نظام الدین شاہ دلگیر ایڈیٹر نقاد، مسٹر عابد حسن جعفری بار ایٹ لا ایڈیٹر رسالہ شمع، مولوی اکبر علی بی اے ایڈیٹر ادیب آگرہ، پروفیسر حامد حسن قادری، مولانا محمد طاہر فاروقی، مولانا محمد علی شاہ میکش، مولوی عبد المجید خاں باجوڑی، مولانا علیہ حسن بھی اس صحبت میں شریک ہونے والوں میں تھے۔ مولانا کم سخن تھے۔ خلق بڑھا ہوا تھا۔ آپ نے کئی کتابیں لکھیں۔ ادبیات عجم تین حصے، مخزن اردو چار حصے تالیف سے ہیں۔ ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۶۷ھ میں انتقال ہوا۔

محمد عارف عارف

محمد عارف عارف فکرِ معاش کی بنا پر دہلی چلے گئے۔ میر تقی میر کے احباب میں سے تھے۔ میاں مضموں سے اصلاحِ کلام لی۔

محمد عبدالوحید قریشی

محمد عبدالوحید ابن تحصیلدار عبدالعزیز اکبرآبادی۔ حیدرآباد میں قیام ہے۔ شکار سے بہت شوق ہے۔ نواب چھوکر کے مشہور ہیں۔ آگرہ کے بڑے زمیندار تھے۔ یہاں بھی معقول جائیداد ہے۔ میرے ماموں زاد بھائی ہیں

محمد عبدالمجید قریشی

محمد عبدالمجید قریشی خلف تحصیلدار عبدالعزیز ابن خان بہادر ڈاکٹر وزیر الدین۔ آپ راقم سطور کے ہم عمر ہیں۔ آگرہ کالج سے ایف اے کیا۔ سرکاری ملازمت میں رہے اجمیر میں راشن افسر تھے مگر انجینیرنگ سے لگاؤ تھا۔ رخت مرگ کے بڑے پیمانہ پر موٹر ریپیرنگ کا کارخانہ علی گڑھ کھولا۔ کامیابی سے چلا۔ پھر پاکستان آکر حیدرآباد میں قیام ہے۔ میرے عزیز بھائی ہیں۔ تاریخ خاندان لکھ رہے ہیں۔

علامہ محمد علی شاہ میکش

علامہ محمد علی شاہ میکش بن مولوی سید اصغر علی ابن مولانا مظفر علی شاہ۔ مولانا سعادت اللہ اسرائیلی کے ارشد تلامذہ سے ہیں۔ مطالعہ کتب رفیقِ زندگی ہے۔ میرے عزیز ترین دوست اور رفیقِ کار ہیں۔ دائرہ معارف قرآنیہ کے رکن، اس کی طرف سے ملل و نحل شہرستانی کا ترجمہ کر رہے تھے۔ بزمِ نظیر کے سرگرم ممبر، مجلس علمائے اکبرآباد کے ناظم، جامعہ اردو کے رکن، غرض جملہ علمی اداروں سے آپ کا تعلق رہا۔ ادبی جلسوں کی صدارت کے فرائض میرے قیام وطن میں آپ ہی انجام دیتے تھے اور آج بھی یہ فریضہ انجام دینا پڑتا ہے۔ خوش فکر، اعلیٰ قابلیت کے حامل ہیں۔ نغمہ و اسلام و میکدہ آپ کی علمی یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ تا دیر سلامت رکھے۔ اکبرآباد کی آپ مایۂ ناز شخصیت ہیں۔ میرے اور ریاض صاحب کے نام اکثر گرامی نامے آتے رہتے ہیں۔ مجھ کو تو گہرے دلی تعلق ہے۔

داروغہ محمد عمر دراز خاں

آپ نے سب انسپکٹری سے پنشن لی۔ بڑے وضع دار لوگوں میں سے تھے۔ میرے مراسم ان سے تھے۔ ان کے خلف مولوی اختر رضا بی اے ایل ایل بی آگرہ میں وکالت کرتے ہیں۔ آگرہ کے عمائد میں شمار ہے۔ داروغہ جی کا انتقال غالباً ۱۹۳۵ء میں ہوا۔

محمد فاضل صاحب مخبر واصلین

محمد فاضل (مظہر الحق) ابن میر سید احمد اکبرآبادی متوفی ۱۲۶۰ھ علوی انتیسویں (۲۹) پشت میں آپ کا سلسلۂ نسب حضرت علی سے ملتا ہے۔ مرید شیخ محمد صالح اکبرآبادی

کرکے میر عبدالعلیم کی دختر سے منسوب ہوئیں جن سے عبداللہ پیدا ہوئے۔ اس لڑکے کی وجہ سے کنیت ابوعبداللہ ہے۔ محمد فاضل کی پیدائش ۱۰۱۱ھ ہے۔ انہوں نے عہد شاہجہانی میں مجمع الصالحین لکھنا شروع کی اور عہد اورنگ زیب میں ختم کی۔ اس میں حضرت سرورِ عالمؐ اور خلفائے راشدین و صوفیائے کرام و علمائے عظام کی تاریخ وصال اپنے عہد تک منظوم پیش کی ہیں ۷۲۲ بزرگوں کا ذکر ہے۔ مصنف نے ۱۱۰۶ھ میں انتقال کیا۔ ان کے برادرزادے نے یہ تاریخ کہی

دل چو آفاق را پر از غم دید | از خرد سالِ نقلی او پرسید
از سرِ اہتمام گفت بدل | بجنان جائے سید فاضل
۱۱۰۶

سید محمد لطیف

سید محمد لطیف ابن مولوی سید حامد علی بن سید امداد علی بن سید اعظم علی۔ سینٹ جانس کالج اور آگرہ کالج میں بی اے تک تعلیم پائی۔ آبکاری انسپکٹر تھے ۱۹۱۶ء میں انتقال کیا۔ ان کے صاحبزادے سید شفاعت علی سپرنٹنڈنٹ ٹیلیگراف کراچی، سید شفقت علی، سید ادریس علی۔ شفقت چیف سیڈ کلکٹر سی اے اے سید احمد شفقت اسسٹنٹ منیجر انگلش کمپنی، ڈاکٹر سید حامد شفقت سابق سول سرجن کراچی حال ماہر امراض قلب جناح اسپتال کراچی۔ سید خالد شفقت بی سید اسلم شفقت انجینئر، سلیم شفقت، سید اویس شفقت تعلیم پا رہے ہیں۔

مولانا محمد محسن فاروقی

مولانا محمد محسن فاروقی مترجم فوز الاصغر ابن مولوی محمد علیم اللہ ابن مولوی محمود عالم بن شیخ محبوب علی ابن شیخ محمد مقیم ابن شیخ مقبول عالم نبیرۂ حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر قدس اللہ سرہٗ۔ شیخ مقبول عالم پھپھوند میں آکر مقیم ہوئے۔ آپ کی اولاد میں اکابر علماء و صوفیاء ہوئے۔ مولانا محمد محسن فاضل یگانہ تھے مدرسہ عالیہ رامپور میں مولانا محمد طیب سے علوم عربیہ کی تحصیل کی۔ طب میں حاذق الملک حکیم اجمل خاں سے تلمذ تھا۔ اندور کالج میں لکچرر رہے۔ آخر میں اسلامیہ کالج پشاور میں عربی کے پروفیسر ہو گئے۔ انجمن ترقی اردو کے لئے ابن مسکویہ کی کتاب فوز الاصغر کا ترجمہ کیا۔ آگرہ آئے۔ یہیں ۵ رجمادی الاول ۱۳۴۹ھ کو انتقال ہوا۔ پیر کھیلانی میں دفن کئے گئے۔ راقم سطور پر بے حد نوازش فرماتے تھے۔ آپ کے خلف ارشد پروفیسر محمد طاہر فاروقی ایم اے صدر شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی ہیں۔

سید محمد محمود مخمور

سید محمد محمود مخمور ایم اے ایل ایل بی ابن سید محمد علی منصرم چنگی نواسہ مولوی سید محمد صاحب تفسیر بیان الفرقان۔ آپ ملک کے مشہور و معروف مشاہیر اہل قلم سے ہیں آپ کی تصانیف چند پارہ ہیں۔ آگرہ میں وکالت مشغلہ تھا۔ کراچی آکر ریڈیو سے منسلک ہو گئے۔ پھر جناح کالج میں اردو کے لکچرر ہوئے۔ اب گوشہ نشین ہیں۔ آپ کا تذکرہ شعرائے آگرہ نمبر ۲۶ میں کر چکا ہوں۔ میرے بچپن کے دوست ہیں

میر محمد مومن عرشی

میر محمد مومن عرشی ابن میر عبداللہ وصفی شہزادہ سلمان شکوہ ابن دارا شکوہ کے اتالیق تھے۔ ۹۰ برس کی عمر پائی۔ ۱۰۹۱ھ میں رحلت فرمائی۔

قاضی شیخ محمد نعمان

شیخ محمد نعمان بن شیخ شمس الدین بن جلال الدین بن حمید الدین الحسینی البدخشی اور کبار المشائخ النقشبندیہ اکبرآبادی۔ علمائے بدخشاں سے علوم حاصل کیے۔ شیخ عبداللہ عشق الٰہی سے بیعت کی۔ نوجوانی میں ہندوستان آئے۔ دہلی آ کر شیخ الباقی النقشبندی کی خدمت میں رہے۔ آپ کے ارشاد پر حضرت مجدد الف ثانی سے بیعت کی۔ قاضی اکبرآباد کے رہے۔ توفی سنۃ ثمان و خمسین و قیل ستین والف بمدینۃ اکبرآباد و دفن بہا۔ (خزینۃ الاصفیا جلد ۱ صفحہ ۶۳۶ نزہۃ الخواطر جلد ۵ صفحہ ۴۲۰)

شیخ محمدی اکبرآبادی

شیخ محمدی اکبرآبادی ابن شیخ عیسیٰ ہرگامی ۱۰۲۱ھ میں پیدا ہوئے۔ لہو و لعب میں بہت مشغول رہتے۔ باپ نے ان کی اصلاح کی پھر علوم کی طرف متوجہ اور صاحب کمال ہوئے۔ حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی کی صحبت سے فیض پایا پھر وطن گئے۔ بعد وفات اپنے والد کے آگرہ آ گئے۔ رشد و ہدایت میں مشغول رہے۔ امروہہ میں عبدالحکیم خلیفہ شیخ عبدالمجید سے ملے۔ اور مزار سید شرف الدین صاحب شاہ ولایت پر حاضری دی۔ پھر آگرہ لوٹ آئے۔ کچھ عرصہ بعد پھر امروہہ گئے۔ شیخ فیض اللہ برادر حقیقی سجادہ نشین شاہ عبدالمجید جو حضرت محمد بن حنفیہ کی اولاد سے تھے۔ ان کی دختر سے عقد نکاح کیا۔ کبھی امروہہ قیام کرتے کبھی آگرہ چلے جاتے۔ انوار العارفین میں ہے:-

"چوں آفتاب آں زندگی معرفت از مطلع عنایت ازلی بر اوج اشتہار می تافت۔ در دل فانی ان فارخاری بخورد۔ آخر الامر بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر را تواتر اخبار مخالفان، شور و غوغائی بد دنیاں برآں متوجہ گردانید کہ حکم ناطقش بہ زیارت حرمین شریفین گشت۔ بر حکم ضرورت احرام زیارت خانہ کعبہ بستند چنانچہ در سنہ یک ہزار و نود حج میسر آمدہ"

غرض کہ وہ حج ادا کر کے پھر وطن لوٹے تو حاسدوں نے بادشاہ کو خبر کر دی۔ یہ گرفتار کر لئے گئے۔ قلعہ اورنگ آباد میں قید کر دیا۔ آخر سوم رجب ۱۱۰۰ھ میں وفات پائی۔ نعش اکبرآباد لا کر دفن کی گئی۔ (انوار العارفین صفحہ ۴۴۱، تحفہ ابرار صفحہ ۱۸۶ و مناقب العارفین)

شیخ محمد وارث

شیخ محمد وارث اکبرآبادی فن تاریخ کے ماہر تھے۔ احد الرجال المعروفین فن التاریخ والانشاء۔ شیخ عبدالحمید لاہوری سے اخذ علوم کیا۔ (ماثر عالمگیری، نزہۃ الخواطر جلد ۵ صفحہ ۳۹۴)

خواجہ محمد یحییٰ

خواجہ محمد یحییٰ بن ابو الفیض بن خواجہ کلاں محمد عبداللہ بن خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ العزیز۔ خرقہ از عم خود خواجہ عبدالحق داشتند۔ در مصباح التواریخ است محمد یحییٰ صاحب کمال و عارف کامل بودند و در اخبار الاصفیاء احوالش مسطور است مفصل۔ دوازدہم ربیع الاول در سنہ تسع و تسعین و تسعمائۃ فوت شدند در کنار تالاب چمن بیرون بلدہ اکبرآباد مدفون گشتہ۔ (انوار العارفین صفحہ ۳۸۳)

Scanned with CamScanner

ماسٹر محمد یٰسین بی اے

میر سبط حسن ابن میر فیض علی بریلوی کے داماد آگرہ میں پھر جھانسی میں سرکاری مدارس سے متعلق رہے۔ یہاں آ کر مدرسۂ تعلیم نو کے قیام میں آپ نے بڑی کد و کاوش کی۔ عمر بھر مرض فالج کا شکار رہے۔ آخر شش جون ۱۹۶۵ء میں انتقال کیا۔

خان بہادر ڈپٹی محمد یوسف

خان بہادر ڈپٹی محمد یوسف ابن محمد اسحاق قاضی باقر علی خان ہمدانی کے قرابتدار۔ مسلم لائبریری کی مجلس منتظمہ کے صدر رہے۔ نسخہ کیمیا تالیف ہے۔ مسلم لیگ کے سرگرم رکن تھے۔ لاہور آ گئے تھے۔ ۱۹۵۳ء میں انتقال ہوا۔

محمد یونس خاں بی اے

محمد یونس خاں خلف اسحاق خاں ہمدانی۔ ڈپٹی محمد یوسف خان بہادر کے برادر خورد ہیں۔ پٹرولیم کمپنی میں منیجر رہے۔ اب حیدرآباد میں قیام ہے۔ جزیرہ پر مبسوط کتاب تالیف کی ہے۔ دائرہ معارف قرآنیہ کے ممبر ہیں۔

ڈاکٹر سید محمود حسن رضوی ابن مہدی حسن

آپ کے آباؤ اجداد بہسر کے رہنے والے تھے۔ آپ نے فن ڈاکٹری حاصل کر کے لوہا منڈی کے اسپتال میں انچارج ہو گئے۔ خدا نے ہاتھ میں شفا عطا کی ہے۔ شہر بھر کے مریض پہنچتے تھے۔ غرباء کا علاج بڑی دلجوئی سے کرتے ہیں۔ کراچی آ کر بھی یہی طریقہ ہے۔ میرے احباب سے ہیں۔ آنکھوں کے معالج ڈاکٹر رضوی آپ کے خلف ارشد ہیں۔ آگرہ والے آپ کے متوسلین ہیں۔

مخلص اکبرآبادی

میر باقر علی مخلص محمد شاہی عہد کے شاعر تھے۔ یک رنگ دہلوی سے تلمذ تھا۔

میر حشمتی

میر حشمتی در اکبرآباد با کسب بادے اتفاق ملاقات افتادہ باشید صحبت داشتہ۔ دیوانے طرز قدیم دارد۔

موئے سر گردم سفید در عیب کارم سر نشد
دست پائے می زنم اکنوں کہ ماز سر گذشت

(گلشن فطرت)

کمشنر مسرور حسن خاں اکبرآبادی

آپ کے والد ماجد ڈاکٹر حامد حسن خاں فتح آباد کے معزز زمیندار تھے۔ ڈاکٹر صاحب ملکاج گنج کے ہسپتال کے انچارج زمانہ دراز تک رہے اور پنشن پائی۔ بڑے

ہردل عزیز افسر اور غریب پرور تھے۔ راقم سطور سے عزیزانہ برتاؤ کرتے تھے۔ آپ کو خان بہادر اختر عادل مرحوم کی بہن منسوب تھیں۔ مسرور حسن خاں صاحب نے انگریزی کی اعلیٰ تعلیم پائی اور سلسلہ ملازمت اختیار کر کے اعلیٰ عہدوں پر ممتاز ہے۔ اپنی دانشوری اور حسن لیاقت سے حیدر آباد میں آجکل کمشنر ہیں۔ اپنے پدر بزرگوار کی طرح ہردل عزیز ہیں۔ علمی ذوق ہے۔ تعلیمی کاموں سے دلچسپی ہے۔

منشی مرتضیٰ خاں

منشی مرتضیٰ خاں خلف منصب خاں تحصیلدار ولد نعمت خاں تحصیلدار ابن باز خاں تحصیلدار، ریاست جہالا واڑ کے قدیم باشندہ و رئیس شمس آباد آگرہ کے مورث اعلیٰ امیر خان احمد شاہ ابدالی کے ہمراہ افغانستان سے وارد ہند ہوئے۔ آپ کے پوتے نے شمس آباد میں سکونت اختیار کی۔ یہیں سے جہالا واڑ گئے۔ منصب خاں کے انتقال کے بعد مرتضیٰ خاں آگرہ آن رہے اور تحصیل رکاب گنج کی میں محرر ہوئے۔ ترقی کرتے ہوئے پیشکار ہوئے ۱۹۲۳ء میں انتقال ہوا۔ راقم سطور پر بے حد شفقت کرتے تھے۔ ان کے خلف عبدالوہاب میرے جگری دوست تھے جو کانپور میں کورٹ انسپکٹر تھے۔ کراچی میں انتقال ہوا۔ عبدالوہاب کے بڑے بھائی عبدالرزاق خاں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ دفتر کمشنری آگرہ، چھوٹے بھائی ان کے میرے بڑے بھائی احکام اللہ اور میرے دوست مصطفیٰ خاں بی اے سپرنٹنڈنٹ تعلیم میونسپل بورڈ آگرہ، چوتھے ڈاکٹر مرتضیٰ خاں فتح گڑھ میں ڈاکٹر ہیں۔ ان سے چھوٹے محی الدین خاں گوالیار میں تحصیلدار ہیں۔ عبدالوہاب کے اخلاف میں وقار خاں کراچی میں انسپکٹر پلیس ہیں دوسرے اقبال زاہد مصطفیٰ خاں کے صاحبزادے مختار زاہد نیوی میں جونیئر اکنٹنٹ افسر کراچی میں ہیں دوسرے صاحبزادے انصار زاہد ایم اے لکچرر چشتیہ کالج اور متعلم پی ایچ ڈی جن کو میرے ساتھ تخصیص ہے اور رفیق کار ہیں

مشیر علی

مشیر علی برادر خان بہادر انعام علی انجینیر۔ وطن کاکوری تھا۔ آگرہ میں اوورسیر تھے یہیں ۱۹۳۵ء میں انتقال ہوا۔ انجینیر صاحب ۱۹۵۵ء میں اسی سن فوت ہوئے۔ ہمارے رفیق کار تھے۔ انجمن اسلامیہ کے رکن شعبہ محمدیہ اور ٹیل کالج کے صدر تھے۔

مظفر حسین پیشکار

مظفر حسین پیشکار راقم سطور کے ہمسایہ تھے۔ بڑے ذی علم مطالعہ کتب کا با ذوق تھا۔ پیر بہاء الدین کے پوتے میاں جان کے نواسہ مظفر حسین کے جد اعلیٰ ہمراہ ہمایوں آئے تھے۔ ان کے گھرانے میں موئے مبارک حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت غوث الاعظم اور جبہ حضرت باقی باللہ اور دستار میر خان بدخشی سے تبرکات سلف سے چلے آرہے ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول کو ہر سال زیارت ہوتی ہے مظفر حسین کے تین صاحبزادے مزمل حسین، انوار حسین اور امجاد حسین تینوں اللہ کو پیارے ہوئے۔ مزمل حسین کے صاحبزادے سید تجمل حسین، سید اکمل حسین کراچی میں ہیں۔ آخر الذکر ٹیلیفون میں انجینیر ہیں، تجمل حسین کاروبار کرتے ہیں میرے مکان کے قریب رہتے ہیں۔ انور حسین کے صاحبزادے اظہار حسین ریلوے میں ہیں دوسرے نثار حسین ہیں۔ چھوٹے میاں ایم اے نیشنل لائبریری میں منسلک ہیں چھوٹے دہلی میں ملازم ہیں۔

مرزا مظہر جان جاناں

اور ان کی سیاسی زندگی

اورنگ زیب کا عہد سلطنت مغلیہ کی تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ تھا مگر علمی ترقی کے اعتبار سے بہت بلند تھا۔ عالمگیر نے علوم و معارف کی آبیاری کی کہ جس کا ثمر اس عہد میں چشمۂ علم ابھر آئے اور اسی کا اثر تھا کہ پہلی صدیاں پیچھے رہ گئیں۔ منقول و معقول کے ائمہ کبار اس عہد کے درخشاں ستارے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ، ملا نظام الدین سہالوی بانی درس نظامیہ، قاضی مبارک، شارح مسلم العلوم، قاضی سراج الدین علی خاں آرزو، خیر اللہ مہندس، ملا احمد اللہ سندیلوی وغیرہم اسی عہد میں اس عہد کے اصحاب فضل و کمال کی بڑی فہرست ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ اصحاب طریقت میں حضرت درد اور حضرت مظہر کی شخصیت نمایاں نظر آتی ہے۔ مرزا موصوف بہت بڑے فقیہ، محدث اور عارف کامل تھے۔ محمد حیات سندھی محدث کا قول ہے کہ "اگر کوئی حدیث فقہ حنفی کے معمول کے وارد ہو اور مرزا جان جاناں اس عہد کی تحقیق کریں تو اس کے باوجود بھی اس حدیث پر عمل کر لینا چاہیے۔" مگر آج فقیہ اور محدث اور صاحب کمال درویش ہونے کی وجہ سے شہرت پذیر ہیں۔ البتہ آپ کی شاعری وجہ شہرت ہے گو آپ پیشہ ور شاعر نہ تھے اور نہ شاعری کو اپنے شایان شان ہی سمجھتے تھے۔ مگر فکر سخن ہی کے سلسلہ ان کا نام زندہ جاوید بنا دیا ہے۔ نقشبندیہ سلسلہ کے مشائخین کے احوال میں جو تذکرے لکھے گئے ان میں آپ کے حالات وضاحت سے تحریر ہیں۔ شعرا کے تذکروں میں فارسی اور اردو میں آپ کا ذکر بڑی آب و تاب سے ہے اور ہر ایک نے حسن عقیدت سے تذکرہ لکھا ہے۔ آب حیات کے مگر آپ کی زندگی کا ایک روشن پہلو پردۂ خفا میں رہا کہ آپ اپنے عہد کے بڑے سیاسی مفکر تھے اور آپ کا سیاسی کارنامہ ہندوستان کا ایک روشن تاریخی ورق ہے کہ تاریخی مورخین اور تذکرہ نویس اس طرف سے چشم پوشی کر گئے یا ان کی نگاہ وہاں تک پہنچ ہی نہ سکی۔ ہندوستان کے علما اور صوفیا کے تذکروں کے مطالعہ سے تاریخ کے بعض تاریک گوشوں پر روشنی پڑتی ہے اور بہت سے تاریخی واقعات جو پردۂ خفا میں ہیں وہ منظر عام پر لائے جا سکتے ہیں۔

اورنگ زیب کے عہد سے ۱۸۵۷ء تک تاریخ بہت تشنہ ہے چنانچہ اس عہد کے متعلق تفحص جاری ہے اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ مضمون ہے۔ مرزا صاحب کے مکاتیب کا مجموعہ مطالعہ سے گزرا جس کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مرزا صاحب کا مرہٹوں کی جنگ میں خاص کارنامہ ہے۔ روہیلوں کی پشت پناہی آپ نے ہی کی اور ان کی توجہ اپنی حکومت کے خواب دیکھنے کی بجائے مرہٹوں کے استیصال کی طرف لگا دی۔ ہر ایک روہیلہ سردار مرہٹوں کا قلع قمع سے اپنی حکومت کی وسعت کا خواہشمند تھا۔ نظام الملک آصف جاہ، صفدر جنگ، الہ وردی خاں نے حکومت مغلیہ کے حصے بخرے کر لیے تھے تو یہ مسلمان افغان بھی اپنی اپنی نگاہوں میں بقیہ حکومت میں سے اپنا حصہ لینے کے لیے مرہٹوں سے کچھ کم نہ تھے۔ اس بیان کی تفصیلات آگے آتی ہیں۔ ہم اس موقع پر مرزا صاحب کی زندگی کے حالات پیش کرتے ہوئے ان کی سیاسی زندگی کو اجاگر کرتے ہیں۔ اور تاریخ ہند کی ایک گم شدہ حقیقت کو مورخین کے لیے ظاہر کرتے ہیں تاکہ آئندہ تاریخ لکھتے وقت سابق مورخین کی کوتاہی کا ازالہ کر سکیں۔

تذکرہ | مرزا صاحب کا اصل نام جان جان اور تخلص مظہر تھا۔ آپ کے والد مرزا جان عالمگیری دربار کے منصب دار تھے۔ نسب ان کا باپ کی طرف سے محمد حنفیہ ابن علیؓ سے ملتا ہے۔ دادا دربار شاہی میں صاحب منصب تھے۔ دادی اسد خاں وزیر کی خالہ زاد بہن تھیں۔ پردادا سے اکبر شاہ کی بیٹی منسوب تھیں یوں رشتوں سے تیموری خاندان کے نواسے تھے (گل رعنا صفحہ ۱۲۱) ماں بیجاپور کے شریف گھرانے سے تھیں۔ بقیہ خاندانی حالات ذیل کے بیان سے واضح ہوں گے۔ مرزا صاحب

نے علامہ آزاد بلگرامی کو اپنے حالات یہ لکھے ہیں:۔

"فقیر جانِ جان متخلص بہ مظہر، پسر مرزا جان، اجمالی تخلص، علوی نسب، ہندی مولد، نقشبندی مشرب است و در عشرہ اولیٰ مائۃ ثانی عشر بعد از ولادتش اتفاق افتاد۔ نشو و نمائے ظاہری در بلدہ اکبرآباد یافتہ تربیت باطنش در دار السلطنت شاہجہان آباد از جناب سید محمد بدایونی نقشبندی مجددی واقع شدہ سلسلۂ نسبش بہ بیست و ہشت واسطہ بتوسط محمد بن حنفیہ بہ خیبر گشا حیدر کرار علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ منتہی می شود۔ جد اعلیٰ او امیر کمال الدین در اوائل مائۃ تاسعہ از خطہ طائف بہ جذبۂ قسمت بر روم و ترکستان رخت اقامت انداخت و صاحبۂ یکے از حاکمان آں حدود کہ سردار الوس قاقشال بود و بنت دست داد۔ چوں اولاد بسیاری بود حکومت آں ناحیہ تعلق باولاد ایشاں گرفت، و بعضے با مردانے بعضے از آں ممالک عمر گذرانیدہ۔ اولاد کثیرہ بہم رسانید از آنجا امیر محمد ... امیر با ... حین فتح ہندوستان در رکاب ہمایوں بادشاہ اتفاق افتاد، و در ہمیں مملکت وارد شدند و احوال ایں بزرگواراں در تاریخ اکبری مسطور است و نسب مادری ایں بزرگاں بخواند امیر صاحب قران میرسد و نسب فقیر بچہار واسطہ بہ بابا خان منتہی می گردد۔ پدرم بحرم خان مذکور کہ در عہد اکبری بمنصب لائق شدہ بود بجا کم منصبی گرفتار بود و عمری در خدمت اورنگ زیب بادشاہ گذرانیدہ آخر بدولت ترک دنیا معزز و مفتخر گردید۔ بخدمت بزرگی از خلفائے طریقۂ قادریہ استفادہ نمودہ۔ در سال ہزار و صد و سیزدہ ولادت فقیر اتفاق افتاد و در عمر شانزدہ سالگی گرد یتیمی بر او نشست و در کمر ہمت بستہ دست از دنیا برداشت و پائے صحرا از سر ساختہ در راہ فقر گذاشت۔ علوم متعارفہ در عہد پدر خواندہ بود و کتب حدیث در خدمت حاجی محمد افضل سیالکوٹی تلمیذ شیخ المحدثین شیخ عبداللہ بن سالم می گذرانید و ذکر طریقۂ نقشبندیہ با خرقہ و اجازت مطلقہ از جناب سید نور محمد بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرفت و عمرے در خدمت ایشاں بسر بردہ بعد وفات ایشاں از مشائخ متعددہ ایں طریقہ استفادہ نمودہ و آخر بآستانہ فیض آشیانہ شیخ محمد عابد سنامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خرقہ اجازت طریقۂ قادریہ و سہروردیہ و چشتیہ حاصل نمودہ۔" (سرو آزاد صفحہ ۲۳۲ از غلام علی آزاد، کلمات طیبات صفحہ ۱۳)

تعلیم | مرزا صاحب نے خود اپنی تعلیم کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے۔ مقامات مظہری میں ہے کہ:۔

"بعد از ... رسائل محاورہ فارسی وغیرہ از والد ماجد خود خواندہ ایم و کلام اللہ از خدمت قاری عبدالرسول و علم تجوید و قرات نزد ایشاں سند کردہ ایم بمختصر ست علم معقول و منقول از علمائے الوقت تحصیل نمودہ۔ بعد واقعہ ناگزیر والد ماجد خود کتب مبسوطہ در علوم از حضرت حاجی محمد افضل رحمت اللہ علیہ تحصیل کردہ ایم و علم حدیث و تفسیر از خدمت ایشاں باسناد رسانیدہ۔" (مقامات مظہری)

طریقت سے لگاؤ | ایک عرصہ تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا پھر طریقت سے دلی نسبت پیدا ہو گئی۔ "مدتہا در علم ظاہر بجا البیان گفتیم۔ آخر جذبہ نسبت باطنی غلبہ کرد شغل کتاب متروک گردید۔ می فرمودند در واقعہ دیدم کہ از غیب کسے گفت مارا بشما کارہا است ہدایت خلق و اشاعت طریقہ بوجود شما وابستہ است

لقب سے سرفرازی | اپنے پیر کے لئے ارشاد فرمایا۔ "روزے فرمودند از نہایت محبت کہ شمارا با خدا و رسول ثابت ست ترویج طریقہ بتوجہات شما خواہد شد۔ از جناب الٰہی لقب شما شمس الدین حبیب اللہ عطا شدہ۔" (مقامات مظہری صفحہ ۲)

استغنا | استغنا اور بے تعلقی کا یہ عالم تھا کہ ساری عمر کسی بادشاہ یا وزیر کے سامنے سر نیاز خم نہیں کیا۔ ایک بار محمد شاہ نے نواب اعتماد الدولہ قمر الدین خان کو بھیجا اور کہلایا کہ اتنا بڑا ملک خدا نے مجھ کو دیا ہے اس میں جو کچھ چاہیے قبول فرما لیجئے۔ ہنس کر فرمایا قل متاع الدنیا قلیل۔ خدا نے ہفت اقلیم کو قلیل فرمایا ہے پھر ایک اقلیم میں سے ایک ولایت آپ کے حصہ میں آئی ہے وہ کتنی ہے کہ فقیر اس کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ (گل رعنا صفحہ ۱۲۴-۱۲۳)

نواب فیروز جنگ نے خانقاہ مسجد کنواں یومیہ اور گاؤں فقراء کے لئے پیش کئے، قبول نہ کئے۔ نواب آصف جاہ نے ایک بار تیس ہزار روپیہ نذر کیا مگر قبول نہیں فرمایا۔ (مقامات مظہریہ) تمام عمر ذاتی مکان نہیں بنایا۔ بازار سے کھانا منگا لیا کرتے۔ شب و روز رشد و ہدایت کی محفل جمائے رکھتے تھے۔

مرزا صاحب کے فقر و توکل اور ان کے عارفِ کامل ہونے پر سب ہی تذکرہ نگار متفق ہیں اور ان کا نام عقیدت اور احترام سے لیتے ہیں۔ میر تقی میر کہتے ہیں:-

"مردیست مقدس مظہر درویش عالم صاحب کمال شہرۂ عالم بے نظیر معزز مکرم۔ بندہ محمد بت او رفتہ سعادت اندوز گشتہ است۔ اکثر اوقات در یاد الٰہی معروف می کند۔" (نکات الشعراء از میر تقی میر)

فتح علی گردیزی لکھتے ہیں:- "حقا کہ ذاتش مظہر تجلیاتِ الٰہی است و مظہر انوار فیوضات غیر متناہی۔"

لچھمی نرائن شفیق لکھتے ہیں:- "مظہر فیض الٰہی است و مشرق صبح آگاہی شاہ مسند فقر و فنا مقیم آستان توکل و استغنا۔" (چمنستان شعراء)

رام بابو سکسینہ رقم طراز ہیں:- "عالم متبحر فقیہ کامل حنفی المذہب اور نقشبندی طریقت تھے۔ عالم باعمل احکام قرآن کے پیرو۔ اکثر وقت اوراد و وظائف یا دلچسپ علمی گفتگو اور شعر و شاعری میں گزارتے تھے۔" (تاریخ ادب اردو)

شیخ علی حزیں ہندوستان میں کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ایک بار دلی میں لب سڑک ایک بالا خانہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مرزا صاحب گھوڑے پر سوار اس طرف سے گزرے۔ شیخ علی حزیں نے دیکھ کر پوچھا "ایں کدام جوان است؟" سامنے ایک شاعر ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا "مرزا جانجاناں"۔ شیخ نے کہا۔ "چشم بد دور ہمہ دانی و ہمہ جانی۔" (معمولات مظہریہ بحوالہ رعنا صفحہ ۱۲۲)

سیاسی کشمکش

مرزا نے آنکھ کھولی۔ ملک کا نقشہ بگڑا ہوا تھا۔ آپ کے آنکھوں دیکھتے تخت پر نو سلاطین رونق افروز ہوئے لیکن انھیں عالمگیر کی سلطنت تو ملی مگر عالمگیر کی زبردست شخصیت نہ ملی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سلطنت کے لئے اور سلطنت ان کے لئے وبال جان بن گئی۔ ان تمام شاہان مغلیہ میں سب سے زیادہ حکومت محمد شاہ نے کی لیکن سلطنت کے ٹکڑے بھی سب سے زیادہ اسی کے دور حکومت میں ہوئے۔ ۱۷۲۴ء میں حسین قلی خاں جو عام طور پر نظام الملک اور آصف جاہ کے نام سے مشہور ہے حیدر آباد کا صوبہ دار تھا خود مختار بن گیا۔ الہ وردی خاں گورنر بنگال نے بھی خودسری دکھائی۔ روہیلہ سردار داؤد خاں، حافظ رحمت خاں (حیات حافظ رحمت خاں از سید الطاف علی بریلوی) دوندے خاں، بخشی سردار خاں، فتح خاں، خانساماں نجیب خاں (نواب نجیب الدولہ ثابت جنگ از انتظام اللہ شہابی) صدر خاں نامورانِ افغانستان نے آگے پیچھے روہیلکھنڈ میں اپنی حکمرانیاں قائم کرلیں۔ مرکزی حکومت کمزور ہوگئی۔ مرہٹوں نے جنوب سے حملہ کردیا۔ ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ چڑھ آیا۔ دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجادی (تاریخ نادری) محمد شاہ کے بعد احمد شاہ اور عالمگیر ثانی کے عہد اور خود محمد شاہ کے زمانہ میں احمد شاہ ابدالی نے متعدد بار ہندوستان پر چڑھائی کی اور دہلی اور متھرا کو خوب لوٹا۔ (تاریخ احمد و تاریخ ہندوستان جلد نہم صفحہ ۹۹) یہ اپنے ملک واپس گئے تو مرہٹوں نے یورش کردی۔ یہ تمام واقعات مرزا صاحب کے سامنے گزرے۔ مرہٹوں کا ظلم و ستم بہت بڑھ چکا تھا مسلمانوں کے گاؤں جلا دیتے۔ مساجد منہدم کردیتے۔ عورتوں کو ذبح کردیتے اور بچوں کو نیزے پر اٹھا کر لطف لیتے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ: "حال مردم ایں حدود تباہ است، خدا رحم برامت محمدیہ فرماید" (کلمات طیبات صفحہ ۵۲ مکتوبات پنجاہ و دوم)

مسلمان صوبہ دار کبھی حکومت کے خلاف ابھرتے اور کبھی مقابلہ پر صلح کرلیتے۔ مرزا صاحب نے مسلمانوں کا جائزہ لیا کوئی مرہٹوں سے مقابلے کو آمادہ نظر نہ آیا تو آپ نے روہیلکھنڈ کے شجاعان افغانستان کو دیکھا کہ یہ تو واقعی اس جماعت کے سیلاب بلا کو روک سکتے ہیں چنانچہ آپ کی توجہ روہیلوں کی طرف ہوئی۔ اور

سرداران روہیلہ آپ کی خدمت میں آئے آپ ان پر توجہ نہ کرتے بلکہ عام روہیلوں پر سب سے زیادہ توجہ فرماتے۔ ان کو مرید کرتے اور راہِ خدا میں جان سپاری کی ہدایت فرماتے۔ سرداروں کی توجہ ملک گیری کی طرف بڑھ رہی تھی۔ عوام کی توجہ آپ نے مرہٹوں کے استیصال پر لگادی اور ان کو مرکزی حکومت کا معاون بنادیا۔ پھر تو سردار بھی جھک گئے۔ آپ کے مکاتیب میں یہ تمام باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ آپ نے روہیلکھنڈ کا سفر کیا۔ مرید دیں بن گئے۔ ان میں سرگرمی عمل پیدا کردی۔ چنانچہ ایک خط میں لکھتے ہیں:۔

"فقیر از سیر امروہہ و مرادآباد فارغ شدہ است و قصد تماشائے شاہجہانپور دارد۔ انشاء اللہ عنقریب می رسد۔ دو سہ روز قیام بریلی کردہ روانہ پیشتر می شود و پنج و شش روز قیام در شاہجہانپور نمودہ مراجعت بہ سنبھل می نماید۔ بعد ازاں بہ دہلی می رود۔ و با وجود ضعف پیری ایں حرکت عنیف را بر خود پسندیدن بنا بر اغراض صحیحہ اخرویہ است کہ خدا می داند۔" (کلمات طیبات صفحہ ۵۲) آخری فقرہ واضح ہے۔

اپنے خلیفہ مولوی ثناء اللہ سنبھلی کو لکھتے ہیں:۔ "از آشوب کفار مرہٹہ اندیشہ نکنید۔ انشاء اللہ تعالیٰ درست آمدہ۔ مضرتی نہ خواہد رسید و برائے دفع بلیہ ہا حد قرات سورہ لایلاف ہر قدر تو نیز اکثر نمائید و در فتح و نصرت لشکر اسلام بر کفار دعا و صرف ہمت واجب است۔ غافل نباشید اگرچہ احوال مسلمانان ایں قوم معلوم اما حق اسلام بر ہمہ امور مقدم است۔" (کلمات طیبات صفحہ ۴۲)

غرضیکہ مرزا صاحب نے اس وقت کی سیاست ملکی میں بلا نام و نمود کے حصہ لیا اور کامیاب ہوئے۔ روہیلوں نے پانی پت کے میدان میں جیسی جان سپاری دکھائی ہے وہ تاریخ کا روشن باب ہے اس کی تفصیل بیان نہیں کرتا ہے۔ مرزا صاحب کے سوانح نگار کے لئے آپ کے واقعات سیاسی چھوڑ دئے ہیں تمام مواد آپ کے مکاتیب میں موجود ہے اس جگہ "مشتے نمونہ از خروارے" پیش کیا ہے۔ مرزا صاحب کی شاعری سے اس جگہ بحث نہیں ہے۔ البتہ مرزا صاحب کے نام بھی تذکرہ نویس صحیح لکھ نہ سکے۔ مولانا آزاد نے شمس الدین لکھا ہے کہ باپ نے یہ نام رکھا۔ عالمگیر نے جان جاں۔ یہ عالمگیر کے مقابلہ میں نہ جچا۔ اس کی اتباع صاحب گل رعنا نے کی اور رام بابو سکسینہ نے۔ مگر خود مرزا صاحب کی تحریر سے اس کی تصحیح ہوئی۔ مگر مالوہ کی پیدائش آزاد کسی تذکرہ سے نکال لائے۔ خود مرزا صاحب نے آگرہ لکھا ہے۔

وفات ۱۱۹۵ھ کو ایک شخص نے دروازہ پر دستک دی آپ باہر آئے۔ اس نے قرابین ماری اور بھاگ گیا۔ تین دن بعد جان جان آفریں کے سپرد کی۔ قمر الدین منت نے "عاش حمیداً مات شہیداً" سے تاریخ وفات نکالی ہے۔ لوح مزار پر ان کا اپنا یہ شعر تحریر ہے:۔

بہ لوحِ تربتِ ما یافتند از غیب تحریرے — کہ ایں مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیرے

مظہر علیم

مظہر علیم ابن ڈاکٹر عبد اللہ بعد تحصیل علم نائب تحصیلدار ہو گئے۔ غالباً تحصیلداری سے پنشن لی۔ انجمن محمدیہ کے رکن تھے۔ کراچی چلے گئے تھے وہیں ۱۹۵۲ء میں انتقال ہوا۔ میرے احباب سے تھے۔

ڈاکٹر سید معشوق علی

ڈاکٹر سید معشوق علی ابن علی بخش۔ معشوق علی کی والدہ میران حسینی کی اولاد سے تھیں۔ اپنے بہنوئی ڈاکٹر عارف علی سے فن ڈاکٹری حاصل کیا۔ ملتان میں ملازم رہے۔ ان کے خلف ڈاکٹر عاشق علی بھاولپور میں اعلیٰ فوجی عہدہ پر ممتاز ہیں۔ معشوق علی کا انتقال ۱۹۳۷ء کے بعد ہوا۔

Scanned with CamScanner

حکیم سید معصوم علی

حکیم سید معصوم علی ابن سید امام علی فن طب کے بڑے ماہر تھے۔ عربی طالب علمانہ تھی۔ حکیم سلیم الدین خاں خستہ سے ایک طبی مسئلہ پر رسالہ بازی ہوئی۔ ان کے خلاف حکیم معشوق علی تھے جن کے اخلاف میں حکیم سید حسن مرحوم اور حکیم وصی الحسن میونسپل کمشنر مرحوم وغیرہ تھے۔ حکیم معصوم علی لوکل کمیٹی انجمن اسلامیہ کے ممبر تھے۔ اس کمیٹی کے سکرٹری منشی عبدالکریم استاد ملکہ وکٹوریہ تھے۔ رسالہ مرغوب القلوب اور عین الطب تالیف سے ہیں۔ ۱۳۳۶ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

مولوی معین الدین

معین الدین احمد ابن مولوی حسام الدین فارسی۔ انگریزی کی معقول استعداد تھی۔ کلکٹری میں سپرنٹنڈنٹ صیغہ مال رہے۔ اسی سے پنشن لی۔ میرے احباب سے تھے۔ مرات الالقاب، تاریخ تاج، معین الآثار، آپ کی تالیف سے ہیں۔ ۱۲ر اگست ۱۹۳۱ء میں انتقال ہوا۔

مولانا مقصود علی

مولانا مقصود علی تبریزی ابن ملا فضل اللہ بیگ۔ علم و فضل سے بہرہ مند تھے۔ [illegible]ھ میں فوت ہوئے۔

مرزا ممتاز حسین قزلباش

آپ نے بی اے علی گڑھ کالج سے کیا۔ دہلی کارپوریشن کے سکرٹری ایک عرصہ تک رہے۔ خیرپور میں دیوان ریاست ہو گئے۔ مملکت پاکستان کے کچھ عرصہ وزیر بھی رہے۔ اعلیٰ قابلیت کے حامل اور بڑی سوجھ بوجھ کے بزرگ تھے۔ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کی مجلس منتظمہ کے رکن تھے۔ گزشتہ سال فریضہ حج ادا کرنے گئے۔ مدینہ میں انتقال ہوا۔ آپ کے برادر مرزا اقبال حسین میرے احباب سے ہیں۔ رضویہ کالونی میں قیام پذیر ہیں۔

خانصاحب ڈپٹی ممتاز علی

ممتاز علی ابن حاجی ڈپٹی وزیر علی ابن امیر بخش ابن حکیم حسن بخش کٹرہ عمر خاں۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ویکسینیشن ڈیپارٹمنٹ تھے۔ میونسپل کمشنر ۱۹۳۲ء میں ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں کراچی آ گئے۔ ۱۹۵۵ء میں انتقال ہوا۔

ماسٹر مہدی حسن ایم اے

اٹاوہ ہائی اسکول میں ہیڈ ماسٹر رہے۔ پھر شعیب محمدیہ ہائی اسکول آگرہ میں پرنسپل رہے۔ صدہا طلباء نے ان سے تعلیم پائی اور اعلیٰ عہدوں پر ممتاز ہوئے۔ کراچی آ کر شعیب محمدیہ اسکول بمعاونت مولانا محمد ادریس اور ماسٹر عبداللطیف بی اے قائم کیا۔ اب ضعف کی وجہ سے خانہ نشین ہیں۔ میرے احباب سے ہیں۔

مہدی حسن

مہدی حسن ابن منشی ولایت علی انجینیر مراد آبادی ابن مولوی رحیم بخش وقائع نویس ریاست بھرت پور۔ آپ کی والدہ حمیدہ بیگم نواب دوندے خاں کی پرپوتی تھیں جن کے قرابت دار جرنل بخت خاں روہیلہ تھے۔ ان کے دادا عباس علی خاں شہزادہ فیروز شاہ کے خزانچی تھے۔ مہدی حسن نے انگریزی کی تعلیم پائی۔ انجینیرنگ کی سند ۱۹۰۹ء میں نزنجیا ریلوے میں سرویر ہو گئے۔ تین سال بعد آگرہ لوٹے۔ وربنگاہ میں اسسٹنٹ انجینیر ہو گئے پھر بڑودہ میں اسسٹنٹ انجینیر رہے۔ [illegible] سے انجینیرنگ کی سند لی۔ ان کی کوٹھی کے برابر مولانا محمد علی اڈیٹر کامریڈ کی کوٹھی تھی۔ نواب صدر الدین حسن خاں، پروفیسر نواب علی، فدا علی خاں، نواب قطب الدین خاں، حکیم امداد علی، حکیم احتشام علی، صوفی عنایت اللہ سے بے حد مراسم تھے۔ چند سال بعد نوکری ترک کی۔ حیدرآباد میں اسسٹنٹ انجینیر ہو گئے۔ وہیں ۱۹۱۹ء میں انتقال ہوا۔ ان کے ایک صاحب زادے سجاد حسین ہیڈ ٹی آئی نواسہ داروغہ تصدق حسین اکبرآبادی کے تھے۔ سجاد حسین کو سید تجمل حسین زیدی نگینوی کی دختر نواب بیگم زیدی منسوب ہوئیں ان سے سید احمد جو ولایت انجینیرنگ کی تعلیم کے لئے گئے ہیں۔ شمیم احمد نے بی اے اسلامیہ کالج سے کیا۔ نسیم احمد نے انٹر کر کے چھوڑ دیا اور فیروز احمد جو اسلامیہ کالج میں بی اے کے پہلے سال میں تعلیم پا رہے ہیں۔ کراچی میں مقیم ہیں۔ نواب بیگم زیدی نے ادیب منشی فاضل اور ایف اے تک تعلیم پائی۔ ادب سے ذوق ہے۔ میرے تصنیفی شغل میں بڑی معاون ہیں۔ میرے بھتیجے منشی ارشاد حسین تاجر فیلٹ کی اہلیہ زاہد بیگم نورجہاں بیگم بنت میر حسن علی بن مولوی حافظ سید محمد حسین وکیل مراد آبادی کی دختر ہیں۔ سجاد حسین نے ۲۷ فروری ۱۹۴۹ء میں انتقال کیا۔ سید تجمل حسین ابن سید محمد علی زیدی کے صاحب زادے ریاض احمد زیدی ایم اے ایل ایل بی مرحوم متوفی ۸ دسمبر ۱۹۶۳ء اور سید احمد عشرت مراد آبادی متوفی ۱۳ فروری ۱۹۶۴ء اور نصیر احمد سلمہٗ کراچی میں مقیم ہیں۔

مہر

مرزا حاتم علی بیگ نام مہر تخلص قزلباش اصفہانی خلف مرزا شفیع علی بیگ تحصیلدار بن رکن الدولہ مرزا امداد علی خاں بہادر تلمیذ امام بخش ناسخ بسلسلہ روزگار لکھنؤ سے آگرہ آ گئے۔ فارسی استعداد معقول تھی۔ چار گڑھ میں ملازمت رہے۔ پھر مصدر میں وکالت کا شغل اختیار کیا۔ ان کے دم سے آگرہ میں شعر و شاعری کے چرچے رہتے۔ اکثر مشاعرہ کیا کرتے۔ آخر عمر میں اٹاوے چلے گئے۔ ان کی حویلی متصل مسجد معتمد خاں شمالی رخ جو منشی ولایت علی انجینیر مراد آبادی کے قبضہ میں تھی۔ مہر نے ۱۲۹۰ھ میں انتقال کیا۔ مرزا غالب کے احباب سے تھے۔ انشائے بے خبر میں راقم سطور نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ تذکرہ آب بقا میں ان کا مفصل حال ہے۔ تصانیف میں خار عشق، مجاز عشق، رسالہ علم عروض، شمامۂ مہر، ایک تذکرہ حمیدہ آشنا یادگار ہیں۔

پیرزادہ میاں عظیم الدین

پیرزادہ میاں عظیم الدین ابن حکیم نیاض الدین فریدی نواسہ شیخ سلیم چشتی رح سب رجسٹراری سے پنشن لی۔ آپ کے بھائی عزیز الدین بھی سب رجسٹرار تھے۔ دونوں بھائی میرے کرم فرما تھے ۱۹۴۰ء میں میاں صاحب کا انتقال ہوا۔

میر سجاد

میر سجاد خلف میر محمد عظیم بن محمد اکرم۔ آذربائیجان سے محمد اکرم آگرہ آ کر بس گئے۔ خاندانی خطاط تھے۔ سجاد نے بھی اس فن میں کمال حاصل کیا۔ آپ سند عالم

تھے اور شاعر بھی۔ آپ کی اصلاح سخن حضرت آبرو نے کی۔ شعراء کے تذکروں میں ذکر و کلام موجود ہے۔

مولانا میر کلاں

مولانا میر کلاں نبیرہ مولانا خواجہ کوہی۔ علمائے عصر سے اکتساب علوم کیا۔ حدیث کی میر جمال الدین محدث و سید مبارک شاہ سے سند لی۔ فریضہ حج ادا کیا۔ اکابر مشائخ نقشبندیہ سے ملاقات کی۔ اکبر بادشاہ سے ملے۔ وہ تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور شہزادہ سلیم کی تعلیم پر مقرر کئے گئے۔ ملا علی قاری نے ان سے سند حاصل کی۔ ۹۸۱ھ میں انتقال ہوا۔ خواب گاہ آگرہ ہے۔ (مآثر الکرام صفحہ ۲۰۷)

مولوی محمد امیر الدین

مولوی امیر الدین ابن غلام عزیز الدین نبیرہ حاجی محمد اول ابن شیخ محمد شریف۔ ان کے اجداد ماوراء النہر سے آئے اور لاہور میں مقیم ہوئے۔ پھر عہد شاہجہاں میں بسلسلہ تجارت آگرہ میں آکر مقیم ہوئے۔ امیر الدین علی گڑھ میں ۱۸۳۱ء سے ۱۸۵۷ء تک ملازم رہے۔ مولانا عبد الجلیل کے ہمراہ انگریزوں سے جہاد کیا۔ ان کی شہادت پر یہ آگرہ آ گئے۔ یہیں گرفتار ہوئے۔ مقدمہ چلا اور انڈمان بھیج دئے گئے۔ کچھ عرصہ بعد آزاد ہوئے اور ۱۳۰۲ھ میں آگرہ میں انتقال کیا۔ (ذخیرۂ خاندانی از ڈپٹی حاجی وزیر علی صفحہ ۱۰)

حکیم محمد شفیع اللہ آفندی

آپ کے والد شیخ احمد اللہ ہیڈ ڈرافٹسمین سکریٹریٹ لکھنؤ میں تھے۔ شیخ عیسیٰ آفندی جو عہد شاہجہاں میں ترکی سے آگرہ آئے۔ تاج محل کا نقشہ بحکم شاہجہاں بنایا۔ ان کا مزار سٹی پارک کے عقب میں ہے۔ ان کی اولاد میں سے شیخ احمد اللہ تھے۔ ان کے عزیز رحیم الدین نقشہ نویس جو تاج محل کے نگراں تھے ہمارے دوست حاجی عطاء اللہ اور سلامت اللہ اور سیٹھ عبد العزیز انجم اس خاندان سے ہیں۔ شیخ شفیع اللہ نے نیشنل ہائی اسکول میں تعلیم پا کر لکھنؤ کے طبی مدرسے سے سند طبابت لی۔ کراچی آکر فردوس کالونی میں مقیم ہیں۔ میرے احباب خصوصی سے ہیں۔ برادر شیخ حشمت اللہ بی اے اکبر آبادی سے ان کے گہرے تعلقات ہیں۔ حشمت بھائی فارسی کے بڑے عالم ہیں۔ دہلی ریڈیو سے فارسی میں ان کی تقاریر نشر ہوتی تھیں۔ عملی تعلیمات پر چند رسالے تصنیف کئے ہیں۔ بھائی لاج میں قیام پذیر ہیں۔ بھائی شفیع کے ایک بھائی اکرام اللہ ہیڈ ڈرافٹسمین لکھنؤ میں ہیں۔ ان کے صاحبزادے فاروق عزیز آفندی ائیر فورس سے منسلک ہیں۔ شفیع صاحب کے ہمشیر زادہ ڈاکٹر نور محمد خاں ابن نبی داد خاں ڈائریکٹر جیالوجیکل سروے ڈیپارٹمنٹ ہیں۔

محمد مظہر الدین ابو العلائی

محمد مظہر الدین ابن معین الدین ابن ڈاکٹر فضل الدین مرحوم۔ مظہر الدین حضرت سید شاہ محسن ابو العلائی کے مرید اور شیخ فیض الدین سلیمی ابو العلائی کے خلیفہ ہیں۔ کراچی میں قیام ہے۔ صالح اور عبادت گذار اس سلسلہ کی خدمت میں مصروف ہیں۔

Scanned with CamScanner

میر تقی میر اکبر آبادی

نام میر تقی اکبر آبادی خلف میر محمد علی متقی مشہور "عزیز مردہ"۔ میر صاحب نے ذکرِ میر کے نام سے آپ بیتی لکھی ہے۔ اس میں لکھتے ہیں:-

خاندانی حالات می گوید فقیر میر محمد تقی المتخلص بہ میر جدِ کلانِ من بہ مستقر خلافت اکبر آباد توطن اختیار کرد و بہ فوجداری گرد اکبر آباد سرفراز گشت۔ پسرِ خود کہ پدر من باشد جوان صالح عاشق پیشہ بود بہ دل گرمی داشت بخطاب علی متقی امتیاز یافت۔ (او) در درویش و درویش پرستی، شکستہ دلے فقیر کامل (ابد) شاہ کلیم اللہ اکبر آبادی کے مرید و خلیفہ تھے پیری مریدی شغل تھا۔ میر امان اللہ ان کے مرید خاص تھے اور میر تقی میر کے جان نثار تھے۔ میر علی متقی بڑے پایہ کے درویش تھے۔ لوگ ان کے قدم لیتے اور خاکِ پا کو آنکھوں سے لگاتے، بڑے بڑے لوگ ان کے ملنے کی تمنا کرتے تھے۔ ان کے وقت میں آگرہ فقرا کا مرکز بنا ہوا تھا۔ احسان اللہ شیخ وقت تھے جو عیدگاہ کے قریب رہتے تھے۔ ان کی قدم بوسی کو آگرہ کا صوبہ دار لشکر یار خاں ہاتھی پر سوار ہو کر اکثر حاضر ہوا کرتا تھا۔ دوسرے صاحب اسد اللہ نامی تھے ایک قلندر مشرب بایزید جو سرائے گیلانی کے حجرہ میں رہا کرتے تھے۔ میر محمد علی کے ہمشیرزادہ محمد باعث جن کی سکونت عالم گنج میں تھی (او) عالم فاضل متصوف کامل بود۔ ان کے قریب ابوالفتح اکبر آبادی نام آور طبیب رہتے تھے۔

پیدائش میر میر تقی میر ۱۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کی پہلی بیوی خان آرزو کی ہمشیرہ تھیں ان سے حافظ محمد حسین تھے۔ ابتدائی منزلیں میر صاحب نے باپ کے آغوش میں طے کیں۔ ہینگ کی منڈی میں موروثی مکان تھا۔ دس برس کی عمر ہوگی کہ باپ کا سایہ اٹھ گیا۔ بھائی صاحب نے سخت برتاؤ کیا۔ پریشان خاطری سے ترک وطن پر مجبور ہوئے۔

بتلاش روزگار در اطراف شہر استخوان شکستم لیکن طریقہ نہ بستم یعنی چارۂ کار در وطن نیافتم ناچار بہ غربت شتافتم رنج راہ بر خود ہموار کردم۔ شدائد سفر اختیار کردم۔ شاہجہاں آباد دہلی رسیدم۔ بسیار گردیدم۔ شفیع ندیدم۔ خواجہ محمد باسط کہ برادر زادہ صمصام الدولہ امیر الامراء بود عنایتے بحالِ این کرد و پیش نواب برد۔ چوں مرا دید پرسید کہ این پسر کیست؟ گفت از میر محمد علی است۔ فرمود آن عزیز این پیداست کہ ایشاں از میان رفتہ باشند پس از افسوس بسیار سخن زد کہ لطف او بر من بحد نہایت شناخت یک روپیہ روزانہ سرکار من بایں پسر می دادہ باشند۔ (ذکر میر صفحہ ۶۲)

۱۱۵۱ھ کے نادری حملہ میں صمصام الدولہ کام آئے۔ روپیہ یومیہ بند ہو گیا۔ اس وقت میر صاحب کی عمر ۱۵ برس کی تھی۔ پھر کلفت سے دن گزرنے لگے۔ میر جعفر پٹنہ کے رہنے والے تھے ان سے آپ نے فارسی پڑھی اور میر سعادت علی امروہوی کے کہنے سے ریختہ میں فکر سخن کرنے لگے۔ بہت جلد شہرت ہو گئی اور شعرائے معاصرین میں امتیازی درجہ پا لیا۔ میر صاحب اپنے سوتیلے ماموں قاضی سراج الدین علی خان آرزو کے یہاں ٹھہرے ہوئے تھے مگر ان کی عدم توجہی اور بے رخی سے تنگ آ گئے۔ اسی دوران میں بیمار بھی ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد آرام ہو گیا۔ ایک روز گھر سے نکل کر جامع مسجد جا رہے تھے مگر راستہ بھول کر قاضی کے حوض جا نکلے۔ حویلی وزیر الملک اعتماد الدولہ کے نزدیک پہنچے ہی تھے کہ ایک شخص علیم اللہ نامی نے آواز دی میر صاحب! میر صاحب! آپ متوجہ ہوئے۔ اس نے کہا آپ کو رعایت خاں خلف عظیم اللہ خاں بلاتے ہیں۔ چنانچہ میر صاحب اس کے ساتھ ان کے مکان پہنچے۔ اس نے بڑی آؤ بھگت کی۔ کچھ عرصہ تک اس کی رفاقت میں رہے۔ یہاں سے بھی ایک بات پہ چشمک ہو گئی۔ کنارہ کش ہو گئے۔ تو راجہ جگل کشور جو محمد شاہ کے وقت میں وکیل بنگالہ تھا اس نے میر صاحب کو بلا لیا اور اپنا کلام دکھانے لگا۔ اسی کے ذریعہ راجہ ناگر مل تک رسائی ہوئی۔ اس کے پاس رہے۔ ۱۱۸۲ھ میں اس کے ساتھ اپنے وطن آئے۔ اس وقت میر صاحب کی عمر ۵۴ سال کی تھی۔ اپنے دوبارہ آگرہ آنے کا حال خود اس طرح لکھتے ہیں:-

منشی نبی بخش حقیر

منشی نبی بخش حقیر خلف شیخ میر امجد بخش اکبر آبادی صاحب علم و ذی استعداد بزرگ تھے۔ فوجداری کورٹ میں سررشتہ دار تھے۔ مولوی کریم اللہ تقویم الشعرا میں لکھتے ہیں: "در علم فارسی ید طولیٰ داشت۔ ذوقِ سخن دارد و کسبِ سخن از خلیفہ گلزار علی اسیر نمودہ۔"

مولانا حالی نے لکھا ہے کہ "حقیر کی سخن فہمی و سخن سنجی کی بڑے بڑے لوگوں سے تعریف سنی گئی۔" (یادگار غالب)

مرزا غالب سے بے حد تعلقات تھے۔ مرزا تفتہ کے خط میں حقیر کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ "خدا نے میری بےکسی اور تنہائی پر رحم کیا اور ایسے شخص کو میرے پاس بھیجا جو میرے زخموں کا مرہم اور میرے درد کا درماں اپنے ساتھ لایا اور جس نے میری اندھیری رات کو روشن کر دیا اس نے اپنی باتوں سے ایک ایسی شمع روشن کی جس کی روشنی میں میں نے اپنے کلام کی خوبی جو تیرہ بختی کے اندھیرے میں خود میری نگاہ سے مخفی تھی دیکھی۔ میں حیران ہوں کہ اس فرزانہ یگانہ یعنی منشی نبی بخش کو کس درجہ کی سخن فہمی و سخن سنجی عنایت ہوئی ہے۔ حالانکہ میں شعر کہتا ہوں اور شعر کہنا جانتا ہوں مگر جب تک میں نے اس بزرگوار کو نہیں دیکھا یہ نہیں سمجھا کہ سخن فہمی کیا چیز ہے اور سخن فہم کس کو کہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ خدا نے حسن کے دو حصے کئے آدھا یوسف کو دیا اور آدھا تمام بنی نوع انسان کو، کچھ تعجب نہیں کہ فہم سخن اور ذوق معنی کے بھی دو حصے کئے گئے ہوں اور آدھا منشی نبی بخش کے اور آدھا تمام دنیا کے حصہ میں آیا ہو۔ گو زمانہ اور آسمان میرا کیسا ہی مخالف ہو اس شخص کی دوستی کی بدولت زمانہ کی دشمنی سے بے فکر ہوں اور اس نعمت پر دنیا سے فارغ۔" (اردوئے معلیٰ)

ظاہر ہے کہ غالب کے دل میں حقیر کی کتنی عزت تھی وہ ہر جگہ اپنے خطوط میں ان کو بھائی اور ان کے فرزند عبد اللطیف کو بھتیجے کے رشتہ سے یاد کرتے تھے جب انھوں نے اپنی کتاب دستنبو آگرہ میں چھپوائی تو منشی نبی بخش ہی نے اس کی تصحیح وغیرہ کا ذمہ لیا۔ غالب کو ان پر بے حد اعتماد تھا اور ان دونوں کے آپس میں کوئی بیگانگی نہ تھی۔ آخر عمر میں پنشن لے کر وطن آگئے تھے۔ آپ کی غزلیں اسعد الاخبار ۱۲۶۴ھ میں اکثر شائع ہوتی ہیں۔ ۱۲۸۳ھ میں انتقال کیا۔ مرزا غالب نے تاریخ لکھی۔

شیخ نبی بخش کہ با حسنِ خلق ۔۔۔ داشت مذاقِ سخن و فہم تیز

مرگ تحکم ہمیشہ امانتش نداد ۔۔۔ کیست کہ با مرگ بسنجد ستیز

سالِ وفاتش ز پئے یادگار ۔۔۔ یا دلِ زار و مژۂ دجلہ ریز

خواستم از غالبِ آشفتہ سر ۔۔۔ گفت مدہ طول و بگو رستخیز

(۱۸۶۰ء)

نمونۂ کلام

سایۂ قصر ترا یاد آیا ۔۔۔ پھر ہمیں ظلِّ ہما یاد آیا

زخم کے منہ میں بھر آیا پانی ۔۔۔ جبکہ پیکاں کا مزا یاد آیا

بس کہ مصنوع ہے صانع کی صفت ۔۔۔ بت کو دیکھا تو خدا یاد آیا

پھر گریباں کے اڑیں گے ٹکڑے ۔۔۔ پھر وہی چاکِ قبا یاد آیا

یدِ بیضا کا جو مذکور ہوا ۔۔۔ ان کا نقشِ کفِ پا یاد آیا

Scanned with CamScanner

مولانا نافع

مولانا نافع اکبرآبادی علمائے اسلام سے تھے۔ بختاور خاں، عالمگیری سے تعلقات تھے۔ اس کے لئے آپ نے خلاصۃ الخانیہ فقہ میں فارسی میں لکھی مرات العالم میں اس کا ذکر ہے۔

حضرت نثار اکبرآبادی

مولوی سید نثار علی ابن سید مشتاق علی وکیل صدر نظامت ابن سید سعادت علی کوتوال شہر آگرہ۔ اجداد کا وطن سیونتی (مضافات لکھنؤ) تھا۔ عربی فارسی میں اعلیٰ قابلیت تھی۔ فراغت کے بعد درس و تدریس کا شغل تمام عمر رہا۔ نواب اسمٰعیل خاں کے یہاں عرصہ تک معلمی کی۔ اوائل عمر سے شاعری سے لگاؤ تھا۔ حاتم علی بیگ مہر سے اصلاح سخن لی۔ پھر حضرت شاہ محمد اکبر اکبر سے مشورہ لیتے رہے۔ حضرت اکبر وحید الہ آبادی کے شاگرد تھے جو آتش لکھنوی کے تلمیذ رشید تھے۔ مہر کو تلمذ ناسخ سے تھا۔ نثار صاحب حضرت شاہ محمد اکبر کے مرید بھی تھے۔ ان سے ہی تصوف کی تعلیم بھی پائی۔ صاحب دیوان ہیں۔ کثرت سے آپ کے شاگرد ہیں مظہر، اسلام اللہ صوفی پر نظر عنایت بہت تھی۔ منکسر مزاج متوکل بزرگ تھے۔ شام یا ابو آپ کے جانشین ہیں۔ ۲۸ اپریل ۱۹۲۱ء میں وصال ہوا۔ درگاہ شاہ ابو العلا میں دفن کئے گئے۔ دل، ادراک، تضمین، پیم کہانی وغیرہ کتب یادگار ہیں۔ آپ کا مفصل تذکرہ شاعر آگرہ نمبر، نہالستان نثار اور مشورہ آگرہ نمبر میں ہے۔

مولانا سید نجم الدین

مولانا سید نجم الدین محمد قاسم کابلی کاہی حضرت جامی سے تلمذ تھا۔ ۹۰۸ھ میں فوت ہوئے۔ دیوان کاہی، مثنوی گل افشاں یادگار ہیں۔ مثنوی گل افشاں کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں موجود ہے۔

نجیب الحسین شہابی

نجیب الحسین ابن انتظام اللہ شہابی جے پور میں انگریزی تعلیم پائی۔ علمی ذوق ہے۔ تذکرہ مشاہیر اکبرآباد مشورہ آگرہ نمبر میں شائع ہو چکا ہے ایک عرصہ تک مشورہ کے مدیر رہے۔ چند اسکولوں کے منیجر و اکاؤنٹنٹ ہیں۔ دائرہ معارف قرآنیہ کے سکریٹری ہیں۔ انجمن اسلامیہ کے مجلس عاملہ کے رکن ہیں۔ انکے صاحبزادے آفتاب احمد شہابی نائب ڈائریکٹر کارپوریشن، دوسرے رفعت احمد شہابی نیشنل بینک سے منسلک ہیں تیسرے انتخاب احمد شہابی تعلیم پا رہے ہیں۔ ایک دختر صاحبزادی نگہت نجیب بی اے میں زیر تعلیم ہے۔ آفتاب احمد کے نیر سلمہٗ خاور سلمہٗ اور شبانہ سلمہا ہیں۔ ان کی والدہ رشیدہ خانم بنت مرزا بختیاری بیگ مرادآبادی سلمہا ہے جو میری بڑی خدمت کرتی ہے۔ اللہ ان سب کی عمر دراز کرے۔

نادر علی وکیل

وطن مراد آباد تھا۔ آگرہ میں ہمایوں کٹرہ میں مقیم تھے۔ وکالت کرتے تھے صاحب تصانیف تھے۔ تحاکہ نادر مشہور تصنیف ہے۔ راقم سطور پر نوازش بہت تھی۔ ان کا ۱۹۲۵ء کے بعد انتقال ہوا۔

بابو نصیر احمد خاں

نصیر احمد خاں بن نور احمد خاں آپ رامپور سے آگرہ آگئے۔ روہیلہ خاندان سے تھے۔ رسمی تعلیم پاکر سندر شوز فیکٹری میں شوز سازی کا کام سیکھا کی فیکٹری مینس فٹ ویر ہے جو اعلیٰ پیمانہ پر ہے۔ انجمن اسلامیہ کے ممبر تھے۔ علمی ذوق ہے۔ عمائد آگرہ سے ہیں۔ آپ کے بھائی مشتاق احمد خاں کی بھی فیکٹری ہے۔ میرے برادر بھائی عزیز ترین دوست ہیں۔

خواجہ نظام الدین

نظام الدین بن محمد مقیم الہروی الاکبر آبادی صاحب طبقات اکبری ہندوستان میں پیدا ہوئے یہیں نشو ونما پائی اور تعلیم حاصل کی۔ تاریخ میں مہارت تامہ تھی۔ دربار اکبری سے منسلک ہو گئے۔ گجرات بخشی گیری کے عہدہ پر پہنچ گئے۔ ان کا انتقال ۱۰۰۳ھ میں ہوا۔ تاریخ وفات "گوہر بے بہا ز دنیا رفت" (منتخب التواریخ۔ نذہۃ الخواطر جلد ۵ صفحہ ۱۴۹)

مولوی سید نظام الدین شاہ دلگیر

مولوی سید نظام الدین شاہ دلگیر ابن مولوی عبد القادر داماد امیر علی شاہ جعفری عربی فارسی کی تعلیم پائی۔ انگریزی میں بھی درک تھا۔ اردو ادب میں مہارت تامہ تھی۔ ایک عرصہ تک رسالہ نقاد آپ کی ادارت میں نکلا جو اردو ادب کا بلند پایہ مجلہ تھا۔ آپ کچھ عرصہ ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کے ممبر رہے۔ آنریری مجسٹریٹ بھی تھے۔ ۱۳۵۲ھ میں انتقال ہوا۔ آپ کے صاحب زادے مولوی قیام الدین شاہ آگرہ میں وکالت کرتے ہیں معین الدین شاہ کراچی میں مقیم ہیں۔ شاہ دلگیر میرے بڑے بھائی احکام اللہ شہابی کے دوست تھے۔ مجھ کو اپنا چھوٹا بھائی سمجھا۔ مجھ پر بڑی شفقت فرماتے اور میری تصانیف کی بے حد قدر کرتے۔

میر نظام علی اکبر آبادی

میر نظام علی ابن میر ہاشم علی زمیندار۔ میر نظام علی عمائد آگرہ اور اہل علم سے تھے ان کو مرزا حافظ قمر الدین بیگ تحصیلدار کی بہن منسوب تھیں۔ ان سے سید لیاز علی انسپکٹر کسٹم بھوپال ہیں۔ ان کے خلف سید انعام علی بی اے سکریٹری بزم اکبر آباد اور سید حسام علی بی اے اور احکام علی کراچی میں مقیم ہیں۔

حکیم نظام علی خاں

حکیم نظام علی خاں افضل ابن حکیم سید وارث علی بن قاضی واجد علی ہمدانی منصفی سے پنشن لی۔ قاضیوں کے گھرانے سے تھے۔ عربی فارسی کی معقول استعداد تھی۔ شاعری سے دلی لگاؤ تھا۔ ہر ہفتہ ان کے دولت کدہ پر مشاعرہ ہوتا۔ آجکل مسلم لائبریری (کشمیری بازار) ہے وہ آپ کا مکان تھا۔ مولوی اکرام اللہ شہابی کے احباب سے تھے۔ آپ کے نامہ و پیام نثر کے بجائے نظم میں ہوتے تھے۔ مولوی صاحب کے نام جو خطوط تھے ان کا مجموعہ میرے پاس ہے۔ [illegible] میں انتقال ہوا۔

میر نظر علی

استاد میر نظر علی بنی کا کارخانہ تھا۔ میرے والد کے صحبت یافتہ تھے۔ آپ کا اکھاڑہ جہاں بنوٹ و سیف بازی سکھائی جاتی تھی آپ کے خلیفہ شیخ خدا بخش جو ملکہ وکٹوریہ کے مطبع کے دارو غہ تھے منشی عبد الکریم مرحوم کے ساتھ بھیجے گئے تھے۔ تین سال رہے تھے۔ اپنے اکھاڑے کے لئے ملکہ معظمہ سے کرچ لائے تھے۔ میر صاحب کے دو شاگرد بھورے خاں اور محمد جان جو فن پیراکی میں استاد تھے۔ صدہا ان کے شاگرد تھے۔ راقم سطور نے ان سے پیراکی اور بنوٹ سیکھی تھی۔ خدا بخش مرحوم نے لکڑی کے ہاتھ اور کچھ سیف بازی سکھائی تھی۔ خدا بخش کے حفیظ اللہ، امان اللہ اور شجاعت اللہ فرزند تھے شجاعت کراچی میں منتقل ہوگئے امان اللہ کے لڑکے حبیب اللہ جو کراچی میں ہیں پالچہ سازی کا کام کرتے ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانی کا تعویذ لیا رہتے ہیں۔ حفیظ اللہ کے لڑکے فصیح اللہ اور [illegible] روڈ میرٹھ میں مقیم ہیں اور حفیظ اللہ آگرہ میں مقیم ہیں۔

قاضی نور اللہ شوستری

ملا عبد القادر بدایونی لکھتے ہیں:۔ "اگرچہ شیعی مذہب است اما بسیار صفت و عدالت و نیک نفسی و حیا، تقویٰ و عفاف و اوصاف اشراف موصوف است و بعلم و حلم وجودت طبع و ذکا مشہور است۔ تصانیف لائقہ است۔" (منتخب التواریخ) اکبر نے لاہور کا قاضی کیا۔ اس عہدہ پر عرصہ تک رہے۔ مجالس المومنین تصنیف سے ہے۔ جہانگیر کے روبرو سخت کلامی کی بنا پر قتل کئے گئے۔ یہ واقعہ ۱۰۱۹ھ کا ہے۔ شہید ثالث کے لقب سے مشہور ہیں۔ (منتخب التواریخ ۔ مصباح التواریخ)

نور الدین محمد اکبر آبادی

نور الدین محمد ابن حکیم عین الملک المسمی شمس الدین علی القرشی الشیرازی الاکبر آبادی ۔ عین الملک کی والدہ فیلسوف جلال الدین دوانی متوفی [illegible] مصنف اخلاق جلالی کی پوتی تھیں۔ عبد القادر بدایونی حکیم کے دوست تھے۔ یہ علم الکل کا ماہر تھا۔ دوانی تخلص تھا۔ فیضی نے بہت تعریف اپنے اس بہنوئی کی کی ہے۔ نور الدین عرصہ تک بنگال میں امان اللہ خان زادہ کے پاس رہا پھر وطن آگیا۔ انشاء طرب الصبیان، انشاء عیار دانش، الفاظ ادویہ، قرطاس الاطباء، مراتب الوجود اس کی یادگار ہیں۔ [illegible] تک بقید حیات تھا۔ (معارف الرجال [illegible])

حضرت وصفی اکبرآبادی

میر اوصاف علی وصفی ابن میر بشارت علی ابن میر غلام علی بن میر سبحان علی بن سید کریم الدین بن مولوی سید شرف الدین بن سید خیر الدین بن سید عبد الرزاق بن میراں سید احمد علی بن سید ولی اللہ بن حضرت سید عماد مشہدی نبیرہ حضرت امام موسیٰ رضا۔

خاندانی حالات سید عماد مشہدی مستقر الخلافہ عروس البلاد اکبر آباد میں وطن سے تشریف لائے۔ غالباً جہانگیر کا عہد تھا۔ ان کے پوتے سید خیر الدین کو قاضی سید حیدر خاں کی دختر منسوب تھیں جن سے مولانا سید شرف الدین تھے۔ سید حیدر خاں حیدر آباد میں عہدہ قضاۃ پر مامور تھے۔ اورنگ زیب نے بہادر شاہ اول کے ہمراہ سید حیدر خاں کو کابل بھیجا۔ اہل دعیال کے لئے وزیر اکرم خاں کی حویلی واقع حمام منڈی عطا کی۔ چنانچہ سید صاحب موصوف نے بال بچوں کو آباد کیا۔ سید خیر الدین کو داماد بنائے گئے۔ سید حیدر خاں کابل میں فوت ہوئے۔ مولانا شرف الدین بڑے فاضل تھے۔ مدرسہ عالیہ نواب جہاں آرا بیگم میں صدر مدرس تھے۔ سنہ ۱۸۵۳ء میں آگ لگ گئی۔ تمام علمی سرمایہ جو قاضی صاحب مذکور کا تھا وہ نذر آتش ہوا۔ ان کے معاصر نواب خواجہ رحمت اللہ حاکم شہر، مفتی محمد دولہے، مفتی محمد حمید الدین اور قاضی محمد واجد علی خاں مرحوم تھے۔ مولانا شرف الدین کے پوتے میر سبحان علی صاحب عالم فاضل تھے جامع مسجد میں وعظ فرمایا کرتے تھے۔ ان کے پوتے مولوی پیر غلام علی مرحوم بڑے صاحب نسبت بزرگ تھے۔ آپ کے صدہا مرید تھے۔ مزار پچکوئیوں میں ہے سالانہ عرس ہوتا ہے ان کے صاحب زادے میر بشارت علی تھے۔

میر اوصاف علی ابن حاجی میر بشارت علی ۹ ر ذیقعدہ کو آگرہ حویلی واقع کٹرہ نیل میں پیدا ہوئے والد ماجد سے ابتدائی تعلیم پائی۔ عربی فارسی مولوی حافظ محمد محسن سے پڑھی۔ پھر سنیٹ جانسن کالجیٹ ہائی اسکول میں انگریزی تعلیم پائی۔ آپ حضرت حاجی وارث علی شاہ کے مرید ہو گئے۔ آپ کی نظر کیمیا اثر نے میر صاحب کو کچھ سے کچھ بنا دیا۔ دنیائے ذکر میں ولی صفت تھے۔ آپ نے اجمیر میں معزز عہدہ پر ریلوے میں پہلے ملازمت کی پھر چند اور جگہ بھی ملازم رہے۔ آخر میں ڈپٹی کمشنر بعد کو کمشنر کے چیف ریڈر ہوئے۔ درگاہ شریف میں زیادہ حاضری رہتی۔ وہیں باجماعت نماز پڑھتے۔ اجمیر کے عمائد میں شمار تھا۔ متولی درگاہ ان کے معتقدین سے تھے۔ میر صاحب نے عمر طبعی پا کر سنہ ۱۹۳۸ء میں وصال فرمایا۔

واصف اکبرآبادی

ماسٹر سید تعوف حسین واصف خلف مولوی سید اصغر علی صاحب وقائع منقود الزماں ابن مولوی سید ارشد علی بن سید مظہر علی نبیرہ حضرت میر تیبا رحمت اللہ علیہ۔ واصف سنہ ۱۲۷۹ھ میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی کی تعلیم مروجہ پائی۔ انگریزی ایف اے تک پڑھی۔ وکٹوریہ ہائی اسکول میں سکنڈ ماسٹر آخر عمر تک رہے۔ صدہا طلبا نے آپ سے تعلیم پائی۔ آپ نہایت سلیم الطبع وصلح کل تھے۔ شعر و شاعری ورثہ میں پائی تھی۔ مولوی انعام اللہ خاں مرحوم کے احباب خصوصی سے تھے۔ بڑے باوضع اور خاموش طبیعت پائی تھی۔ راقم سطور پر بے حد شفقت فرماتے۔ ۱۷ر اگست سنہ ۱۹۱۲ء میں انتقال ہوا۔ دیوان معراج نامہ وغیرہ یادگار ہیں۔ آپ کو فن شعر میں کامل دستگاہ تھی مسلم الثبوت استاد تھے۔ ادیب، مخزن، اردوئے معلیٰ وغیرہ میں آپ کا کلام شائع ہوتا رہتا تھا۔ کچھ کلام آپ کا عزیز سید سخاوت علی صاحب خسرو کے پاس ہے۔

منشی وزیر علی خاں لطفی

منشی وزیر علی خاں لودی ابن کمال الدین لطفی منشی صاحب نے تحصیل علم کے بعد مطبع اکبری کتابت کا شغل اختیار کیا۔ پھر محکمہ نمک سانبھر میں ملازم ہو گئے۔ انگریزی پڑھی سپرنٹنڈنٹی سے پنشن لی۔ ۱۹۱۲ء میں ان کا انتقال ہوا۔ محمد عبد الرشید خاں متوفی ۱۹۵۶ء عبد المجید خاں منیجر سنگر کمپنی والے عزیز خاں تھے جو ملکہ وکٹوریہ کے ملازم تھے۔ کراچی آکر فوت ہو گئے۔

مولوی واجد علی

مولوی واجد علی خاں اکبر آبادی نے علمائے عصر سے اکتساب علم کیا۔ تصنیف و تالیف سے ذوق تھا۔ ۱۸۴۹ء میں آپ کے زیر ادارت زبدۃ الاخبار نکلتا تھا۔ فارسی میں انسائیکلوپیڈیا کے طرز پر مطلع العلوم و مجمع الفنون مرتب کی جو شائع ہو گئی۔ رسالۂ لطافت کے مقابلے میں گلدستہ انجمن لکھی۔ مولوی قمر الدین خاں اور مفتی انعام اللہ صاحب کے ملنے والے تھے۔ ان کا ۱۸۵۷ء کے بعد انتقال ہوا۔ (یو۔ پی میں اردو صفحہ ۳۵)

مولوی وارث علی

مولوی صاحب کا وطن کاکوری تھا مگر پوری عمر اکبر آباد میں گزار دی۔ عربی، فارسی، انگریزی کے عالم تھے۔ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف شغل تھا مگر کم زیادہ رہتے۔ شمس التواریخ کا پہلا حصہ سیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہے۔ بارہ ۱۲ صفحات اس کے ہیں۔ اردو میں ایسی جامع سیرت اس سے پہلے نہیں لکھی گئی۔ سانحہ کربلا۔ چند سورتوں کی تفاسیر۔ سوانح صدیق اکبر (جنگ روس و جاپان۔ رسالہ عروض ہدیۃ النحو، مفتاح الادب) آپ کی تالیف سے ہیں۔ پہلی جلد انسائیکلوپیڈیا کا ترجمہ جو مسودہ کی صورت میں کتب خانہ محمدیہ میں موجود ہے۔ راقم سطور نے اس کی زیارت کی ہے۔ ۱۳۲۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ بوستان اخیار میں مفصل تذکرہ ہے۔

شیخ وجیہ الدین

شیخ وجیہ الدین اکبر آبادی بن نصر الدین اکبر آبادی احد کبار العلماء۔ آگرہ میں نشو و نما پائی۔ والد سے ہی علوم تحصیل کئے اور فقر حاصل کیا۔ وکان صاحب وجد و سماع۔ مات سنۃ اثنین وسبعین والف۔ (الاسراریہ۔ نزہۃ الخواطر جلد ۵ صفحہ ۴۳۱)

وزیر خاں اوورسیر

وزیر خاں اوورسیر فن مساحت کے بڑے واقف کار ہیں۔ منشی ولایت علی انجنیئر جس زمانہ میں گوالیار میں اسسٹنٹ انجنیئر تھے ان کے نائب تھے۔ راقم سطور نے مساحت ان سے اور منشی غلام رسول کشمیری سرویئر سے تحصیل کیا تھا۔ ان کے صاحبزادے مولانا حکیم عبد الستار خاں ملا فاضل میرے ہم سبق تھے بفضلہٖ تعالیٰ لاہور میں مقیم ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

Scanned with CamScanner

ڈاکٹر وزیر خاں

ڈاکٹر وزیر خاں ابن شرف الدین خاں مرشد آبادی عربی، عبرانی، یونانی زبان کے بڑے ماہر۔ پادری فنڈر سے تحریری مناظرہ کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شریک رہے۔ مولوی احمد اللہ شاہ مدراسی کے رفقاء سے تھے۔ آخر میں حجاز چلے گئے۔ آپ کا تذکرہ غدر کے چند علماء و مشاہیر جنگ آزادی میں کر چکا ہوں آپ کی البحث الشریف فی اثبات النسخ والتحریف کتاب یادگار ہے۔

حکیم مولوی سید وارث علی ہمدانی

بزرگوں کا وطن کاشمیر تھا مگر ان کی پوری عمر آگرہ میں گزری۔ عالم فاضل تھے۔ الطب لتواریخ، ذکر العلوم، مفتاح روز، پارہ الم کی تفسیر وغیرہ یادگار ہیں۔ گلستان اخبار میں مفصل حال ہے۔ ۱۲۴۰ھ میں انتقال ہوا۔ حکیم ریاض علی مدرس تھے۔

مولوی واحد یار خاں

واحد یار خاں ابن احمد یار خاں ٹھیکہ دار بی اے پاس کیا۔ عرصہ تک الہ آباد سے روزنامہ نئی روشنی نکالتے رہے۔ بڑے ذی علم تھے ارض تاج ۱۹۱۳ء میں شائع کی مسلم لائبریری کی مجلس منتظمہ کے ممبر تھے۔ ۱۹۴۲ء میں ان کا انتقال ہوا۔ راقم سطور کے احباب سے تھے۔ (شاعر آگرہ نمبر ۱۹۳۶ء)

وزیر خاں شمس آبادی

وزیر خاں ابن باز خاں ولیان ریاست تھانا واز۔ ان کے جد اعلیٰ احمد شاہ ابدالی کے ہمراہ آئے۔ شمس آباد آگرہ میں مقیم ہو گئے۔ وزیر خاں کے صاحبزادہ سکندر خاں حیالا وارکی درج ہیں۔ نام میں ہیں پنشن لے کر آگرہ آ گئے۔ ان کے آخر فرزند ہوئے اطہر خاں، ناظم زن، یٰسین خاں ہیں۔ اکبر خاں بنک میں ان کا ذکر ہے مگر لے کر راولپنڈی میں قیام ہے۔ اطہر خاں پشاور میں ہیں اور یٰسین خاں راجپوتانہ میں مقیم ہیں۔

ڈپٹی وزیر علی

ڈپٹی وزیر علی ابن امیر بخش سید مولوی امیر الدین مجاہد کے پوتے تھے۔ ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ و کمیشنر سے پنشن لی۔ آپ بڑے علم دوست تھے۔ نواب اسمٰعیل اللہ سے ملنے کٹرہ عمر خاں میں جاتے تھے۔ آپ نے خاندان کا مبسوط تذکرہ لکھا ہے جو میرے دوست ڈپٹی محمد اسحاق صاحب کے پاس ہے۔ وزیر علی صاحب نے ۵ مئی ۱۹۰۰ء میں لکھنؤ میں انتقال کیا۔

سید وجاہت علی

سید وجاہت علی ابن مولوی سید استقامت علی۔ باپ سے درسیات فارسی کی تکمیل کی۔ انگریزی اپنے ماموں ماسٹر تصدق حسین والد منے سے پڑھی اور انہی آپ سے ہی مشورہ سخن کیا۔ خوش نویسی میں اپنے بہنوئی خواجہ فہد حسین خواجہ سلیم اللہ نازک رقم انڈیٹر زبان دہلی سے تلمذ تھا۔ آپ کے کلام کا مجموعہ آپ کے بھتیجے زادہ جناب سید سخاوت علی خسرو اکبر آبادی کے پاس موجود ہے۔ ان کا تذکرہ شاعر کے آگرہ نمبر میں کر چکا ہوں۔ سید وجاہت علی نے ۱۹۴۸ء میں انتقال کیا

بالو وزیر محمد خاں

بالو وزیر محمد خاں لودی ابن کمال الدین خاں لودی علمی استعداد معقول تھی۔ پہلے مطبع مجو خان پر کتابت کرتے۔ بعد میں محکمہ نمک سے منسلک ہو گئے تھے ترقی کرتے ہوئے سپرنٹنڈنٹ ہو گئے پنشن لے کر آگرہ آ گئے۔ منجھو نثار حسین کی بہن منسوب تھیں ۱۹۱۶ء میں انتقال ہوا۔ عبدالرشید خاں متوفی ۱۹۵۴ء عبدالمجید خاں محسن کرا زوجہ سید ہمت علی بی اے علیگ عبدالسعید خاں اخلاف سے ہیں۔ کراچی میں مقیم ہیں۔

سید ولی محمد نظیر اکبر آبادی

سید ولی محمد تخلص بہ نظیر اکبر آبادی۔ ان کے والد کا نام سید محمد فاروق تھا۔ نوری دروازہ آگرہ میں رہا کرتے تھے۔ شرفائے اکبر آباد سے تھے۔ ان کے والد عظیم آباد کے کسی نواب کے مصاحب ہو گئے تھے۔ ان کو نواب سلطان خاں قلعدار آگرہ ابن اختر خاں کی دختر بیاہی تھیں۔ نواب سلطان خاں دہلی کے سیف دار تھے۔ عرصہ سے آگرہ آ رہے تھے۔ سید محمد فاروق کے کوئی اولاد عرصہ تک نہ ہوئی۔ ان کی بیوی فقراء کی آستانہ بوسی میں لگی رہتیں مگر کوئی پھل نہ ملا۔ اتفاقیہ ان کے مکان پر ایک شاہ صاحب آ گئے۔ ان کی مدارات میں کوئی کمی نہ کی اور اپنا مدعا عرض کیا اور دعا کی طالب ہوئیں۔ بزرگ نے ارشاد فرمایا "بچوں کا دودھ روزانہ ایک ہفتہ تک جنا میں چھوڑ دو۔ خدا نے چاہا تو جیتا جاگتا بیٹا پاؤ گی اور اس بچہ کی خوشبو سے دور دور مہک پھیلے گی۔"

پیدائش میاں نظیر ۱۱۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ماں باپ کے سایہ میں پرورش پائی یہی سال ہے کہ میر تقی میر گیارہ برس کی عمر میں اپنے سوتیلے ماموں قاضی سراج الدین علی خاں آرزو اکبر آبادی کے پاس دہلی چلے گئے تھے۔ اس وقت آگرہ کا صوبہ دار نصرت یار خاں تھا۔ (ذکر غالب) علمی مجالس قائم تھیں۔ میر بادی فضائل خاں، ملا محمد سعید اعجاز۔ ملا زاہد خلف قاضی محمد اسلم ہروی کے تلامذہ کی گرم بازاری تھی۔ (مرآت العالم بختاور خاں عالمگیری) یہ مرد ہے کہ کچھ دن پہلے شاہ مبارک آبرو (نکات الشعراء) شرف الدین مضمون (تذکرہ ریختہ گویاں مرتبہ فتح علی الحسنی گردیزی) اسد اللہ خان (چمنستان شعراء) آگرہ سے جا چکے تھے۔ احسان اللہ شیخ وقت کا دور تھا۔ عیدگاہ کے پاس قیام تھا۔ بایزید قلندر سرائے گیلانی میں رہتے تھے۔ محمد باعث عالم صوفی کا ڈنکا بج رہا تھا۔ یہ عالم گنج میں مقیم تھے۔ ان کے ہاں کبھی میر تقی میر کے والد سید علی متقی رہا کرتے تھے۔ یہیں ابوالفتح اکبر آبادی طبیب کا مطب بھی تھا۔ (ذکر غالب)

میاں نظیر نے ہوش سنبھالا تو مولوی محمد کاظم ابن مولوی محمد دوست نبیرہ میر رفیع الدین محدث متوفی ۱۱۹۵ھ (ہندوستان اخبار مرتبہ مولوی سعید احمد مارہروی) ملا ولی محمد شارح مثنوی مولانا روم متوفی ۱۲۰۱ھ، اسلاف کے آثار علمیہ پر فضل و کمال کی مجلس قائم کئے بیٹھے تھے۔ طالبان علم ان کی درس

کاملوں سے فیضیاب ہوتے۔ ان بھائی سیر میاں نظیر نے بھی کی، رکھی اعلیٰ تعلیم پائی۔
شعر و شاعری کا عام چرچا تھا۔ میر سجاد سجاد محمد محسن محسن سے اساتذۂ وقت آگے پیچھے دہلی جا بسے اور خان آرزو اور میر تقی میر اکبرآباد مراحت کی زینت بنے۔ مولوی امجد علی اصغر کی شاعری ابتدائی تھی۔ میاں نظیر پر بھی رنگ چڑھ رہا تھا۔ خوب کہنے لگے تھے۔ سہ

شہرِ سخن میں اب جو ملا ہے ہمیں مکاں　　کیونکر نہ اپنے شہر کی خوبی کروں بیاں
دیکھیں ہیں آگرہ میں بہت ہم نے خوبیاں　　ہر وقت اس میں شاد رہو ہیں جہاں تہاں
رکھیو الٰہی اس کو تو آباد جاوداں

نظیر نے مشورۂ سخن کسی سے نہیں لیا۔ فطری شاعر تھے۔ اگر شاگرد ہو سکتے تھے تو میر کے ہو سکتے تھے۔

عہدِ جوانی | میاں نظیر کی منچلی طبیعت تھی۔ جوانی آئی اور غضب کی آئی۔ اور گرد بے فکروں کے جھمگٹے رہتے تھے۔ بچپن سے ورزش کا شوق تھا۔ اب داؤں کی کشتی بھی لڑ لیا کرتے تھے۔ تلوار، بانک، پٹا، بلّم غرض کہ کسی ہتھیار کے چلانے میں بند نہ تھے۔ شباب کا عالم اور اس پہ بانکے نوجوانوں کی ہمراہی۔ لڑنا بھڑنا میں داخل تھا۔

بانکے بھی ہو کے ہم نے اس وضع کو اٹھایا　　شمشیر اور سپر کو اک عمر کھڑکھڑایا
بانک، پٹا و بلّم، گدکا و لٹھ پھرایا　　جھگڑا تمہارا اس دم ہم کو جو یاد آیا

نظیر جب مزاج کے آدمی تھے اور کلام سے ترشح بھی ہے کہ عمر کا بڑا حصہ لہو و لعب میں صرف کیا۔ عوام کی سوسائٹی میں شریک تھے۔ لوگ کھیل رہتے ہیں تو یہ بھی برابر کے شریک، جوا ہو رہا ہے تو اس میں بھی داؤ دکھانے کو حاضر، شطرنج بند نہیں، گنجفہ میں عاری نہ تھے، چوسر کا پانسہ ایسا پھینکے کہ گڑی بازی بن جائے، گیٹریاں بھی کھیلیں، کبوتر بھی اڑائے، لال بھی لڑائے، تیتر بھی، کنکوے سے بھی شوق رکھا، غرض کسی کھیل میں کم نہ تھے
(زندگانیٔ بے نظیر صفحہ ۳۶)

شطرنج

عجیب یہ شطرنج کا سا نقشہ بچھا ہے دن رات خوب اس جا　　بچھا ہے چاہے کرے کسی کو یہ آ کے بڑھ کر اس کو مات اس جا
ہزاروں منصوبے دل میں باندھے تبادے چالوں کی گھات اس جا　　نہیں ہے اک چار چوک قائم سبھوں کی بازی کی یہ مات اس جا
بڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا کروڑوں پنڈت ہزاروں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

کنکوے بازی

لاتا ہے بھیر بھیار سے نکل جو اپنی دان　　کہتا ہے کوئی ان سے خبردار ہو میاں
اب پیچ پڑنے کو ہے نہ دے اتنی ڈھیلیاں　　گھبرا کے کٹے اس کے نہ پھنسے وہ میری جاں
اچھا نہیں ہے مفت کھپانا پتنگ کا

کبوتر بازی کا شوق بہت تھا۔ کہتے ہیں ۔۔

اچھے تو اڑ کہیں سے ہیں دم ساز کبوتر

کیا بلبل و قمری و پپیہے پدی کا پدمہ — چنڈول، اگن، لال بئے، بیجہ، مینہ

کیا طوطی و مینا و بئی، تیتر و شکرے — طائر ہیں غرض بازی و اشغال کے جتنے

کی غور تو ہیں سب میں سرافراز کبوتر

آگرہ کی تیراکی دور دور مشہور ہے۔ نوچندی کا میلہ زبان زد ہے۔ خود تو تیراکی کے استاد تھے پر بسنت میں تیراکی کا میلہ

بھی تیرنے لگے۔ ایک مسدس میں تیراکی کا مفصل حال لکھا ہے۔ اور اس کے جس قدر متعلقات ہیں وہ سب قلم بند کئے ہیں ۔۔

جمنا کا پاٹ گویا صحنِ چمن ہے یارو — پیراک اس میں پیریں گویا کہ چاند تارے

منہ چاند کے سے ٹکڑے تن گورے گورے پیارے — پریوں سے بہہ رہے ہیں منجدھار اور کنارے

کچھ وار پیرتے ہیں کچھ پار تیرتے ہیں

اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

ہندوانی تہواروں سے بہت دلچسپی لیتے تھے۔ دیوالی ہو یا ہولی، راکھی ہو یا اور کچھ دل و جان سے لطف اٹھاتے تھے۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب ہندو

اور مسلمانوں میں کوئی بیگانگی نہ تھی۔ وہ مقامی تہذیب و تمدن میں رنگ گئے تھے۔ خواہش میں مبتلا ہونا بھی ایک طرح کی وضعداری سمجھی جاتی تھی اور

اس کو آزاد خیالی کہتے تھے۔ ہولی مہذب نگاہوں میں بدتہذیبی کا کامل مظاہرہ ہے مگر اس وقت دل بستگی کا مشغلہ تھا۔ میاں نظیر بھی اس دل بستگی سے کیسے بچتے

وہ خود جینوا کا سوانگ بھرتے۔ خوش رو ہمراہ ہوتے۔ شہر کی گلیوں میں گشت لگاتے۔ ع

جب پھاگن رنگ جھمکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

اس کی خاطر بہ جا تنگ کیے اور ہولی کی رنگ رلیاں منائے۔ اس کے علاوہ دیوالی اور دسہرہ بھی ان کے لئے کچھ کم دلچسپی کا باعث نہ

تھے ایک جگہ کہتے ہیں ۔۔

ہے دسہرہ میں بھی یوں تو فرحت و زینت نظیر — پر دیوالی بھی عجب پاکیزہ تر تہوار ہے

ہندوانی تہواروں میں بسنت بہت بھاتا تھا۔ ۔۔

مل کر صنم سے اپنے ہنگام دل کشائی — ہنس کر کہا یہ ہم نے اے جاں بسنت آئی

جوانی دیوانی تھی "موتی" کو دل دے بیٹھے۔ شب و روز خوش وقتی میں گزرنے لگے۔ انتالیسویں سالگرہ بھی کر سورج مل جاٹ خلف بدن

سنگھ جو صفدر جنگ وزیر احمد شاہ کا معتمد تھا (۱۱۶۵ھ) آگرہ آدھمکا۔ فاضل خان فوجدار کو دھکا دے قلعہ پر قبضہ جمایا۔ سربلند عمارات

ڈھائیں، خانقاہیں تباہ کیں، ملی ادارے تباہ کئے، امراء کے گھر لوٹے، ملبہ عمارت و سامان قلعہ ڈیگ لے گیا۔ سورج مل جاٹ جو آگرہ کا حاکم بنا جو بہت ظالم تھا۔ اس نے سورج مل سے بڑھ کر خزانہ کی تلاش میں رہی سہی نفیس اور عالیشان عمارتیں بھی کھدوا ڈالیں اور شہر کے ساہوکاروں پر اس قدر ظلم توڑے کہ ہزار ہا لوگوں نے گھر بار چھوڑ کر دوسری جگہ کی راہ لی۔ محلے کے محلے ویران ہو گئے۔ (مفتاح التواریخ صفحہ ۵۱۹) یہ مصیبتیں میاں نظیر کے بچپن کو دیکھتے گزریں، خوشحالی کا زمانہ گزر گیا۔ عمر چار کم چالیس کی تھی کہ ۱۱۸۲ھ میں تیئیس برس بعد میر تقی میر وطن لوٹے۔ آگرہ کے شعراء میر صاحب سے ملنے گئے، میاں نظیر بھی ایک دوست کے کہنے سے حاضر خدمت ہوئے۔ ایک غزل سنائی جس کا مطلع یہ تھا۔ ؎

نظر پڑا اک بت پری وش نرالی سج دھج نئی ادا کا جو عمر دیکھو تو دس برس کی پہ قہر آفت غضب خدا کا

ختم غزل پر میر صاحب نے اظہار خوشنودی کیا۔ (زندگانی بے نظیر۔۔۔ ملخص)

آگرہ کا آنا میر صاحب نے خود اپنی سوانح عمری "ذکر میر" میں لکھا ہے۔

"وہاں (اکبر آباد) کے شعراء مجھے استاد فن سمجھ کر اکثر ملاقات کے لئے آتے تھے۔ صبح و شام دریا کنارے جا بیٹھتا۔ اس طرف باغات اور اس طرف قلعہ اور امرائے عظام کی حویلیاں تھیں اور بیچ میں گویا نہر بہشتی بہہ رہی تھی۔ میں اکثر جاتا۔ اس سیر کا لطف اٹھاتا تھا۔ شعر و سخن کا شور ایک عالم پر چھایا ہوا تھا۔ اس لئے اکثر حسین، خوش ترکیب جامہ زیب، پاکیزہ طینت، موزوں طبع میرے گرد جمع رہتے تھے اور میری بہت عزت و توقیر کرتے تھے۔ دو تین بار تمام شہر میں پھرا اور وہاں کے علماء، فقراء اور شعراء سے ملا۔ کوئی ایسا مخاطب نہیں ملا کہ اس سے دل بیتاب کو تسلی ہو۔ میں نے کہا سبحان اللہ یہی وہ شہر ہے جس کے ہر کوچہ میں عارف کامل، فاضل، شاعر، منشی، دانشمند، فقیہہ، متکلم، حکیم، صوفی، محدث، درویش، متوکل، شیخ، ملا، حافظ، قاری، امام، موذن، مدرسہ، مسجد، خانقاہ، تکیہ، مہمان سرائے، مکان اور باغ تھے۔ آج وہاں کوئی جگہ ایسی نہیں ملتی کہ شاد کام بیٹھوں۔ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے کہ اس کی صحبت سے لطف اٹھاؤں۔ میری نظروں میں سارا شہر ایک خرابہ وحشت ناک تھا۔ بہت رنج ہوا اور واپس آ گیا۔ چار مہینے اس طور سے وطن مالوف میں گزارے۔ چلتے وقت بہت حسرت ہوئی۔ اور وہاں سے سورج مل کے تعلقہ میں آ گیا۔" (ذکر میر)

میاں نظیر بھی حوادثات مقامی سے اثر پذیر ہوئے۔ کایا ہی پلٹ گئی۔ شائستہ مزاج، منکسرانہ طبیعت کے آدمی ہو گئے۔ زمانہ کے ہاتھوں ایسے ستائے گئے کہ معاش کی فکر دامن گیر ہو گئی۔

ملازمت! پرانی کمائی پاس تھی کتب داری شغل لے بیٹھے۔ کچھ روز کو متھرا گئے۔ پھر لوٹ آئے۔ یہاں قلعہ دار مرہٹہ "بہاؤ" تھا۔ اس نے بلایا اور آپ سے پڑھنا شروع کیا۔ یہاں سے چھٹے تو نواب محمد علی خاں امرائے آگرہ سے تھے۔ مکان نائی تھانہ میں تھا۔ ان کے یہاں پڑھانے جانے لگے۔ یہیں سے لالہ بلاس رائے کھتری سے راہ و رسم ہو گئی۔ جب نواب کے یہاں سے جدا ہوئے تو رائے صاحب نے سر آنکھوں پر بٹھایا اور اپنے بچوں کو سپردگی میں دیا۔ اور ان کی جملہ ضروریات کی کفالت اپنے ذمہ لی۔ لالہ کے چھ لڑکے من سنگھ رائے، گردھاری بخش، ہربخش، مولچند، منسی دھر اور شنکر داس زیر تعلیم تھے۔

لطیفہ محلہ تاج گنج سے ٹٹو پر سوار ہو کر نائی تھانہ آتے۔ ایک روز ٹٹو نے شوخی کی۔ چابک ہاتھ میں تھا۔ اس کے رسید کیا۔ ایک راہ گیر بھی قریب ہی تھا اس کے وہ لگتا ہوا ٹٹو کے لگا۔ اس نے کہا میاں میرا ایسا کیا قصور تھا کہ بیچ ہی میں چابک سے خبر لی۔ میاں نظیر اتر پڑے اور اس سے معافی کے خواستگار ہوئے

اور زبردستی اس کے ہاتھ میں چابک دے کر کہا کہ میاں ایک میوہ بھی چڑھ دو۔ بدلا ہو جائے گا۔ وہ کچھ کر کھسیانا۔ انھوں نے پیچھا نہ چھوڑا مجبور ہو کر چابک لے کے سوار چلا گیا۔ اس تازیانے سے پھر چابک ہاتھ میں نہیں لیا۔ ٹٹو اپنی رائے سے چلتا اور منزل مقصود تک پہنچ جاتا۔

آخر عمر میں راجہ بلوان سنگھ والی کاشی کی سرکار سے تعلق ہو گیا تھا۔ (زندگانی بے نظیر)

کہتے ہیں جس کو نظیرؔ سنئے ٹک اس کا بیاں
تھا وہ معلم غریب بزدل و ترسندہ جاں

میاں نظیرؔ میں قناعت پسندی و استغنا کی شان آ گئی تھی۔ کسی امیر کے آگے دستِ سوال دراز کرنا برا سمجھتے تھے۔ جاٹ گردی کا دور مصیبت کا دور تھا۔ مفارقت وطن گوارا نہ کی۔ بھرت پور گئے۔ چند روز بعد لوٹ آئے اور نہ حاکم وقت کا مدح خواں بن کر کچھ ہاتھ گرم کئے۔ مرہٹوں کا زمانہ بھی دیکھا قلعہ دار کے استاد بھی رہے مگر الگ تھلگ ہی رہے۔

نواب محمد علی شاہ نے شہرت سن کر ایک قاصد معہ روپیہ کے طلبی کے لئے بھیجا۔ وہ میاں نظیرؔ کے پاس آیا اور راہ خرچ دے کر رات بھر ان کے گھر میں روپئے رکھے رہے۔ تردد کی وجہ سے نیند نہ آئی۔ کہنے لگے ادنی تعلق سے تو یہ تردد ہے جب پورا تعلق ہو گا تو خدا جانے کیا حال ہوگا۔ کم بخت کو پھینکو۔ یہ کہہ کر روپئے واپس کئے اور لکھنؤ نہ گئے۔ (زندگانی بے نظیر)

میاں نظیرؔ کے نواسہ داماد داروغہ نوازش علی کی زبانی یہ بھی سنا ہے کہ مہاراجہ چندو لال وزیر اعظم حیدرآباد نے بھی بلایا تھا مگر یہ نہ گئے۔

فضل نے اللہ کے اس کو دیا ہے عمر بھر
عزت و حرمت کے ساتھ پارچہ و آب و ناں

میر قدرت اللہ نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے " بہ معلمی اوقات گذاری می کرد و بہ کشادہ پیشانی ایام زندگی بسر بردہ"

علمی لیاقت فارسی علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ عربی میں بھی طالب علمانہ استعداد تھی۔ ہندی، پنجابی اور سنسکرت پر کم عبور تھا انکساری سے فرماتے ہیں۔ ؎

فہم نہ تھا علم سے عربی کے کچھ اسے
فارسی میں ہاں مگر جانے تھا کچھ ایچ آں

مذہب میاں نظیرؔ اپنے باپ کے نام کے اعتبار سے سنی نظر آتے ہیں مگر میاں نظیرؔ کو لوگ امامیہ کہتے ہیں لیکن بعض بزرگ کہتے ہیں کہ تفضیلی تھے۔ نماز روزہ کے بہت معمولی پابند تھے۔ حتیٰ کہ عید کی نماز کا دوگانہ بجائے عیدگاہ کے گھر ہی میں ادا کر لیتے۔

تعزیہ داری البتہ تعزیہ داری بڑی خوش اعتقادی سے کرتے۔ پچاس، روز متواتر مجالس عزا منعقد ہوتیں۔ سال بھر کی کمائی اسی میں صرف کر دیتے تھے۔

صوفیانہ وضع انقلاب زمانہ کا مزہ چکھے ہوئے تھے۔ ادھر صوفیا کی صحبت، ان کے مکان کے قریب مولوی احمد شاہ قادری الجعفری رہا کرتے تھے۔ مسجد میں شاہ غلام رسول رہتے تھے۔ مشائخ وقت سے تھے۔ ان کی خدمت میں وقت کا بڑا حصہ گذارتے تھے۔ ذکر و فکر اور تسبیح و مصلے سے تو زیادہ کام نہ تھا مگر مضامین تصوف دل پر نقش ہونے لگے۔ سادہ وضعی، میانہ روی، صداقت، حلم و مروت غرض کہ شیخ کی صحبت سے جملہ صوفیانہ صفات سے متصف ہو گئے اس زمانہ کا نتیجۂ فکر بھی صوفیانہ خیالات کا مجموعہ ہے۔ بعض نظمیں معرفت اور تصوف کے اسرار کے حق میں آئینہ کا حکم رکھتی ہیں اور یہی چیز مایۂ ناز ہے اردو

شعر میں صرف ان کو ہی یہ فخر ہے اور بجا فخر ہے کہ وہ مسائل تصوف کو مثال سے سمجھا کر وہ بات پیدا کر دیتے تھے جو حضرت عطار نے منطق الطیر میں کی ہے۔

شاعری میاں نظیر کی شخصیت کا بہ الامتیاز جو ہے وہ شاعرانہ ہے۔ اگرچہ خود کہا ہے کہ ان کو اوائل عمر سے شعر و شاعری کا بے ذوق رہا۔

اپنے ہی شوق میں رہتا تھا خوش ہر زماں
فرد و غزل کے سوا شوق نہ تھا کچھ اسے

میاں نظیر نے مشورہ سخن کیا یا نہیں اس کے متعلق تذکرہ نویس خاموش ہیں۔ میاں نظیر فطری شاعر تھے۔ تاریخ اور غالب کی طرح ان کو بھی زور فکر اور جودت طبع ورثہ میں ملی۔ ہر دو سخن میں اپنا راہ خاص بنایا۔ نظیر کا انداز سب سے جدا ہے۔ اس وقت میں یہ طرز رائج اور مرغوب نہ تھی اور کوئی اس رنگ میں کہنے والا بھی نہ تھا۔ اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ جہاں وہ اپنے انداز خاص کے موجد تھے وہاں انہوں نے خود ہی اپنے لگائے ہوئے پودے کو ہرا بھرا کیا اور کسی فرد کے احسان سے گرانبار ہونا گوارا نہیں کیا۔ (نقوش جلد ۱ نمبر ۸ صفحہ ۲۵)

میاں نظیر عموماً نظمیں راہ چلتے کہا کرتے۔ لڑکوں کی گلی سے گزرتے۔ تھوڑی کچھ انہیں سدھ ہوتی تھی کہ کسی نے میاں کو سلام کیا اور وہ ٹھہر گئے۔ راہ چلتے لوگ ان سے نظموں کی فرمائش کرتے۔ ککڑی والا اس نے کہا میاں ککڑی پر بھی کچھ کہہ دو۔ فقیر ملا کہ کوئی قصہ کہہ دیجئے کہ اس کے ذریعہ بھیک مانگ کھاؤں۔ ایسی ہی بے شمار نظمیں راہ چلتے کہہ ڈالیں۔ ان ہی نظموں کی وجہ سے شہرت دور دور تک ہوئی۔

لطیفہ آج گنج سے آتے ہوئے چند بیڑنیوں نے روک لیا۔ تقاضا تھا کہ کچھ کہہ دو۔ انہوں نے بہت ٹالا مگر وہ کاہے کو میاں کو چھوڑتیں۔ مجبور ہو کر دونوں سے پوچھا کہ تمہارے نام کیا ہیں۔ ایک نے کہا "جمنا" دوسری نے کہا مجھ کو گنگا کہتے ہیں۔ انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہنے لگے۔

یا رب مری دعا کو جلدی قبول کر لے
جمنا میں لگا بجلی گنگا کے پار کر دے

لطیفہ ماں تھان جاتے ہوئے کناری بازار پڑتا ہے۔ کوٹھے پر سے ایک مہوش نے مسکرا کر کہا میاں ہم کو بھی اپنا کلام سنا دو۔ یاد کر لیں، گائیں گے۔ اس فرمائش پر بہت جز بز ہوئے۔ اس کا اصرار بڑھ رہا تھا اور وہ ماننے والی نہ تھی۔ کہنے لگے۔

لکھیں ہم عیش کی تختی پر کس طرح اے جاں

وہ جھینپ کر چپ ہو گئی یہ آگے چلتے ہوئے۔

لطیفہ میاں نظیر دو پہر کا کھانا رائے صاحب ہی کے یہاں کھاتے۔ ایک روز بیسنی روٹی بھی کھانے میں شامل تھی۔ اچار کے لئے جی چاہا۔ گھر میں بھولا نام پنساری کا لڑکا بھی ان کے پاس پڑھنے آ بیٹھا تھا۔ اس سے کہا لالہ جا اپنے چاچا سے کہہ میاں نے آم کا اچار منگایا ہے۔ وہ لپکا ہوا دکان پر آیا۔ دکان پر گاہکوں کی بھیڑ لگی تھی۔ لڑکے نے میاں نظیر کا نام لیا کہ اچار منگا رہے ہیں۔ بھولا رام نے مٹکی میں سے چنگل بھر دے دیں لڑکے کے حوالہ کیا اور سودا دینے میں لگ گیا۔ یہ لئے استاد کے پاس پہنچا منتظر بیٹھے تھے۔ دونا کھول کر جو دیکھا تو چوہا مصالحہ میں لت پت تھا۔ انہوں نے اس کو رکھ لیا شام کو رائے صاحب نے ان سے کہا بھولا کو بھی بلوا لو۔ ایک لطیفہ ہے۔ وہ آیا تو ایک تصنیف مخمس پڑھا۔

پھر گرم ہوا آن کے بازار چوہوں کا
ہم نے بھی کیا خوانچہ تیار چوہوں کا

سر پاؤں کچل کر شے کے دو چار چوہوں کا — جلدی سے کچومر سا کیا یار چوہوں کا

کیا نادر و مزے دار ہے آچار چوہوں کا

بھولا رام بولا میاں کہیں چوہوں کا آچار بھی ہوا ہے۔ کہنے لگے تم ہی تو بیچتے ہو اور دو دو مٹکا سامنے رکھ دیا۔ وہ بیچارہ بڑا خفیف ہوا۔ اور سب نے فرمائشی قہقہہ لگایا۔ ایسی اکثر باتیں مشہور ہیں۔

اخلاق و عادات | میاں نظیر میں حلم بہت آ گیا تھا۔ خلیق و متواضع بے حد تھے۔ جس مجلس میں بیٹھتے اخلاق کے نور سے شمع انجمن معلوم ہوتے۔ نادر سخن ایسے تھے کہ کوئی بات لطیفہ سے خالی نہ تھی جو بات ہوتی نظم میں مخمس ہوتی۔ (زندگانی بے نظیر)

احباب اور ہم صحبتوں کو اپنی لطافت سے شگفتہ کر دیتے تھے۔ جود و احسان میں بھی کبھی کمی نہ کی۔ میاں نظیر کے اخلاق کی ان کی زندگی ہی میں دور دور شہرت ہو گئی تھی۔ ابو القاسم میر قدرت اللہ قادری نے اپنے تذکرہ مرتبہ ۱۲۲۱ھ میں ان کے متعلق یہ لکھا ہے کہ:۔

"شیخ ولی محمد اکبر آبادی شاعرے ہست دیرینہ مشق کہ بالفعل در آں نواح علم استادی می افرازد و بہ صحبت و اخلاص با ہر کس می سازد و بسیار سلیم الطبع و خوش اختلاط و بنہایت نیک طینت و متحمل ارتبا شنیدہ می شود۔"

میاں نظیر کے مرنے کے چار پانچ برس بعد نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ نے "گلشن بے خار" لکھا جس میں ہے:۔

"نظیر در علم و خلق و انکسار بے نظیر روزگار است۔"

حضرت شہباز "زندگانی بے نظیر" میں لکھتے ہیں کہ "پاس پڑوس میں جو غریب و غربا تھے ان کی اکثر خبر گیری فرماتے۔ محتاج کو دیکھ کر ان کا دل دکھ جاتا تھا۔ کسی کو خالی نہ پھیرتے اور جو وقت پر کچھ نہ ہوتا تو نہایت گڑگڑا کر معذرت کرتے۔ بڑے صاحب ہمت تھے اور اپنی ہمت کے آگے وہ شاہی گنج و خزانہ کو بھی کوئی چیز نہ سمجھتے تھے۔ زیور حیات آراستہ تھے جو اہل مروت کا خاصہ ہے۔"

حلیہ | حلیہ کے متعلق میاں نظیر نے جو نقشہ کھینچا ہے وہ حاضر ہے۔

سست روش، پست قد، سانولا، ہندی نژاد — تن بھی کچھ ایسا ہی تھا قد کے موافق میاں

ماتھے پہ اک خال تھا چھوٹا سا مسّے کے طور — تھا وہ بڑا آنکھ اور ابروؤں کے درمیاں

وضع سبک اس کی تھی تس پہ نہ رکھتا تھا ریش — مونچھیں تھیں اور کانوں پہ پٹے تھے اسپند ساں

پیری میں تھی جس طرح اس کو دل افسردگی

ویسی ہی تھی ان دنوں جن دنوں میں وہ تھا جواں

آنکھیں نم چھوٹی، کسرتی بدن، ستواں ناک، کتابی چہرہ تھا۔ بلا کی ذہانت تھی۔ خوش قیافہ، شگفتہ مزاج تھے۔

لباس | کرتہ۔ سیدھے پردے اور نیچی چولی کا انگرکھا۔ عرض اور لمبے بر کا پاجامہ۔ پگڑی چکردار محمد شاہی کھڑکی دار ہوتی۔ پٹکہ کمر پہ باندھتے تھے۔ جاڑے میں فرخ آبادی چھینٹ کا چوغہ۔ پیر میں گھیتلی جوتی۔ ہاتھ میں آنٹ کی چھڑی اور دو انگوٹھیاں عقیق سرخ اور فیروزہ کی انگلیوں میں رہتی تھیں۔

تصانیف و تالیف میاں نظیر کا خط اچھا تھا۔ پروفیسر شہباز نے ان کی تحریر دیکھی ہے۔ میرے پاس بھی ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی غزل ہے۔ اغلب ہے کہ اس کا عکس شائع ہو۔ ؎

پختگی اور خامی کے اس کا تھا خط درمیاں
لکھنے کی یہ طرز تھی کچھ جو لکھے تھا کتاب

ایک کتاب "خالق باری" کے طرز پر لکھی۔ قصہ لیلیٰ مجنوں، مثنوی حسن و عشق، بنجارہ نامہ، انشائے نظیر (ایک نسخہ کتب خانہ شیفتہ محمدیہ میں ہے) قدر تیں، فہم قرید، بزم عیش، رعنائے زیبا۔ یہ کتابیں داروغہ نوازش حسین سے پروفیسر شہباز لے گئے۔ ایک کتاب سہ نثر ظہوری کی طرز پر ہے۔ وہ میرے دوست محمود اکبر آبادی کے پاس ہے۔ کئی دیوان ہیں۔ صرف نظموں کا مجموعہ ہے۔ سید عابد علی نے ان کے کلام کا بڑا مجموعہ مرتب کیا ہے جو شاہ گنج کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

خانگی زندگی میاں نظیر نے ادھیڑ عمر میں مسماۃ تہور النساء بیگم بنت عبدالرحمٰن خاں چغتائی خلف محمد علی بیگ صوبہ دار جہاں پور سے نکاح کیا۔ یہ چغتائی خاندان محلہ تاج گنج میں ملکوں کی گلی کے نزدیک رہتا تھا۔ شادی کے بعد میاں نظیر بھی نوری دروازے اٹھ آئے۔ خود ایک قطعہ زمین متصل محل بیگم بانہ خرید لیا تھا اور اوسط درجہ کا مکان بنا لیا تھا۔ تمام عمر اسی میں رہے اور اسی میں سپرد خاک ہوئے۔

مرغوب کھانا میٹھے چاول اور کھچڑی بہت پسند تھی۔ لیموں کا اچار، گلگلے، چنے زیادہ اچھے لگتے تھے۔ پھلوں میں متو کا خربوزہ، آم، شریفہ اپنی اپنی فصل پر شوق سے کھاتے۔ دعوت میں کم جاتے۔

خادم ایاز (غلام) امام بخش چھوکرے تھے۔ نجیبن، گلاب، بختاور لونڈیاں تھیں۔ ایاز کے ذمہ گھوڑے کی خدمت تھی۔

آخری ایام عمر کا کافی حصہ طے ہو چکا تھا۔ گوشہ نشینی کے سوا چارا کیا تھا۔ گھر میں رہتے۔ دالان کے سامنے صحن میں دو درخت نیم اور بیری کے تھے اس کے سایہ میں بوریا اور کمبل بچھا کر بیٹھے رہتے۔ نزدیک و دور کے لوگ آتے ان سے بات چیت رہتی۔

لطیفہ مولوی محمد ابراہیم مرحوم ساکن گلاب خانہ۔ یہ گولنداروں کے خاندان سے تھے۔ نوے یا سو کے قریب عمر پائی تھی۔ وہ یہ لطیفہ سناتے تھے کہ ایک روز شہر سے میاں نظیر کے ملنے جلنے والے ان کے گھر پہنچے۔ کنڈی کھٹکھٹائی۔ تھوڑی دیر میں دیکھتے کیا ہیں کہ میاں نظیر نے دروازہ کھولا تو تمام جسم پر آرد گندم کا غبار لگا ہوا ہے سب نے پوچھا میاں خیر تو ہے۔ بولے تمہاری بھاوج بگڑ بیٹھی ہیں آٹا کون پیستا، روٹی کون پکاتا۔ سوچا خود ہی آٹا پیس کر روٹی ڈال لوں کہ اتنے میں تم لوگ آ گئے۔ سب نے کہا تم اپنا کام کر چکے اب ہم اپنا کام کئے دیتے ہیں۔ سب نے مل جل کر کھانا پکایا اور خود بھی کھایا اور اہلیہ میاں نظیر کو منا کر کھلا پلا دیا اور گھر لوٹ آئے۔ آخر عمر میں پیری کا غلبہ کافی ہو چکا تھا۔ کم سخن بھی ہو گئے تھے۔ ؎

پھر نظر دیکھیں گے اس عہد شکن کی صورت — دیکھئے کون سا یا رب وہ زمانہ ہوگا
تلخیٔ مرگ جسے کہتے ہیں افسوس افسوس — ایک دن اس کے تئیں زہر یہ کھانا ہوگا

دیکھ لے اس چمنِ دہر کو دل بھر کے نظیر
پھر ترا کاہے کو اس باغ میں آنا ہوگا

علالت ۱۲۳۳ھ میں فالج میں مبتلا ہوئے۔ کتب بینی کا شغل تھا۔ مجبور ہے۔ میاں گلزار علی اسیر ویسے بدشوق تھے کہ گلستاں و بوستاں سے آگے پڑھنے کی قسم کھا لی تھی جان

ہونے کی تھی۔ میاں نظیر نے ان کو بلایا اور کہا بھیا تم اب یہ کتب داری کا کام سنبھالو ورنہ کہاں سے گذر اوقات ہوگی۔ وہ بولے میں فارسی کے منتہی طلباء کو کیسے درس دے سکتا ہوں۔ کوئی ابوالفضل پڑھ رہا ہے کوئی ظہوری اور بدر چاچ کا سبق لیتا ہے۔ میاں میں کیا پڑھا سکتا ہوں۔ یہ (؟) آواز میں بولے جاؤ میاں خدا کا نام لو پڑھاؤ چنانچہ یہ پڑھانے لگے اور ہر ایک طالب علم کو بخوبی تعلیم دینے لگے۔ (گویا وارث شعر نواز علی) اس سے آسیر اپنی ولایت کے قائل تھے۔

وفات ۹۸ برس کی عمر ہو گئی تو ۲۶ صفر ۱۲۳۶ھ مطابق ۱۶ اگست ۱۸۳۰ء کو انتقال ہوا۔ امامیہ طریق پر تجہیز و تکفین ہوئی۔ نماز جنازہ دو مرتبہ پڑھائی گئی۔ سنیوں نے علیحدہ پڑھی۔ ہندو مسلمان ہزاروں شریک تھے۔ ترفین تھی۔ اپنے مکان ہی میں زیر نیم دفن کیے گئے۔ زمیندوز قبر پختہ بنوائی گئی جو آج شکستہ حال ہے۔ علامہ سیماب اکبرآبادی مقبرہ تعمیر کرانے کی فکر میں ہیں۔

عرس سالانہ عرس ہوتا تھا۔ جیوا اوک کا میلہ ہوتا تھا۔ موسیقی نواز آتے تھے اور رات بھر میلہ رہتا تھا۔ اب بہت کمی ہے۔ ؎

ہے تاج گنج میں اب تو نظیر کا میلہ
نظیر کیا کہ عجب بے نظیر کا میلہ

اولاد میاں نظیر کے ایک صاحبزادہ خلیفہ سید گلزار علی اسیر اور ایک دختر امامی بیگم تھیں جو میر تجنب علی عرف مرزا جان کو بیاہی گئی تھیں۔ انہیں کی صاحبزادی ولایتی بیگم تھیں جن سے حضرت شہباز نے میاں نظیر کے حالات معلوم کیے تھے۔ میاں اسیر کی خواجگان دھنکوٹ کے یہاں شادی ہوئی۔ ان سے میاں نثار علی پیدا ہوئے اور صاحب بیگم تھیں جو مرزا آغا علی ساکن تاج گنج کو بیاہی گئی تھیں۔ وارد غم مرزا انوار علی بیگ۔ ولایتی بیگم کی بھی اولاد تھی۔ ان کی اولاد میں سے مرزا واصف علی صاحب و مرزا سخاوت علی صاحب موجود ہیں۔

تلامذہ میاں نظیر کے شاگرد بہت کم ہیں۔ یہ شاگرد کم کیا کرتے تھے۔ بعض سخن نہ ہو تو یہ مشورۂ سخن ہی نہ دیتے۔ حضرت اسیر۔ حضرت باطن۔ حکیم محمدی ظاہر۔ نبی بخش عاشق۔ لالہ بدھ سین صافی۔ شیخ معاری تعمیر۔ قاضی حسین علی محو۔ خدا بخش موج۔ ویدا بخش لہر

یحییٰ امان

نام شیخ خدا بخش تخلص جرأت تھا۔ حافظ امان کے خلف تھے۔ معاش کی خاطر ترک وطن کیا لکھنؤ جا کر مقیم ہو گئے۔ سلیمان شکوہ سے علمی دنیا وی تعلق تھا۔ صاحب دیوان ہیں۔ ۱۲۲۵ھ کے بعد انتقال ہوا۔

ماسٹر یعقوب علیخاں کوکب

ماسٹر یعقوب علی خاں ابن منشی بندہ علی خاں کول کے رئیس زادے تھے۔ منشی صاحب آگرہ مقیم ہو گئے۔ ستارۂ ہند پریس قائم کیا۔ تاریخ اسلام شائع کی۔ ۱۹۰۵ء میں انتقال ہوا۔ ان کے خلف ماسٹر یعقوب علی خاں بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی میونسپل کمشنر کانگریس اور مسلم لیگ کے سرگرم ممبر تھے۔ جنگ آزادی کے سلسلے میں قید فرنگ ہوئے۔ شعر و شاعری سے ذوق تھا۔ بزرگ علی عالی مرثیہ گو کے شاگرد تھے۔ میرے احباب خصوصی سے تھے۔ ۱۹۴۸ء میں ان کا انتقال ہوا۔

مولانا یوسف اکبرآبادی

مولوی خواجہ یوسف علی خلف خواجہ علی بخش نبیرہ خواجہ ابوالاحرار چشتی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے جد ترک وطن فرما کر لکھنؤ تشریف لائے۔ ایک صاحبزادے شاہ اودھ کے یہاں ممتاز عہدہ پر مامور ہو گئے۔ دوسرے صاحبزادے نے آگرہ کی سکونت اختیار فرمائی۔ جناب یوسف کی نشو و نما اکبرآباد میں ہوئی۔ تحصیل

Scanned with CamScanner

علوم انسپکٹر مدارس سرکاری رہے۔ بعدہٗ آگرہ کالج میں عربی کے پروفیسر ہوئے۔ آپ نے رسالہ تیرھویں صدی اور آگرہ اخبار اپنی ادارت میں نکالے جن میں آگرہ اخبار ابھی تک
جاری ہے اور اخباری دنیا میں مقبولیت رکھتا ہے۔ فن شعر میں مہارت کامل رکھتے تھے۔ ساٹھ برس کی عمر میں ۹ مارچ ۱۹۰۳ء کو انتقال فرمایا۔ آپ کی اولاد میں خواجہ شجاع
الحسن صاحب، خواجہ تجمل حسین صاحب، خواجہ صدیق حسین صاحب، خواجہ انوار حسین صاحب آپ کے یادگار ہیں اور امرائے اکبر آباد میں صاحب توقیر اور مایہ ناز ہیں۔

دنیا سے اور نہ دولت شاہنشہی سے کام
خواجہ کو بس غلامیٔ شبیرؑ چاہیئے!

(نہالستان نثار)

خاندان خواجگان

یہ خاندان شہر آگرہ کا ایک معتبر خاندان ہے۔ محلہ نئی بستی گلی حکیم جیم میں مطبع آگرہ اخبار ہے جس کے بانی ایک ماہر علوم شرقیہ بزرگ مولوی خواجہ یوسف علی تھے جو آگرہ کالج میں عربی اور فارسی کے پروفیسر تھے اور لوکل ایجنسی کے ممبر تھے۔ آپ نے ۱۸۶۵ء میں ایک ہفتہ وار پرچہ آگرہ اخبار کے نام سے جاری کیا تھا جو تقریباً نوے (۹۰) سال تک مسلسل جاری رہا۔ یہ اردو کے سب سے پہلے اخباروں میں تھا۔ اس زمانہ میں سرسید احمد خاں مرحوم کی تحریک شروع ہوئی تھی جو آناً فاناً ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ سرسید کا سب سے بڑا اور موثر نقیب ان کا ہفتہ وار پرچہ تہذیب الاخلاق تھا جس میں خود سرسید اور ان کے تمام حواری لکھا کرتے تھے۔ اس وقت ساری مسلمان قوم دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔ ہر ایک شخص یا ان کا مخالف تھا یا موافق۔ خواجہ یوسف علی پہلے زمرہ میں تھے۔ آگرہ اخبار میں تہذیب الاخلاق کے مضامین کا جواب شائع ہوتا تھا۔ چنانچہ سرسید اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں۔ "میری شامت اعمال کا ناصح مشفق آگرہ اخبار"

اسی مطبع آگرہ اخبار سے رسالہ تیرھویں صدی اور بعد میں زمانہ بھی نکلتا تھا۔ یہ دونوں بہت ہی بلند پایہ علمی رسائل تھے۔ ان رسالوں کا اسلوب مذہبی سے زیادہ علمی تھا۔ ان میں سرسید کی تردید میں جو مضامین لکھے جاتے تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ جس نیچر اور سائنس کے ذریعہ سرسید خداشناسی سکھاتے ہیں وہ تو خود غیر یقینی چیز ہے اس غیر یقینی چیز کے ذریعہ کسی یقینی ہستی (خدا) کا ادراک کیسے ہو سکتا ہے۔

یہ خاندان ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دور میں آگرہ آیا تھا۔ خواجہ یوسف علی صاحب کے بڑے لڑکے خواجہ شجاع الحسن تھے جنہوں نے نوے سال کی عمر میں انتقال کیا۔ وہ کوٹھی موسومہ زبیدہ منزل میں رہتے تھے جو آگرہ کے مسلمانوں کی آماجگاہ تھی۔

پاکستان بننے سے پہلے جو فرقہ وارانہ فسادات آگرہ میں ہوتے تھے اس کی وجہ سے شہر کی فضا اکثر مکدر رہتی تھی۔ اس نازک دور میں قوم کی رہنمائی کے فرائض خواجہ شجاع الحسن صاحب مرحوم نے انجام دئے۔ آپ انتہائی مخلص انسان تھے اور بڑے بے خوف اور دبنگ تھے اور بڑا قومی درد اپنے دل میں رکھتے تھے۔ آگرہ کے مسلمان کا بچہ بچہ آپ کے اخلاص اور جوش ایمانی اور بے لوث خدمت قومی اور تدبر کا معترف ہے۔

Scanned with CamScanner

آپ کے چھوٹے بھائی خواجہ تجمل حسین تھے۔ جو نیکی اور سادگی میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ بڑے علم دوست تھے۔ چنانچہ آپ کی محنت اور کوشش سے ایک بہت ہی نادر کتب خانہ آگرہ اخبار کے دفتر میں مہیا ہو گیا تھا جو اب بھی بفضلہٖ موجود ہے۔ آپ تیرھویں صدی اور زمانہ کے مہتمم تھے اور خود بھی لکھا کرتے تھے۔ آپ کے بڑے لڑکے فرحت حسین خدا کو پیارے ہو گئے۔ باقی تین لڑکے راحت حسین، طہارت حسین اور تصدق حسین پاکستان چلے آئے۔ اول الذکر کے اکثر مضامین پاکستان کے اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ خواجہ تجمل حسین نے تمام اردو شعراء کے کلام کا خلاصہ مرتب کیا ہے جس کو سندھ اردو اکیڈمی شائع کر رہی ہے۔

تجمل حسین صاحب کے چھوٹے بھائی خواجہ صدیق حسین صاحب تھے جو شہر آگرہ کی ایک بہت مقتدر ہستی تھے اور بڑے معزز اور باثر تھے۔ آپ بڑے منتظم انسان تھے اور ہمیشہ سب کی ہر طرح سے امداد کے لئے آمادہ و تیار رہتے تھے۔ آپ کے زمانہ میں مطبع میں بہت سی نادر کتابیں اور قرآن شریف طبع ہوئے۔ آپ کے بڑے لڑکے خواجہ شوکت حسین مرحوم تھے جو ایک فقیر دوست اور صوفی منش انسان تھے۔ آپ عرصہ تک آگرہ اخبار کی ادارت کرتے رہے۔ اہل سنت والجماعت کی حمایت کا آپ کو بہت ذوق و شوق تھا۔ شوکت حسین صاحب کے دو لڑکے پاکستانی ہیں۔ آپ کے لڑکے مزمل حسین اس وقت آگرہ میں آگرہ اخبار پریس کے مہتمم ہیں۔ خواجہ صدیق حسین صاحب کے صاحبزادگان لیاقت حسین اور ریاست حسین اس وقت ہندوستان میں موجود ہیں۔ لیاقت حسین اس وقت خواجہ شجاع الحسن صاحب کی جانشینی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ خدا ان کو اس معیار پر پورا اترنے کی توفیق دے۔ ریاست حسین ہنوز ملازمت سے سبکدوش نہیں ہوئے ہیں۔ ان کے بھائی فراست حسین جنھوں نے مطبع آگرہ اخبار کو بہت ترقی دی تھی اور اس میں بڑی توسیع کی تھی عین عالم شباب میں انتقال کر گئے۔ آپ قومی کاموں میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیتے تھے اور پرجوش لیگی تھے۔ صدیق حسین صاحب کے چھوٹے بھائی انوار حسین تھے جو جوانی میں ہی راہی عالم باقی ہو گئے تھے۔ ان کے صاحبزادے خواجہ ضیاء الحسن ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سنٹرل ایکسائز پاکستان میں ہیں۔ آپ کے دو لڑکے ماشاءاللہ ڈاکٹر ہو گئے۔ ایک ولایت میں ایف۔ آر۔ سی۔ ایس کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ کے بڑے لڑکے سمیع الحسن انڈسٹریل کورٹ میں ہیں

خاندان خواجگان حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کی اولاد ہے۔ جب اس خاندان کے افراد ایام غدر میں لکھنؤ سے آگرہ آئے تو آگرہ کی پنجابی سوداگر برادری سے ان کا رشتہ ہو گیا اور اسی برادری میں یہ خاندان جذب ہو گیا۔ خواجہ یوسف علی کو حاجی الطاف حسین مرحوم کی ہمشیرہ بیاہی تھیں۔ ان کے بڑے بھائی خواجہ عنایت حسین کی لڑکی حافظ احمد حسین مرحوم کی زوجہ تھیں۔ غدر سے پہلے اس خاندان کے ایک صاحب سندیلے میں چکلہ دار تھے۔ نوابانِ اودھ کے دور میں ایک صاحب سلطان ٹیپو کی فوج میں تھے۔ اب اس خاندان کا ایک حصہ پاکستان میں ہے ایک حصہ ہندوستان میں ڈٹا ہوا ہے۔

خواجہ طہارت حسین کے صاحبزادوں میں شمس الحسن ایم اے ایل ایل بی امریکن سفارت میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہیں۔ خواجہ بدر الحسن بھی امریکن سفارت کے دفتر میں ملازم ہیں۔ خواجہ تجمل حسین بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ بقیہ صاحبزادگان زیر تعلیم ہیں۔

ضمیمہ

مرزا احمید الدین بیگ

مرزا احمید الدین بیگ، خلف مرزا قمر الدین بیگ، نبیرہ مرزا فضل بیگ رئیس بارہ دری درگاہ شاہ ابوالعلا احراری کے آپ سجادہ نشین تھے۔ اسرار ابوالعلا اور اسرار تصوف تالیف سے ہیں۔ ۱۹۳۲ء میں انتقال ہوا۔

اسیر خلیفہ گلزار علی

اسیر میاں نظیر کے خلف ارشد تھے۔ باپ سے ہی عربی فارسی کی تعلیم پائی۔ شعر گوئی کا شوق باپ سے ورثہ میں پایا۔ نظیر کے وصال کے بعد انھوں نے مکتب کی ذمہ داری اختیار کی۔ شاعری میں قدیم مسلک کے پابند تھے۔ راجہ بلوان سنگھ کاشی کے استاد تھے۔ وہ استادی کے پچاس روپے ماہوار دیتے تھے۔ پھر دھول پور گئے۔ مہارانا نے ان کو بلا کر خاندان مہارانا کی منظوم تاریخ لکھنے پر مامور کیا۔ چنانچہ بڑا حصہ لکھ لیا جو مہارانا کے مرنے کی وجہ سے کام ادھورا رہ گیا۔ آخر میں آگرہ آن رہے۔ عیدین کی نماز امامیہ مذہب کے لوگوں کو پڑھاتے تھے۔ صاحب دیوان تھے۔ ان کا ذکر پروفیسر شہباز نے زندگانی بے نظیر میں کیا ہے۔ ان کا ۱۸۶۰ء میں انتقال ہوا۔

مرزا احمد جان قزلباش

مرزا احمد جان رئیس۔ آپ کے مورث اعلیٰ مرزا حاجی حسن قزلباش تھے جن کے نام سے کٹرہ ہے۔ ایران سے بسلسلۂ تجارت آئے اور یہیں کے ہو رہے۔ ان کی دیگر اولاد میں مرزا علی حسین عنصر ولد مرزا علی اعظم وکیل صدر۔ مرزا احمد جان ڈپٹی کلکٹری سے پنشن لی۔ اوقاف کمیٹی کے سکریٹری ہوگئے تھے۔ مرزا ممتاز حسن قزلباش آپ کے خلف ارشد تھے۔ یہ ایک عرصہ گورنمنٹ کی طرف سے افغانستان میں سفیر رہے تھے۔ ۱۹۶۳ء میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ مرزا احمد جان نے ۱۹۰۴ء میں انتقال کیا۔

خواجہ احمد حسن

خواجہ احمد حسن کو برادر ڈپٹی امداد علی کی دختر منسوب تھیں جن سے خواجہ رزاق الحسن، خواجہ ستار الحسن ایڈیٹر فرشتہ اور نور الحسن زوجہ عزیز الزماں برادر زادہ اکبر زماں مجاہد پہلی جنگ آزادی جن کا ذکر کالے پانی اور مشاہیر جنگ آزادی اور مجاہدین ۱۸۵۷ء میں تحریر ہے۔ خواجہ احمد حسن کٹرہ خان خاناں میں رہتے تھے۔ صاحب املاک تھے۔ اسّی برس کی عمر میں انتقال کیا۔ خواجہ ستار الحسن کے صاحبزادگان سلطان الحسن خواجہ قمر الحسن، خواجہ منیر الحسن، خواجہ ضیاء الحسن، خواجہ غیاث الحسن ہر ایک بفضلہ تعالیٰ کالج و اسکول میں زیر تعلیم ہیں۔

ڈاکٹر آغا مہدی حسن

آغا مہدی حسن آگرہ کے نامور اسکالر ہیں۔ آپ نے ایم اے کیا۔ "دی رائز اینڈ فال آف محمد تغلق" آپ کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جو شائع
ہو چکا ہے۔ اور بھی تصانیف ہیں۔ آجکل کلکتہ میں قیام ہے۔ میرے عزیز دوستوں میں سے ہیں۔ آپ کی ہمشیرہ کی صاحبزادی پروفیسر تنویر حسین بخاری چیئرمین
سیکنڈری بورڈ کو منسوب ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی اہل خانہ فردوس کالونی میں مقیم ہیں۔

خواجہ الطاف حسین غوری

خواجہ الطاف حسین غوری ایم اے۔ آپ کے آباؤ اجداد مضافات آگرہ کے زمیندار تھے۔ آپ کے جد امجد ٹونک کی ریاستوں میں ممتاز
عہدہ پر سرفراز رہے۔ آپ نے جے پور کالج میں تعلیم پائی۔ کراچی آکر محکمہ صدر مملکت میں جوائنٹ سکریٹری کے عہدہ پر ممتاز رہے اور اب آپ محکمہ دفتر
خارجہ میں اعلیٰ عہدہ پر سرفراز ہیں۔ سب کمیٹی ادارہ شرقیہ کے صدر ہیں۔ تعلیمی کاموں سے دلچسپی ہے۔ مسٹر حامد حسین بی اے علیگ آپ کے داماد اور
سب کمیٹی مذکورہ کے جوائنٹ سکریٹری ہیں اور میرے رفیق کار ہیں۔ آپ کی ٹانکس کی فیکٹری اسبیلہ پر ہے۔

حاجی انعام اللہ

حاجی انعام اللہ ابن شیخ سکندر بن شیخ بچو نبیرہ شیخ محمد عیسیٰ آفندی پی ڈبلیو ڈی ہیڈ ڈرافٹسمین تھے۔ انتقال ۱۹۵۲ء میں ہوا۔ ان کے
خلف ارشد حاجی عطاء اللہ ڈرافٹسمین سب اوورسیئر پھر تجارت پارچہ مشغول رہے۔ پیدائش ۱۹۱۰ء۔
محمد ثناء اللہ آفندی دوسرے محمد ضیاء اللہ آفندی انجینیر اسسٹنٹ ڈائریکٹر واپڈا۔

محمد ایوب خاں

محمد ایوب خاں ابن ماسٹر عبدالحمید خاں۔ آپ انٹرنس پاس کرکے محکمہ جی سے منسلک ہوگئے۔ وہاں اس وقت تک ممتاز عہدہ پر فائز
ہیں۔ ہمارے اور ریاض صاحب کے رفیق کار رہے۔ آپ کو علم سے ذوق ہے۔ کربلا کمیٹی اور کالا محل کی منتظمہ کے ممبر ہیں۔ مسلم لائبریری کے قیام میں
بڑی مدد کی۔ آپ کی اہلیہ۔ خاتون صاحبہ خان بہادر عبدالرحمٰن کے صاحبزادے بابو عبدالغفار مرحوم کی صاحبزادی ہیں۔

خان بہادر ڈاکٹر تصدق حسین

ایک عرصہ تک سب اسسٹنٹ سرجن تھامسن ہسپتال آگرہ میں رہے پھر سول سرجن ہوگئے۔ ٹونک میں بھی کچھ عرصہ رہے۔ آنکھ کے
معالج بلکہ حاذق ہیں۔ ۱۳۱۷ھ سے میرے تعلقات ہیں۔ کراچی میں مولوی مسافر خانہ کے قریب آپ کا مطب ہے۔

پروفیسر حامد حسین قادری

قادری صاحب کا وطن بچھرایوں ہے۔ مولوی احمد حسن وکیل رامپور کے خلف ارشد تھے۔ مولوی احمد حسن حضرت بابا فرید شکر گنج کی اولاد سے تھے۔ ان کے بزرگ اکثر دینی اعلیٰ عہدوں پر ممتاز رہے۔ آپ کے بزرگوں میں مولوی کریم اللہ صدر الصدور اکبرآباد بلند پایہ شخصیت رکھتے تھے۔ مولوی احمد حسن نے تمام عمر رامپور میں باوقار گزاری۔ تقریباً ۱۸۸۵ء میں قادری صاحب پیدا ہوئے۔ مدرسہ عالیہ میں تعلیم پائی۔ پھر انٹرنس پاس کیا۔ اس کے بعد مہو کے ہائی اسکول میں مدرس ہوگئے۔ وہاں سے بڑودہ گئے۔ وہاں بھی ہائی اسکول سے متعلق رہے۔ پھر حلیم مسلم ہائی اسکول کانپور میں اردو کے معلم ہوگئے۔ یہاں سے پندرہ روزہ اخبار "سعید" بچوں کے لئے نکالا جو ایک عرصہ تک جاری رہا۔ اس اسکول سے قطع تعلق کرکے آگرہ گئے۔ سنیٹ جانسن کالج میں اردو کے پروفیسر ہوگئے۔ اس کالج کے اساتذہ میں ہردل عزیز اور ممتاز تھے۔ کالج میں انجمن ترقی اردو کی شاخ قائم کی۔ ۱۹۵۰ء کے بعد تک اس ملازمت پر رہے۔ غالباً ۱۹۵۲ یا ۱۹۵۳ء میں سبکدوش ہوئے۔ تصنیف و تالیف اور مضمون نویسی میں اپنا پورا وقت صرف کرتے۔ راقم سطور سے بے حد تعلق خاطر تھا۔ مولوی انعام اللہ خاں نے بائبل سوسائٹی کی طرح دائرۂ معارف قرآنیہ آگرہ میں ۴۳ء میں قائم کیا۔ اکابر ملک اس کے رکن تھے۔ قادری صاحب بھی دائرہ کے معاون تھے۔ جامع اردو کی مولانا طاہر فاروقی نے تشکیل کی اس کے بھی رکن تھے۔ راقم سطور بھی اس کی مجلس منتظمہ کا ممبر تھا۔ ہمارے کراچی آنے کے بعد قادری صاحب بھی ۱۹۵۷ء کے آغاز میں آگرہ کو خیرباد کہہ کر آگئے۔

قادری صاحب حضرت پیر جماعت علی شاہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آخری ایام میں فقر کا غلبہ تھا۔ جولائی ۱۹۶۴ء کو راہی ملک بقا ہوئے۔ جامع کالج کے مغربی رخ کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

تصانیف:- داستان تاریخ اردو۔ نقد و نظر۔ تاریخ مرثیہ گوئی۔ شاہکار انیس۔ صید و صیاد۔ بی۔ اے پریس کورس، تصویر التاریخ وغیرہ کتب کے مولف، مصنف و مترجم تھے۔

شیخ حشمت اللہ بی اے

شیخ حشمت اللہ بی۔ اے ابن شیخ رحمت اللہ ابن شیخ عنایت اللہ ابن عنایت اللہ رضی ہندگی میاں مضافات لکھنؤ کے رہنے والے اور وہاں کے خاندان شیوخ کے رکن۔ شیخ رحمت اللہ اکسٹرا اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ سروے تھے۔ حشمت اللہ ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی میں تعلیم پائی۔ ان کے والد بسلسلہ سروے یہاں مقیم تھے۔ ۱۹۱۳ء میں سنیٹ جانسن کالج سے بی۔ اے کیا۔ ۱۹۱۴ء میں بیرسٹری کے لئے انگلستان گئے اور کچھ عرصہ بعد لوٹ آئے۔ یہاں تحریک کے سرگرم رکن ہیں۔ خطِ نستعلیق ٹائپ آپ نے ایجاد کیا۔ بہائی مذہب پر چند رسائل لکھے۔ کچھ عرصہ ریڈیو دہلی سے منسلک رہے۔

اب کراچی میں بہائی ہال کے قریب رہتے ہیں۔ میرے عزیز احباب سے ہیں۔

حکیم محمد حیات خاں

حکیم محمد حیات خاں حکیم شریف خاں کے خاندان سے تھے۔ گلی حکیماں میں آپ کا مطب تھا۔ ذی علم اور ذی لیاقت حاذق طبیب تھے۔ مجھ پر خاص عنایت تھی۔ منشی ولایت علی انجنیر سے قرابت تھی۔ آخر عمر میں دہلی چلے گئے۔ ۱۹۳۶ء سے پہلے انتقال ہوا۔ آپ کے صاحبزادگان کراچی میں ہیں بڑے صاحبزادے حکیم اشرف خاں نواب خیرپور سندھ کے طبیب خاص ہیں۔

مولوی زیارت علیخاں

آپ گوالیار اسٹیٹ میں مجسٹریٹ تھے۔ آگرہ کے عمائد سے تھے آپ کی ہمشیر مولوی ریاض الدین احمد کے چچا منشی عبدالرحمان کی والدہ تھیں۔ آپ میرے والد کو بھائی کہتے تھے اور مجھ کو چھوٹا بھائی کہتے تھے۔ علمی استعداد معقول، عربی فارسی کے عالم۔ صدہا کتب کے حوالے نوک زبان پر تھے۔ احمد اللہ خاں بن مولوی نصراللہ خاں صدر الصدور کوان کی صاحبزادی منسوب ہیں جن سے اسد اللہ خاں ہیں جن کا قیام پشاور کے مضافات میں منیجر شوگر مل کی حیثیت سے ہے۔ نجیب الحسین شہابی کے گہرے دوست ہیں۔

سید سخاوت علی خسرو

سید سخاوت علی ابن مولوی سید عنایت علی بی۔ اے ابن سید اوصاف علی۔ آپ کے نانا سید استقامت علی داماد مولوی سید اصغر علی اصغر صاحب گلشن جانفزا۔ آپ کے والد کے نانا مولوی مراد علی متخلص ہوشیار شاگرد مرزا غالب و ایڈیٹر راجپوتانہ گزٹ و مصنف جنگ نامہ روم و روس۔ خسرو صاحب آگرہ کے علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ اجمیر کالج سے بی اے کیا آگرہ کالج سے ایل ایل بی کیا۔ علمی ذوق کے حامل، فارسی زبان سے دلی لگاؤ ہے۔ صدہا اشعار اساتذہ کے حافظہ میں محفوظ ہیں۔ آجکل گلزار ابرار غوثی مانڈوی کو ایڈیٹ کر رہے ہیں۔ آپ کے مضامین ملک کے مشہور جرائد و رسائل میں اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ شعیب محمدیہ سیکنڈری اسکول اور ادارہ شرقیہ گرلز سیکنڈری اسکول کی مجلس منتظمہ کے نائب صدر اور دائرہ معین المعارف کراچی کے بھی نائب صدر ہیں۔ آپ کے نانا اور مولوی انعام اللہ خاں نے ۱۹۲۲ء میں دائرہ معارف قرآنیہ آگرہ میں قائم کیا تھا۔ یہاں بھی نئے سرے سے اس دائرہ کا احیا کیا گیا اس کے خسرو صاحب صدر اور سکریٹری نجیب الحسین شہابی ہیں۔ دائرہ کی طرف سے جناب امیر خسرو اور ان کا اردو کلام۔ سیرت رسول من القرآن۔ اسوۂ صالحین خواتین اسلام، آداب تلاوت قرآن، خلاصہ مشکوٰۃ المصابیح شائع ہو چکی ہیں

حکیم سید ریاض علی

حکیم سید ریاض علی ابن قاضی ماجد علی خاں ابن نظام علی خاں نظام ہمدانی بھرت پور میں ملازم رہے پھر طبابت شغل، ۱۹۳۸ء میں انتقال ہوا۔ آپ کی بیوی افضل النسا فاضلہ خاتون تھیں۔ سفرنامہ حجاز یادگار ہے۔

سرور اکبر آبادی

سرور ابن حکیم سید محمد قمر ابن حکیم مقبول حسین۔ سید نور محمد سرور نے سینٹ جانسن کالج سے بی۔ اے کیا۔ بی۔ ٹی راجپوت کالج سے کیا۔ شعر و شاعری سے شوق ہے۔ جناب ارمان سے تلمذ ہے۔ ان کا ذکر حکیم محمد قمر کے تذکرہ میں ہے۔

ڈاکٹر سلطان مرزا

ڈاکٹر سلطان مرزا آگرہ کے قدیم باشندے تھے۔ ڈاکٹری حاصل کرکے سوائی مادھوپور کے ہسپتال کے انچارج تھے۔ پھر پنشن لے کر جے پور آ گئے۔ انیس اطباء آپ کی تصنیف ہے۔ آپ کے خاندان کے لوگ کراچی میں مقیم ہیں۔

شفیق احمد شفیق

شفیق احمد ولد امیر بخش۔ آپ خان بہادر ڈاکٹر حفیظ اللہ کے قرابتدار۔ آپ کے بزرگ شاہی زمانہ میں اسلحہ ساز تھے۔ شفیق صاحب نے انٹرنس پاس کیا۔ محکمہ فوجداری میں پیشکار پھر سٹی مجسٹریٹ آگرہ کے پیشکار ہو گئے۔ کراچی آ کر بھی اس سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ شعر و سخن میں پختگی ہے۔ ان کی ایک صاحبزادی ایم۔ اے ہیں اور خورشید گرلس کالج کی پرنسپل ہیں۔ میرے اور میاں خان صاحب کے احباب سے ہیں۔

سید شہزاد علی جلیل

سید شہزاد علی ابن حکیم سید فرزند علی حسنی حسینی۔ سید شہزاد علی کے برادر سید حشمت علی تالاؤ نگر ودھ سپرنٹنڈنٹ میونسپلٹی بلدہ تھے جن کو مولوی مظفر علی شاہ قدس سرہٗ کی دختر منسوب تھیں۔ ان سے سید عظمت علی شاہ میونسپل کمشنر و سید مبارک علی شاہ جو طب میں مہر دانش رکھتے اور ایل ایم ایس ہو گئے۔ اب کراچی میں مقیم ہیں۔ تیسرے سید شوکت علی اکاؤنٹنٹ بی بی اینڈ سی آئی ریلوے اجمیر رہے۔ اب کراچی میں ہیں۔ سید شہزاد علی کو مولوی سید اصغر علی شاہ کی دختر منسوب ہوئیں۔ ان سے ڈاکٹر حزمل علی ایجوکیشن ایڈوائزر۔ دوسرے سید مدثر علی انسپکٹر آف اسکولز، سید محمد اقبال ایڈمنسٹیٹو آفیسر۔ شہزاد علی کی صاحبزادی مقبول فاطمہ جو سید شوکت علی کو منسوب ہیں وہ بھی یہیں مقیم ہیں۔ ڈاکٹر حزمل علی کو حکیم سید علی احمد ابن حکیم مبارک علی کی دختر منسوب ہیں۔ آپ سے سید حبیب علی ایم۔ اے (امریکہ) سید محبوب علی انجینئر ہیں۔

سید عابد حسن جعفری

سید عابد حسن جعفری ابن میر زین العابدین سبزواری۔ آپ نے انگلستان جا کر بیرسٹری پاس کی۔ کچھ عرصہ وکالت کی۔ رسالہ شمع آپ کی اور پروفیسر محمد حبیب کی ادارت میں آگرہ سے عرصہ تک نکلا۔ راجہ محمود آباد کے مصاحب رہے۔ کراچی آ گئے۔ امیر خان'

ٹھک وغیرہ چند کتب شائع کیں۔ نہج البلاغہ کا انگریزی ترجمہ کر رہے تھے۔ سنہ ۱۹۶۱ء میں انتقال کیا۔ میرے عزیز دوست تھے۔

منشی عابد حسین آغائی ابوالعلائی ابن منشی محمد علی

عابد صاحب عرائض نویسی میں جگت استاد ہیں۔ کم عمری سے لکھنے پڑھنے کا شوق۔ فارسی استعداد معقول ہے۔ حضرت آغا محمد قاسم سے بیعت کی۔ حضرت شاہ ابوالعلا احراری کی مکمل سوانح عمری لکھی، صحیفۂ محبت اور بھی چند کتب کے مولف ہیں۔ میرے ساتھ تخصیص ہے۔ شاعری میں حضرت نثار سے تلمذ ہے۔ دستیابت [illegible] عابد۔ انوار محبت۔ عرفان تصوف مشہور ہیں۔

عالمگیر خاں

عالمگیر خاں آگرہ میں میونسپل کمشنر تھے اور تجارت جفت مشغلہ تھا۔ کراچی آکر عرصہ تک علیل رہے۔ میرے اور ریاض صاحب کے احباب سے تھے۔ سنہ ۱۹۶۲ء میں واصل بحق ہوئے۔ ان کا مفصل ذکر مشورہ آگرہ نمبر میں ہے۔

عبدالرشید خاں

عبدالرشید خاں ابن مولوی بنارسی خاں انٹرنس تک تعلیم پائی۔ رموز نشاط آپ کی تصنیف ہے۔ سنہ ۱۹۰۹ء میں انتقال ہوا۔ آپ کے برادر کلاں مولوی عبدالمجید خاں زمیندار تھے۔ ان کے برادرزادہ عبدالشکور خاں بی اے اور عبدالرحمن خاں انسپکٹر آبکاری ہیں۔ عبدالشکور خاں انجمن اسلامیہ سیکنڈری اسکول کے کچھ عرصہ پرنسپل رہے۔ مسلم لیگ کوارٹرس میں قیام ہے۔

مرزا اعظیم بیگ چغتائی

مرزا اعظیم بیگ چغتائی بی۔ اے۔ ایل ایل بی خلف خان بہادر مرزا قسیم بیگ، ڈپٹی کلکٹر مغل کشمیری ہیں۔ آپ جودھ پور میں وکیل رہے۔ پھر اعلیٰ عہدوں پر ممتاز رہے۔ آپ کے مفصل حالات جناب شاہد احمد دہلوی نے لکھے ہیں۔ کثیر تعداد کتب کے مصنف ہیں۔ میرے احباب خصوصی سے تھے۔ ان کا ذکر آگرہ سنہ ۳۶ء میں کر چکا ہوں۔

حکیم فرحت علی اکبرآبادی

مہاراجہ الور کے طبیب خاص تھے۔ ان کے صاحب زادے حکیم سید محمد علی مرحوم طبیب مہاراجہ الور کو حکیم فضل حسین کی دختر منسوب تھیں۔ آپ کے ایک صاحبزادہ مقصود علی ایم اے ہیں جو آگرہ میں وکالت کرتے ہیں۔ حکیم محمد علی سے راقم سطور کے برادرانہ تعلقات تھے۔ ان کے ہم زلف حکیم وزارت علی سکریٹری کربلا کمیٹی تھے جن کا انتقال سنہ ۱۹۶۱ء میں ہوا۔ ان کے عزیزوں میں سید وسیم الزماں مرحوم جو راجہ بہادر کے لامذار تھے اور کرکٹ کے مشہور کھلاڑی تھے۔

خواجہ فیاض حسین

خواجہ فیاض حسین محکمہ نمک میں ملازم رہے۔ علمی استعداد معقول تھی۔ تعلیم نسواں کے حامی تھے۔ تیز نسواں، معلمۃ البنات، انیس النسواں،

آداب نسواں، رفیق نسواں، عزیز نسواں اور زینت نسواں تالیفات ہیں۔ مولوی علی احمد خاں وکیل کے بہنوئی تھے۔ ۱۹۲۴ء میں انتقال کیا۔

فیاض علی خاں

آپ منشی خادم علی خاں اخفر کے بھائی تھے۔ آپ کا شوز سازی کا بڑا کارخانہ تھا۔ کاروباری زندگی میں ممتاز تھے۔ میرے ملنے والے۔ ان سے عزیزانہ برتاؤ تھا۔ ان کے صاحبزادے دلاور علی خاں انکم ٹیکس آفیسر کراچی رکن سب کمیٹی ادارہ شرنعیم۔ آپ تعلیمی سلسلہ میں راقم سطور کے شریک کار رہے۔

پروفیسر ماجد حسن فریدی

آپ جناب پروفیسر حامد حسن صاحب قادری مرحوم کے فرزند ہیں علمی و ادبی ذوق ورثہ میں ملا ہے۔ عقل سلیم اور فکر رسا کے ساتھ ساتھ جوش عمل اور ہمت بلند کی بدولت جلد ہی بی۔ ایس سی سینٹ جانسن کالج سے کرنے کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی سے رابطہ قائم کیا اور وہاں سے تحصیل و تکمیل علم کے بعد شعیب کالج آگرہ میں سائنس کے لیکچرار مقرر ہو گئے۔ آپ کے دوران قیام میں کالج کے ہر شعبہ نے بہت ترقی کی خاص طور سے EXTRA CURRICULAR ACTIVITIES میں نمایاں اضافہ ہوا۔ کالج کا میگزین مقررہ وقت پر آپ کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ اس کے علاوہ ہر سال آل انڈیا مشاعرہ منعقد ہوتا رہا جس میں ملک کے نامور شعراء کو جمع کر لینا صرف آپ کی ہی مساعی جمیلہ کا سبب تھا۔ آپ آگرہ کی مختلف ادبی و سماجی انجمنوں سے بھی وابستہ رہے۔ وہاں کی کئی انجمنوں کے سرپرست رہے اور ارباب سخن آپ سے مستفید ہوتے رہے۔ حالانکہ آپ ایک جید طرز ادیب اور شاعر ہیں۔ سائنس اور آرٹ میں بہت تضاد ہے مگر ماجد حسن فریدی کی طبیعت میں یہ تضاد نہیں ملتا۔ وہ شاعر و ادیب ہونے کے باوجود قادری صاحب مرحوم کی طرح نام و نمود سے بہت گریز کرتے ہیں۔ کسی مشاعرہ میں صرف احباب کے بے حد اصرار پر شریک ہو جایا کرتے ہیں تصنیف و تالیف کا ذوق آباؤ اجداد کی وراثت ہے لہٰذا آپ بھی یہ مشغلہ برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ قادری صاحب مرحوم نے جب آگرہ کو خیرباد کہا تو آپ نے بھی کراچی کر ایک کالج میں تدریس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد ایک ذاتی اسکول قائم کر لیا۔ آجکل آپ نیو میتھڈ اسکول ناظم آباد کے پرنسپل ہیں۔ ان کے برادر کلاں پروفیسر خالد حسن قادری ایم اے صاحب علم سینٹ جانسن کالج میں پروفیسر تھے۔ کراچی ریڈیو سے منسلک رہے اب لندن میں ہیں۔

ڈاکٹر ماشاء اللہ خاں خان بہادر

ڈاکٹر ماشاء اللہ خاں ابن مولوی نصیر اللہ خاں صدر الصدور۔ مولانا احسن اللہ ثاقب کے برادر خورد تھے۔ انگلستان جا کر ڈاکٹری کی اعلیٰ ڈگری لی۔ واپس آگرہ آئے۔ سرکاری ہسپتال میں اسسٹنٹ سرجن ہو گئے پھر سول سرجن ہو کر علی گڑھ، بریلی، مراد آباد اور سیتاپور میں رہے۔ ہاتھ میں خدا نے شفا بخشی تھی۔ مشریا میڈیکا کا ترجمہ کیا۔ آپ کی ایک صاحبزادی پروفیسر بشیر احمد ہاشمی سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی کو منسوب ہیں۔ اقبال احمد خاں خلف ارشد ہیں جو کراچی آ گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۲۵ء میں انتقال کیا۔ لاکھوں روپیہ کمایا۔ ایک مرتبہ آپ کی اہلیہ بیمار ہوئیں جب افاقہ نہ ہوا تو اہلیہ نے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ کل جب میں تم کو دیکھنے آؤں تو میری فیس دینا ممکن ہے کہ زیادہ توجہ سے دوا تجویز کروں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ڈاکٹر صاحب نے فیس وصول کرنے کے بعد جو دوا تجویز کی اس سے ان کو افاقہ ہو گیا۔

مولوی بصیر علی

مولوی بصیر علی بصیر نبیرۂ میر اعظم علی اعظم۔ فارسی استعداد معقول تھی کچھ عربی بھی پڑھی تھی۔ نقشہ نویسی کا کام سیکھ کر گوالیار میں ڈرافٹسمین ہو گئے تھے۔ شعر و شاعری سے ذوق تھا۔ ہجو خوب کہتے تھے۔ ایک بزرگ تھے جو حکام رس بہت تھے۔ چنانچہ ان کے متعلق فرماتے ہیں

عجب فعل شیطاں سے صادر ہوا　　　　حرامے غلامے پیدا در ہوا

براز در بادا تو یہ ننگ قوم　　　　گمیشا کمیشی سے قادر ہوا

ایسے ہی ڈپٹی عبدالغفار سے خفا تھے۔ ایک قصیدہ ان کی شان میں لکھ ڈالا۔ بارٹن محل ان کی رہائش گاہ تھی۔ مولوی ریاض الدین احمد نے انجمن اسلامیہ کی طرف سے محمودہ نسواں اسکول اس میں قائم کیا جو بفضلہ تعالیٰ اب تک آگرہ میں چل رہا ہے۔ مولوی بصیر علی نے ۱۹۳۵ء میں وفات پائی

محمد حسین قریشی

محمد حسین ابن مولوی رحمن بخش مہتمم محکمہ خیر جے پور۔ آپ کو ہمشیرہ حکیم سلیم الدین خاں دیوان ریاست جے پور منسوب تھیں۔ ان سے حکیم ظہور الحسن متوفی ۱۹۶۳ء اور احمد حسن، محمود الحسن انجینئر محکمہ آب پاشی اودے پور میواڑ۔ ۱۹۶۰ء میں انتقال ہوا۔ ان کے صاحب زادہ حامد حسن بی اے سکرٹری کونسل جے پور ۱۹۵۶ء میں فوت ہوئے۔ ان کے خلف اقبال احمد (امریکہ) اور دختر شمیم بیگم زوجہ بدرالدین ڈائرکٹر واپڈا ابن مولوی شمس الدین بی اے سابق اسسٹنٹ ملٹری سکرٹری صدر پاکستان اور تیسرے صاحب زادے منصور احمد ہیں۔ محمود الحسن کے دوسرے صاحبزادے امجد حسین انسپکٹر محکمہ باشی جے پور بھرا ے۔ ڈی سی مہاراجہ۔ جن کے اخلاف سے افسر حسین اور اوصاف حسین (انگلستان) میں ہیں۔ عشید حسین تعلیم پا رہے ہیں۔ محمد حسین کے تیسرے خلف مقصود حسین انسپکٹر پولیس ٹونک۔ اب کراچی میں قیام ہے۔ ان کو ہمشیرہ الطاف احمد خیری منسٹر جے پور کی منسوب ہیں جن سے افضال مقصود، دوسرے بلال احمد اور تیسرے پرویز مقصود ہیں۔ احمد حسین کے خلف واحد حسین، ذاحد حسین، شاہد حسین۔ یہ سب کراچی میں ہیں۔ ظہور الحسن کے منظور حسین بی اے جو جے پور میں تحصیلدار تھے کراچی میں ہیں۔

محمد خلیل صدیقی

محمد خلیل کے والد صاحب ملکہ وکٹوریہ کے یہاں خانگی ملازم رہے۔ انگلستان سے واپس آکر سید جنیر ٹرار ہو گئے۔ خلیل صاحب نے آگرہ میں رفاہ عام پریس جاری کیا۔ اب کراچی میں تجارت مشغلہ ہے۔ علمی ذوق ہے۔ منظر کے احباب سے ہیں۔ مجھ سے بھی مخلصیں رکھتے ہیں۔ آپ کے عبدالمجید بیگ بڑے دوستوں سے تھے مگر وہ گزشتہ سال (۱۹۶۳ء) انتقال کر گئے۔

محمد سخاوت مرزا

محمد سخاوت مرزا ولد آغا مرزا ولد مرزا امیر بیگ اکبر آبادی۔ والد ماجد آغا مرزا مرحوم آگرہ سے غدر کے بعد حیدرآباد دکن آگئے تھے اس سے قبل مولوی احمد خاں شیفتہ اکبر آبادی تلمیذ گلزار علی اسیر بزمانہ نواب سرسالار جنگ۔ اول تشریف لائے اور نواب صاحب مرحوم کے

مولوی نواب مرزا

نواب مرزا ابن ڈپٹی مرزا وقار علی بیگ ہمشیر زادہ مرزا غالب۔ آپ نے بعد تحصیل علم سرکاری ملازمت اختیار کی۔ ترقی کرتے ہوئے تحصیلدار ہوگئے۔ آپ نے رسالہ جہاد لکھا۔ آپ کے پیشکار غلام عباس نے مخبری کر دی معطل کر دئیے گئے۔ کلکٹر نے استعفٰی دے دیا۔ علمی ذوق کے رنگ تھے۔ عیسویت کے رد میں کتاب لکھی۔ فرنگیوں کے جال میں آپ کا تذکرہ ہے۔ عمائد آگرہ سے تھے۔ ان کا ۱۹۴۲ء میں انتقال ہوا۔

حکیم وجیہہ الدین

طبابت شغل تھا ان کے صاحبزادے سید ظہیرالدین آگرہ میں تھے۔ مولوی احتشام الدین ایم اے کراچی آکر انتقال کر گئے۔

منشی ولایت علی انجنیئر

منشی ولایت علی ابن مولوی رحیم بخش ابن حکیم کریم بخش مراد آبادی طبیب سرکار مہاراجہ جے پور۔ منشی ولایت علی نے رڑکی کالج سے سند انجنیئری کی لی۔ گوالیار میں اسسٹنٹ انجنیئر تھے۔ سنہ ۱۹۱۰ء تک رہے۔ بڑے تخیر تھے عبدالہ کو ملازم کرایا۔ آپ کے دسترخوان پر روزانہ دس بیس حضرات شریک طعام ہوتے مسجد محمد خاں کے قریب آپ کی حویلی موجود ہے۔ پھر ٹھیکیداری کی۔ نیو دہلی کی عمارات کا ٹھیکہ تھا۔ ڈپٹی محتشم الدین شریک تھے۔ ۱۹۲۵ء میں انتقال ہوا۔ درگاہ ابی العلا احاطہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے اعجاز حسین، ارشاد حسین تاجر تسہیل اور مہدی حسین انجنیئر تھے۔ ارشاد حسین کا انتقال ۱۹۶۳ء میں ہوا۔ شاہ نور الزماں میں دفن ہوا۔

ڈپٹی باسط علی خاں

خاں صاحب ڈپٹی باسط علی خاں ابن مولوی احمد خاں صدیقی۔ آپ نے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹی پولیس سے پنشن لی میونسپلٹی اور کربلا کمیٹی کے ممبر تھے۔ ان کے بڑے بھائی ناصر علی خاں تھے جنہوں نے تاریخ انبیاء تالیف کی۔ ہر دو صاحبان کو پندرہ سولہ برس انتقال کو ہوئے۔

خان بہادر حکیم الدین قریشی

آپ نے انگریزی تعلیم پاکر فارسٹ میں ملازم ہو کر اعلیٰ عہدہ پر ممتاز ہوئے اور اس سے پنشن لی۔ علم دوست تھے۔ آپ جامع کالج کی پہلی منتظمہ مجلس کے صدر تھے۔ دو ہزار کا عطیہ کالج کے لئے دیا۔ چند کتب کے مصنف ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں انتقال ہوا۔ آپ کے صاحبزادے ڈاکٹر ضیاء الدین کراچی میں مقیم ہیں۔

Scanned with CamScanner

مولوی مظفر علی برق

بدایوں کے مشہور حمیدی صدیقی خاندان سے تعلق رکھتے تھے آگرہ میں قریب بیس سال سلسلۂ ملازمت قیام کیا۔ ان کے مورث اعلیٰ حمید الدین صاحب مغلوں کے دور اقتدار میں بدایوں کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے ان کا مزار اب بھی بدایوں میں قاضی ٹولہ میں موجود ہے پہلے یہ محلہ شرفائے بدایوں کے کئی خاندان حمیدی سے آباد تھا۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں خاندان کے اکثر افراد کو بغاوت کے جرم میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا اور خاندانی جاگیریں ضبط ہو گئیں۔

قاضی حمید الدین کی یادگار ایک تو مسجد ہے جس میں ان کا مزار ہے اور ایک مشہور قبرستان جو حوض قاضی کے نام سے موسوم ہے اور جس میں اسی خاندان کی قبور ہیں۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد صرف وکالت اور بعد میں سرکاری ملازمت سے دوبارہ افراد خاندان نے ترقی کی۔ امارت اور علم دونوں کے اعتبار سے بدایوں کا یہ ممتاز خاندان تھا۔

مظفر علی صاحب ابن محسن علی صاحب ابن محمود علی صاحب ابن قاضی ابو اللیث۔ بدایوں کے اسی محلہ میں ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے اس زمانہ تک بدایوں میں صرف مڈل اسکول تھا۔ مڈل کا امتحان اس اعزاز سے پاس کیا کہ صوبہ کے مسلمانوں میں اول رہے اور سرکاری وظیفہ ملا لیکن والدین کے اکلوتے فرزند تھے اس لئے شہر کے باہر تعلیم کیلئے جانے کی اجازت نہ ملی البتہ ذاتی مطالعہ سے لیاقت پیدا کی اور سرکاری ملازمت اختیار کی اور اس سلسلہ میں فتح آباد، متھرا اور شکوہ آباد میں قیام رہا آخر میں آگرہ آئے عدالت ججی میں منصرم تھے ۱۱ دسمبر ۱۹۲۵ء کو ۴۹ سال کی عمر میں انتقال ہوا پہلے آگرہ ہی میں دفن کرنے کا انتظام ہوا لیکن اعزا ان کی لاش کو وطن لے گئے اور وہیں حوض قاضی کے قبرستان میں دفن کیا۔ پہلی بیوی سے چار فرزند مظاہر علی، مصطفیٰ علی، مسعود علی اور منیر علی تھے جن میں سے آخر الذکر کا انتقال بدایوں میں ۱۹۶۳ء میں ہوا۔ ایک صاحبزادی حمیدہ خاتون تھیں جن کی شادی سرسید کے مخالف مشہور عالم صدر الصدور مولوی علی بخش کے نواسے مولانا یعقوب بخش راغب سے ہوئی تھی ان کا انتقال ۱۹۲۴ء کے آخر میں ہوا پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی بدایوں کے ممتاز وکیل مظفر حسین صاحب کی صاحبزادی فاطمہ صغریٰ سے ۱۹۰۱ء میں ہوئی ان کا انتقال ۱۹۳۶ء میں ہوا اولاد میں تین صاحبزادے بقید حیات ہیں جن میں ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی کراچی یونیورسٹی میں پروفیسر اور شعبہ اردو کے سربراہ ہیں۔ ایک صاحبزادی مومنہ خاتون تھیں ان کا انتقال ۱۹۴۳ء میں ہوا ان کے صاحبزادے کمانڈر اصغر قادری پاکستانی بحریہ میں انجینئر ہیں اور آجکل لندن کے پاکستانی سفارت خانہ میں بحری اتاشی ہیں۔ اصغر قادری کی شادی ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔

مظفر علی صاحب شاعر بھی تھے اور برق تخلص کرتے تھے۔ امیر اور داغ دونوں کو پسند کرتے تھے اور دونوں کا اثر کلام میں ملتا ہے ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں کلام تلف ہو گیا۔ مظفر علی صاحب نے قانون کی بعض کتابیں بھی اردو میں تصنیف کی تھیں جن میں ضابطہ دیوانی و فوجداری کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے لائق ترین منصرم شمار کئے جاتے تھے اور قانون خفیفہ پر انکی تصنیف دیگر منصرموں کے لئے ہدایت کا کام دیتی تھی۔ منصرم صاحب نہایت نفیس طبع تھے لباس کا خاص خیال رکھتے۔ یورپین حکام سے دوستانہ تعلقات تھے اور رہائش میں مشرقی اور مغربی انداز ملے جلے تھے۔ بدایوں میں جو کوٹھی تعمیر کی اس میں ترکی مذاق کا ایک دیوان خانہ بھی تعمیر کرایا تھا تقسیم کے بعد حکومت ہند نے اس مکان پر قبضہ کر کے اس میں مرکز بہبودی اطفال قائم کر دیا ہے۔ پورے خاندان میں علم کا شوق ہے اللہ تعالیٰ نے دین اور دنیا کی دولت سے سرفراز کیا ہے۔ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی اور بیگم صدیقی نے گزشتہ سال حج بیت اللہ کا شرف پایا ان کی ایک صاحبزادی لندن بیاہی ہیں۔ بڑے صاحبزادے ابراہیم مظفر صدیقی جرمنی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں دو اور صاحبزادیاں شادی شدہ ہیں اور اپنے گھر خوش ہیں چھوٹے صاحبزادے ملک مظفر صدیقی جناح پولی ٹیکنک کے طالب علم ہیں۔

انتظام اللہ

انتظام اللہ ابن مولوی اکرام اللہ شہابی گوپاموی ثم اکبرآبادی۔ آگرہ میں ۱۰ مئی ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوا۔ مولوی سعید احمد خاں، سرفراز علی، مولوی علی محمد خاں، مفتی محمد رمضان شاگرد مولانا عبدالحی لکھنوی و مولانا سعادت اللہ اسرائیلی، ملا عمر البخاری اور مولوی عبدالغنی سے اصحاب علم و فضل کے سامنے زانوئے شاگردی طے کیا اور کچھ علمی استعداد حاصل کی۔ مطالعہ ترجمان ... جا کر ۱۹۰۹ء میں انجینئرنگ کالج کلاکوٹہ سے سروئیر کی سند حاصل کی۔ واپس آکر تجارت فیل کا شغل اختیار کیا جس کی وجہ تمام اقطاع ہند و پاکستان کا سفر کیا۔ اکابر ملت سے نیازمندانہ ملاقاتیں کیں۔ ہم عصر مصنفین میں ان کے تذکرے کرتا ہوں۔ آگرہ میں مسلم لائبریری و انجمن اسلامیہ، انجمن شعیب محمدیہ، مجلس مورخین، مجلس علمائے جامع ادب، بزم نظیر، دائرہ معارف قرآنیہ، جامعہ دینیہ۔ ان اداروں سے عملی تعلق رہا۔ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کی مجلس عاملہ کا رکن اور مجلس مصنفین علی گڑھ کا بھی رکن تھا۔

تصانیف و تالیفات:۔

درس الفامیہ، حامی اسلام، کلمات طیبات، ارمغان یاور، گلزار صوفی، سیرت وجیہہ، انشاء بجنیر، میلاد منظوم، سیرت شہید، ادبی خطوط اصغر، خواجہ غریب نواز، حیات خواجہ، تاریخ اجمیر، تذکرہ صابر، تذکرہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، غوث الاعظم۔ حیات خاتون جنت، سیدہ فاطمہ کا لال، فاطمہ کا چاند، اکبر اعظم، جہانگیر نورجہاں، بزم شاہجہانی، ممتاز محل، شہزادی زیب النساء، اولیائے ہند (مرتضائی پریس)، آثار علما، مرثیہ و نیدۂ مخاطبین غالب، غالب کے محبوب (آگرہ اخبار پریس) آخری بزم، لکھنؤ کی آخری شمع (ایجوکیشنل بکڈپو علی گڑھ) غالب کے لطیفے (حالی بک ڈپو) رضیہ سلطان، صنادید ہند (دنیا کتاب گھر) یوپی میں اردو، خلاصۃ الشعراء، تذکرہ شاعران سخنوران اکبرآباد، مصنفین اکبرآباد (قسط وار شائع در کنول) کلید قرآن، معلومات قرآن، جغرافیہ قرآن، تاریخ قرآن، تاریخ صحف سماوی، تاریخ مصحف، اسباب نزول، تاریخ انبیاء من القرآن، اماکن قرآن، العصابہ، مجموعہ احادیث موضوعہ (پیشوا دہلی) مقدمہ تفسیر قرآن (ندوۃ المصنفین) مقدمہ ترمذی (پیشوا دہلی) قرآن نمبر، شاہ ولی اللہ نمبر، شاہ اسمٰعیل نمبر (پیشوا دہلی) شاعر آگرہ نمبر، نجیب الدولہ نمبر (تاج آگرہ) رجال تجرید بخاری، طبقات محدثین، اسباق القرآن، خلافت ہسپانیہ، خلافت بنی عباس دو حصے، تاریخ مصر، خلافت عثمانیہ، تاریخ صقلیہ، سلاطین ہند دو حصے (ندوۃ المصنفین دہلی) سلاطین اندلس (مکتبہ فریدی) نظیر اور ان کے معاصر، بیگمات اودھ کے خطوط، غدر کے چند علما، ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علما، اسلامی معاشرت، احکام القرآن، لطائف الشعراء، علمائے حق کی مظلومیت کی داستانیں، سلطان رضیہ، تاریخ خاندان مغلیہ (دنیا کتاب گھر دہلی) مغل شہزادے، آتش بہ دو (دنیا کتاب گھر دہلی) سیرت رسول من القرآن (دائرہ معارف قرآنیہ) تاریخ انبیاء ابن خلدون، احکام سلطانیہ، اسلامی اخلاق، مقدمہ دارمی شریف، شہادت حسین، ظہور قدسی، مشاہیر جنگ آزادی (قرآن محل

تراجم فضلا (ہسٹاریکل سوسائٹی) مولوی احمد اللہ شاہ، مولوی عظیم اللہ خاں، اکبر شاہ ثانی، مولانا فضل حق، ابوظفر بہادر شاہ، شہزادہ فیروز شاہ، ڈاکٹر وزیر خاں اور مولوی رحمت اللہ کیرانوی (سلطان حسین اینڈ سنس) شاہ عالم ثانی علمائے سلف مع حواشی و تعلیقات (ایجوکیشنل کانفرنس کراچی) تاریخ تعلیم حواشی و تعلیقات (سلمان اکیڈمی) ملفوظات شاہ عبدالعزیز (ایجوکیشنل کمپنی) خلاصہ مشکوٰۃ المصابیح (اسوۂ صالحین (ایجوکیشنل پریس کراچی) خواتین اسلام، آداب تلاوت قرآن، شاہ عبدالعزیز ان کی سیاسی زندگی، سیرت حسین، مشاہیر دہلی (مشہور پریس) مشاہیر اکبر آباد، نجیب الدولہ اور جنگ پانی پت، آخری بزم، اسلامی نظام تعلیم کا چودہ سو سالہ مرقع، مسلم فلاسفہ، خان آرزو (جناح لٹریری اکیڈمی) انتخاب بخاری، بزم عصر، مصنفین، مسلم مورخین، قاموس الاصفیا، مشائخ صابریہ، علمائے فرنگی محل اور ان کے علمی کارنامے، انتخاب مقدمہ ابن خلدون مع حواشی، مصنفین اردو چار حصہ، قاموس کتب اردو (زیر نگرانی مولوی عبدالحق مرحوم) قاموس المصنفین دو حصہ۔ حکایات بنی امیہ، حکایات بنی عباس، بنی عباس کی علمی ثقافتی تاریخ، دولت عثمانیہ، وقائع صحابہ، وقائع غالب، امیر خسرو اور ان کا اردو کلام، علامی ابوالفضل، ارباب سیرۃ النبی، لغت قرآن (زیر طبع و تالیف) مختصر رسالہ جو کثیر التعداد میں وہ تحریر نہیں کئے گئے۔

دینار اخبار، اردوئے معلیٰ دہلی زیر ادارت نکلے بمعاونت مولوی ریاض الدین احمد سات برس سے انجمن اسلامیہ میگزین ایڈٹ کر رہا ہوں۔

موجودہ اداروں میں اعزازی خدمت انجام دے رہا ہوں:-
انجمن اسلامیہ صدر، جناح کالج نائب صدر، جناح لٹریری اکیڈمی سکریٹری، ادارہ تصنیف و تالیف ایجوکیشنل کانفرنس سکریٹری۔ ادارہ تصنیف و تالیف صدر، ابن تیمیہ اکیڈمی صدر، شعیب محمد سیکنڈری بوائز اسکول و ادارہ شرقیہ گرلز سیکنڈری اسکول سکریٹری، مجلس اتحاد عالم اسلامی رکن، ہسٹاریکل سوسائٹی رکن، دائرۃ معین المعارف خازن، آل پاکستان اردو اکیڈمی جنرل سکریٹری، دائرہ معارف قرآنیہ رکن، امکان بھر ان اداروں کی خدمت کرتا رہتا ہوں۔ یہ ہے میری زندگی کا مختصر روداد یہ ذکر ضروری ہو کہ مولوی ریاض الدین احمد میری دلچسپیوں میں شریک رہے اور اطاعت گزاری ان کا شیوہ رہا۔

نمبر شمار	نام	صفحہ	نمبر شمار	نام	صفحہ	نمبر شمار	نام	صفحہ
۳۳۷	سید منور علی	۱۳۵	۳۴۰	حکیم وحید الدین	۱۳۶	۳۴۳	خان بہادر حکیم الدین	۱۳۶
۳۳۸	سید نواب علی نقیب الاولیا	۱۳۵	۳۴۱	مفتی ولایت علی آنبیٹھوی	۱۳۶	۳۴۴	مولوی مظہر علی	۱۳۷
۳۳۹	مولوی نواب مرزا	۱۳۶	۳۴۲	ڈپٹی باسط علی خاں	۱۳۶	۳۴۵	انتظام اللہ	۱۳۸

فہرست

نمبر شمار	نام	صفحہ
۲۶۸	حضرت نثار	۱۰۹
۲۶۹	مولانا نجم الدین	۱۰۹
۲۷۰	نجیب الحسن شہابی	۱۰۹
۲۷۱	نادر علی وکیل	۱۱۰
۲۷۲	بابو نصیر احمد خاں	۱۱۰
۲۷۳	خواجہ نظام الدین	۱۱۰
۲۷۴	مولوی سید نظام الدین شاہ نظیم	۱۱۰
۲۷۵	میر نظام علی	۱۱۰
۲۷۶	حکیم نظام علی خاں	۱۱۱
۲۷۷	میر نظر علی	۱۱۱
۲۷۸	قاضی نوراللہ شوشتری	۱۱۱
۲۷۹	نورالدین محمد	۱۱۱
۲۸۰	حضرت وصفی	۱۱۲
۲۸۱	واصف سید تعشوق حسین	۱۱۲
۲۸۲	وزیر محمد خاں لودی	۱۱۳
۲۸۳	مولوی واجد علی	۱۱۳
۲۸۴	مولوی وارث علی	۱۱۳
۲۸۵	شیخ وجیہ الدین	۱۱۳
۲۸۶	وزیر خاں اوورسیر	۱۱۳
۲۸۷	ڈاکٹر وزیر خاں	۱۱۴
۲۸۸	مولوی سید وارث علی	۱۱۴
۲۸۹	مولوی واحد یار خاں	۱۱۴
۲۹۰	وزیر خاں شمس آبادی	۱۱۴

نمبر شمار	نام	صفحہ
۲۹۱	ڈپٹی وزیر علی	۱۱۴
۲۹۲	سید وجاہت علی	۱۱۵
۲۹۳	بابو وزیر محمد خاں	۱۱۵
۲۹۴	سید ولی محمد نظیر	۱۱۵
۲۹۵	یحییٰ امان	۱۲۳
۲۹۶	ماسٹر یعقوب علیخاں	۱۲۳
۲۹۷	مولانا یوسف علی	۱۲۳
۲۹۸	مرزا حمید الدین بیگ فصیح	۱۲۶
۲۹۹	امیر خلیفہ گلزار علی	۱۲۶
۳۰۰	مرزا احمد جان قزلباش	۱۲۶
۳۰۱	خواجہ احمد حسن	۱۲۶
۳۰۲	ڈاکٹر آغا مہدی حسن	۱۲۷
۳۰۳	خواجہ الطاف حسین غوری	۱۲۷
۳۰۴	حاجی انعام اللہ	۱۲۷
۳۰۵	محمد ایوب خاں	۱۲۷
۳۰۶	خان بہادر ڈاکٹر تصدق حسین	۱۲۷
۳۰۷	پروفیسر حامد حسین قادری	۱۲۸
۳۰۸	شیخ حشمت اللہ بی اے	۱۲۸
۳۰۹	حکیم محمد حیات خاں	۱۲۹
۳۱۰	مولوی زیارت علی خاں	۱۲۹
۳۱۱	سید سخاوت علی خسرو	۱۲۹
۳۱۲	حکیم سید ریاض علی	۱۲۹
۳۱۳	سرور اکبرآبادی	۱۳۰

نمبر شمار	نام	صفحہ
۳۱۴	ڈاکٹر سلطان مرزا	۱۳۰
۳۱۵	شفیق احمد شفیق	۱۳۰
۳۱۶	سید شہزاد علی حیدر	۱۳۰
۳۱۷	سید عابد حسن جعفری	۱۳۰
۳۱۸	منشی عابد حسین آغائی	۱۳۱
۳۱۹	عالمگیر خاں	۱۳۱
۳۲۰	عبید قریشی خاں	۱۳۱
۳۲۱	مرزا عظیم بیگ چغتائی	۱۳۱
۳۲۲	حکیم فرحت علی اکبرآبادی	۱۳۱
۳۲۳	خواجہ فیاض حسین	۱۳۱
۳۲۴	فیاض علی خاں	۱۳۲
۳۲۵	پروفیسر ماجد حسین فریدی	۱۳۲
۳۲۶	ڈاکٹر پاشا اللہ خاں	۱۳۲
۳۲۷	مولوی بصیر علی	۱۳۳
۳۲۸	محمد حسین قریشی	۱۳۳
۳۲۹	محمد خلیل صدیقی	۱۳۳
۳۳۰	محمد سجاد مرزا	۱۳۳
۳۳۱	سید محمد شفیع قادری	۱۳۴
۳۳۲	حکیم سید محمد قمر حجاجی	۱۳۴
۳۳۳	ابوالظفر مسیح الدین صہبا	۱۳۵
۳۳۴	سید مشیر علی	۱۳۵
۳۳۵	مقدس حسین	۱۳۵
۳۳۶	منظر صدیقی	۱۳۵

انجمن اسلامیہ کے قائم کردہ تعلیمی ادارے

نمبر شمار	خواتین اور طالبات کے ادارے	نمبر شمار	طلباء کے ادارے
۱	جناح پوسٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین	۱	جناح کالج
۲	ریاض گرلز کالج	۲	جناح پولی ٹیکنک
۳	انجمن اسلامیہ گرلس سیکنڈری اسکول	۳	زبیدہ پولی ٹیکنک
۴	وسیم گرلس سیکنڈری اسکول	۴	محمدی بیگم ٹیکنیکل ہائی اسکول
۵	وزیر جہاں گرلز لوئر سیکنڈری اسکول	۵	زبیدہ ٹیکنیکل ہائی اسکول جو اب پولی ٹیکنک ہو گیا ہے
۶	محمودہ گرلس ہائی اسکول، آگرہ	۶	انجمن اسلامیہ سیکنڈری اسکول
۷	انجمن اسلامیہ گرلس پرائمری اسکول	۷	غنی دہلوی لوئر سیکنڈری اسکول
۸	وسیم گرلس پرائمری اسکول	۸	انجمن اسلامیہ پرائمری اسکول لیاقت آباد نمبر ۱
۹	محمودہ گرلز پرائمری اسکول، لیاقت آباد	۹	" " " لیاقت آباد بی رن
۱۰	" " " آگرہ		

مطبوعات جناح لٹریری اکادمی کراچی پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف/مرتب	قیمت	نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف/مرتب	قیمت
۱	شاہراہ پاکستان	چودھری خلیق الزماں	۵۰/-	۱۱	قائد کی خوشبو	علامہ سیماب اکبرآبادی	۲۶/-
۲	قاموس الفصاحت	مخمور اکبرآبادی	۱۴/-	۱۲	رباعیاتِ رعنا	رعنا اکبرآبادی	۲۰/-
۳	د ان شب	علامہ میکش اکبرآبادی	۲۶/-	۱۳	مقالاتِ شہابی	مفتی انتظام اللہ شہابی	۱۶/-
۴	مسلم فلاسفہ	مفتی انتظام اللہ شہابی	۲۱/-	۱۴	پیکر ریاض	مظہر صدیقی	۲۸/-
۵	خانِ آرزو	" " " "	۱۴/-	۱۵	مشاہیر اولیاء ہند و پاک	مفتی انتظام اللہ شہابی	۱۶/-
۶	اسلامی نظام تعلیم کا چودہ سو سالہ مرقع	" " " "	۲۰/-	۱۶	نظیر نامہ	مخمور اکبرآبادی	۵۰/-
				۱۷	حضرت امیر خسروؒ	مفتی انتظام اللہ شہابی	۶/-
۷	آخری بزم	" " " "	۱۶/-	۱۸	محاذ قلم	صبا متھراوی	۱۵/-
۸	نجیب الدولہ اور جنگ پانی پت	" " " "	۱۵/-	۱۹	خطباتِ غوث الاعظمؒ	" "	۱۵/-
۹	مشاہیر اکبرآباد	" " " "	۱۶/-	۲۰	دربارِ رسالتؐ	" "	۸/-
۱۰	مرقع شہابی	پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری	۲۰/-	۲۱	قاموس الفصاحت (جلد دوم)	مخمور اکبرآبادی	۳۰/-
				۲۲	بوستانِ اخیار	سعید احمد مارہروی	۲۵/-